

ماہنامہ نئی زندگی آباد ۱۹۴۶ء کا

خاص پاکستان نمبر

مُتَبَّہ

ڈاکٹر سید محمود



دارالافتاء راج بخش

۵۵ - حکیم محمد موسیٰ روڈ

الہیہ روڈ، گوالی، لاہور

نئی زندگی

الہ آباد ۱۹۳۶ء

جلد ۶

نمبر

خاص (پاکستان) نمبر

مترجمہ ڈاکٹر سید محمود

مضامین

پاکستان کیا ہے؟	مولانا حسین احمد مدنی
پاکستان پر اجتماعی نظر	ڈاکٹر راجندر پرشاد
پاکستان پر میری رائے	ڈاکٹر سید عبداللطیف
پاکستان پر ایک نظر	مولانا حفص الرحمن
پاکستان کی نفسیات	قاسمی عبدالغفار
پاکستان	طفیل احمد منگھوری
پاکستان کا نعم البدل	سر آر وینشر دؤل
پاکستان کے غلام منہ ہودہ مسئلہ	عبدالجبار کد خان
تقسیم کس طرح ہو رہی ہے؟	انیس الرحمن

جھوٹ کی سیاست

رسالہ نئی زندگی (پاکستان نمبر) پر بے لاگ تبصرہ

نفس اسلام
عبدالعزیز

WWW.NAFSEISLAM.COM

علوی گنج بخش قادری ضیائی

انتساب

اپنے محسن و مُرشد
حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ
مرحوم و مغفور
کی

نذر

جن کی ساری زندگی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور

اولیاء اللہ کی تعلیمات کے فروغ میں گزری

WWW.NAFSEISLAM.COM

جو ساری عمر مملکتِ خدادادِ پاکستان کے دشمنوں

کے خلاف دَ ا مے دِ ر مے ق د مے مُنخنے جہاد کرتے رہے۔

اسلام کے لغت کا سخت ترین لفظ "لعنت" ہے جس کے معنی رحمت بڑواں سے دوری و محرومی کے ہیں۔ قرآن مجید میں شیطان کو اس کا مستحق گردانا گیا ہے اور اس کے بعد یہودیوں، کافروں اور منافقوں کو اس کی وعید سنائی گئی ہے البتہ کسی مؤمن کو کذب یعنی جھوٹ کے سوا اس کے کسی فعل کی بناء پر لعنت سے یا نشتیں کیا گیا۔

مؤطا امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) میں صفوان بن سلیم تابعی (رحمۃ اللہ علیہ) سے مرسل روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ کیا کوئی مسلمان نامرد بھی ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر پوچھا کہ بخیل بھی ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! کیوں نہیں؟ اس کے بعد دریافت کیا جیوٹا بھی ہو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہیں! ہرگز نہیں۔

اسی طرح مسند امام احمد بن حنبل (رحمۃ اللہ علیہ) میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! وہ کون سا کام ہے جو انسان کو جنت کی طرف لے جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سچ بولنا! کیونکہ بندہ جب سچ بولتا ہے تو نیکی کا کام کرتا ہے اور جو نیکی کا کام کرتا ہے وہ ایمان سے بھرپور ہوتا ہے اور جو ایمان سے بھرپور ہو وہ گویا جنت میں داخل ہو گیا۔ اس شخص نے مزید پوچھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) دوزخ میں لے جانے والا کام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا! اس لئے کہ بندہ جھوٹ بولے گا تو گناہ کے کام کرے گا اور جب گناہ کے کام کرے گا تو کفر کرے گا اور جو کفر کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔

برصغیر کے نامور عالم دین شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! مجھ میں چار بری عادتیں ہیں: شرابی ہوں، زانی ہوں، چور ہوں اور جھوٹ بولتا ہوں! ان میں سے فقط ایک برائی کو آپ کی خاطر چھوڑ سکتا ہوں۔ ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ اس نے وعدہ کر لیا کہ اب جھوٹ نہیں بولوں گا۔ دن گزرا اور رات شروع ہوئی تو اس کی طبیعت شرابی نوشی اور حرام کاری کی طرف مائل ہوئی لیکن معاذ خیال آیا کہ صبح جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم استفسار فرمائیں گے کہ رات تم نے شراب پی اور زنا کے مرتکب ہوئے تو کیا جواب دوں گا؟ ہاں کہی تو شراب نوشی و حرام کاری کا سزاوارہ ٹھہروں گا اور اگر انکار سے کام لیا تو جھوٹ ہوگا اور وعدہ خلافی ہوگی۔ پس یہ سوچ کر اس نے شرابی پی نہ فعل بد کا ارتکاب کیا۔ کافی رات گزرنے پر اس نے چوری کے ارادہ سے گھر سے لٹکے کی کوشش کی تو دل نے کہا کہ صبح رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے برہ چوری کرنے کا اقرار کرو گے تو ہاتھ کٹے گا اور جھوٹ سے کام لیا تو ایذا کی عہد پر حرف آئے گا۔ چنانچہ اس نے تذبذب میں چوری کے جرم سے بھی باز رہا۔ صبح ہوئی تو عالم جہان میں بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے جھوٹ کیا چھڑوایا میری باقی بری عادات بھی جاتی رہیں۔ حضور سرور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کی اس بات سے بہت خوش ہوئے اور اس کے حق میں دعاے خیر فرمائی۔

سچ کی عادت نہیں جہنمیں

ان تنبیہی کلمات کی صداقت سے انکار ممکن نہیں۔ میرا اس موقع پر انہیں بیان کرنے کا مقصد درحقیقت ان علمائے دیوبند کے مذہب و دستور کردار کو بے نقاب کرنا ہے جو خود کو ولی الہی مسلک کا علمبردار کہتے ہیں مگر ہمیں جھوٹ بولنا اور پھر اس جھوٹ کی مختلف شیطانی تاویلیں کر کے انہیں چھپانے کی بار بار کوشش کرنا جن کا شیعوں ہے۔ اس میدان میں آپ کو وہابی علماء بھی ان کے ہمسرہ و ہم عصر ملیں گے۔ ان وہابیوں کا دعویٰ ہے کہ وہ غیر مقلد ہیں مگر وہ خود محمد بن عبد الوہاب کی تقلید کرتے ہیں جو ابن قیم کا مقلد ہے۔ ابن قیم ابن تیمیہ کی اور ابن تیمیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتا ہے۔ گویا ان کا غیر مقلد ہونے کا دعویٰ سراسر جھوٹ پر مبنی ہے اور محض سیاست۔

اس میں کلام نہیں کہ ان ہر دو مسلک کے اکثر علماء کے کردار میں ماسوا جھوٹ کے کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ حضرات اپنی تحریکوں و دعویٰ اور تحریروں میں جس کام یا چیز کو حرام کفر اور ناجائز کہتے ہیں خود اس کے عامل و خورک ہیں۔ مثلاً اولیائے کرام کے مزاروں پر حاضری دینے اور ایصال ثواب کی خاطر سوئم اور چہلم وغیرہ کو ہندوؤں کی ریتیں بتاتے ہیں لیکن خود موقع بہ موقع انتخابات کے دنوں میں رائے و ہندگان کی توجہ کا مرکز بننے اور ووٹ حاصل کرنے کے لئے مزاروں پر جا کر چادریں چڑھاتے ہیں، دیکھیں تقسیم کرتے ہیں اور آغا خانوں کے لئے مغفرت کی دعا کرتے اور ان کے ہاں سوئم اور چہلم میں چلے جاتے ہیں۔

پاکستان کے لاریب و ادا گنج بخش علی تجویری رحمۃ اللہ علیہ، معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، سچل سرمست رحمۃ اللہ علیہ، بابا پلے شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہزاروں اولیاء اللہ، بزرگان دین اور قلندران طریقت کی دین ہے جنہوں نے اس برصغیر میں شانہ روز اسلام کی تبلیغ کی، دو قوی نظریے کو متعارف کرایا اور باہمی الفت و یکا نگت کے دریا بہا دیئے۔ دیوبندی وہابی علماء ان اولیائے کرام و صوفیائے عظام کے روحانی تصرفات کو نہیں مانتے مگر اپنے نالوثویوں اور شیخ المہندیوں کی ایسی ایسی کرامات بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات انبیاء کے معجزوں اور ان کے علم غیب کو بھی پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ دراصل ان کے بڑے جس کام کو کفر سے تعبیر کرتے اور حرام گردانتے تھے ان کے چھوٹے اسی کو حلال اور ٹھوس سمجھ کر کرنے میں قطعی عار محسوس نہیں کرتے۔ اس پر مستزاد انہیں سچ بولنے اور سچ سننے کی عادت نہیں رہی۔ شاعر نے شاید ایسے ہی لوگوں کے لئے کہا ہو کہ

ع شرم مگر تم کو نہیں آتی

’وہ پاکستان کو پلیدستان کہتے ہیں‘

تاریخ کی یہ بھی ایک مسلمہ سچائی ہے کہ دیوبندی اور وہابی علماء کی ایک اکثریت پاکستان کی تحریک اور اس کے قیام کی شدید ترین مخالف تھی اور آج کے مولانا فضل الرحمن کے والد مفتی محمود دیوبندی تو دم و داییں تک فخر یہ کہتے رہے کہ ”شکر ہے ہم پاکستان

بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے" اور جمعیت علماء اسلام کا مولوی غلام غوث ہزاروی اپنے خطابات میں اکثر کہا کرتا تھا کہ "لوگو! جناح قائد اعظم نہیں کید اعظم ہے" کید بمعنی کمر۔ یہ تلخ بیانی اپنی جگہ ہے۔ دیوبندی اور واپنی جو ایک ہی تھیلی کے چنے بنے ہیں اور کسی بات پر جھج بولیں یا نہ بولیں مگر ان کا یہ اعتراف ہرگز کذب نہیں کہ وہ قیام پاکستان کے بدترین مخالف تھے۔ سچ ہے کہ کبھی کبھی ضمیر ملامت کرے تو سچ لہوں پر آتی جاتا ہے۔

دستاویزات اس امر کی شاہد ہیں کہ ۱۹۴۶ء میں جب تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی اور تقسیم ہند کے خواب کی تعبیر یقینی دکھائی دینے لگی تھی، دیوبندی اور واپنی علماء ایک گونہ پاگل ہو چکے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔ (خطبات احرار ص ۹۹) یہ انتقابات کا زمانہ تھا جو تقسیم ہند کے معاملہ میں فیصلہ کن حیثیت رکھتے تھے مگر ان پاکستان دشمن علماء نے ہندو کانگریس اور گاندھی و نہرو کا ساتھ دیتے ہوئے یہاں تک زبان درازی کی کہ جو لوگ مسلم لیگ کو ووٹ دیں گے وہ سوار ہیں اور سوار کھانے والے (چندستان ص ۱۳۰) حبیب الرحمن لدھیانوی نے کہا کہ دس ہزار جینا (جناح) جو ابراہیم لہو کی جوتی کی نوک پر قربان کئے جا سکتے ہیں (چندستان ص ۱۳۵) دیوبندیوں کے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری نے پسرور کانفرنس ۱۹۴۶ء میں دعویٰ کیا کہ پاکستان بننا تو دور کی بات ہے کسی ماں نے ایسا بچہ نہیں جتا جو پاکستان کی اپ بھی بنا سکے (تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء ص ۸۸۳) رئیس الاحرار چودھری افضل حق نے لکھا "کتوں کو بیوکتا چھوڑ دو اور کاروان احرار کو اپنی منزل کی طرف بڑھنے دو" احرار لیگ کے پاکستان کو پلیدستان سمجھتے ہیں۔ (خطبات احرار ص ۹۹)

اف! یہ گاندھی علماء

دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی، جنہوں نے اپنے مکتب فکر سے ہٹ کر قیام پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا اور اپنے ہی دیوبندیوں اور واپنیوں کی طرف سے "انگریز کا ایجنٹ" کے الزامی خطاب سے نوازے گئے، رقمطراز ہیں کہ حضرت مولانا محمود الحسن (صدر مدرس دارالعلوم دیوبند) ایک موٹر میں سوار تھے اور ان کے ساتھ بعض کانگریسی مسلمان لیڈر بھی موجود تھے جس وقت حضرت کا موٹر چلا تو ایک دم "اللہ اکبر" کا نعرہ بلند ہوا۔ اس کے بعد "گاندھی کی جے" مولوی محمود حسن کی جے کے نعرے بلند ہوئے (الافاضات الیومیہ ص ۲۵۵) اور یہ نعرے لگانے والے وہی لوگ تھے جو نعرہ تکبیر کے بعد نعرہ رسالت کو شرک کہتے ہیں اور جنہوں نے تحریک خلافت کے زمانہ میں گاندھی کو منبر مسجد پر رونق بخش دی تھی اور خود اس کے چرنوں میں بیٹھ کر دعا گو ہوئے تھے کہ اے اللہ! گاندھی کے ذریعہ اسلام کو سر بلندی عطا فرما (نعوذ باللہ) اور تحریک پاکستان کی مخالفت کے دنوں میں یہ شعر ہر دیوبندی اور مولوی کے گلے کا تعویذ تھا۔

کوئی قادری ہے کوئی سہروردی

مرا فخر یہ ہے کہ میں گاندھی ہوں

مولوی مظہر علی اظہار احراری نے حسین احمد دیوبندی کی تقلید میں قائد اعظم کو "کافر اعظم" کہا۔

اک کافرہ کے واسطے اسلام کو چھوڑا
یہ قائد اعظم ہے کہ ہے کافر اعظم

اس لئے مولانا ظفر علی خان کو جواب میں کہنا پڑا

گالیاں دے جھوٹ بول اصرار کی ٹولی میں مل

نکتہ یوں ہی ہو سکے گا حل سیاسیات کا

..... اور ان کے شیخ الاسلام

انفوس کا مقام ہے کہ آج پاکستان کو اسی دور کی نفوس صور حال کا سامنا ہے جو پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر تھی۔ دیوبندی وہابی اور احراری سب مل کر تحفظ پاکستان کے خود ساختہ نعرے کی آڑ میں جس قسم کا جھوٹ عرصہ دراز سے بول رہے ہیں اور جھوٹ کی سیاست کر رہے ہیں الامان والحقین۔ ان میں سے ہر لیڈر گویا یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ قیام پاکستان کی تحریک میں اس کا یا اس کے بڑوں کا خون شامل ہے حالانکہ ان کے باپ دادا نے جس قسم کی ”قربانیاں“ دیں وہ تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں اور جنہیں پڑھیں تو عرق انفعال سے گردنیں جھک جاتی ہیں۔ تحریک پاکستان کی بنیاد اور روح رواں دو قومی نظریہ تھا لیکن دیوبندیوں کے گرد گھنٹال حسین احمد نے جسے اس کے پیروکار ”شیخ الاسلام حسین احمد مدنی“ لکھتے ہیں انتہاء پسند ہندو لیڈروں اور ان کی سیاسی جماعت کانگرس کو خوش کرنے کے لئے متحدہ قومیت کا نعرہ لگایا اور ان کی کاسہ لیس کر کے ہوئے یہاں تک مدح سرائی کی کہ ہندو اور مسلمان ایک قوم ہیں۔ حسین احمد دیوبندی نے یہ بھی کہا کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں مذہب سے نہیں۔ ان کا یہ نظریہ اسلام کے سراسر خلاف تھا۔

حسین احمد دیوبندی نے اپنے اس پاکستان مخالف نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کر دیں قرآن مجید عرفان حمید کی واضح اور کھلی آیات مقدمہ اور حضور سرور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحیفہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یعنی یشاق مدینہ کو اٹے سیدھے معنی پہنا کر اپنی جھوٹی اور غلط بات کو سچ اور درست منوانے کی سرتوڑ کوششیں کیں اور اسی کی آڑ میں آل انڈیا مسلم لیگ کی تحریک پاکستان اور مسلمانان ہند کے ہر محیز رہنما قائد اعظم محمد علی جناح کو کون رات صلوامیں سنانے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا یہاں تک کہ کانگرس کے خروچے پر ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کے دورے کئے اور اپنے زیر اثر وہابی اور دیوبندی مولویوں کی مدد سے رائے عامہ کو اپنے اور ہندو کانگرس کے حق میں استوار کرنے کی ہر ممکن تدبیر کی جس پر اس کے متحدہ قومیت کے غلط نظریے اور وطنیت کے باطل عقیدہ کے خلاف مجبور ہو کر حامد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو کہنا پڑا۔

بچم بنوڑ نداند رموز دین ورنہ

ز دیوبند حسین احمد چہ بوا بھی است

سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است

چہ بے خبر مقام محمد ﷺ عربی است
مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ دوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہمی است
مولانا ظفر علی خاں نے بھی حسین احمد دیوبندی کے متحدہ قومیت کے نظریہ کو اسلام کی روح کے منافی قرار دیا اور کہا۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ملت ہے وطن سے
حالانکہ ہے فرمودہ شاہ دوسرا اور
اور خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی نے حسین احمد دیوبندی کی جھوٹی فکر کو یوں بے نقاب کیا۔

ہاں حسین احمد بنی شیخ الہند تھا کل تک ضرور
آج ہے لیکن مقام مصطفیٰ ﷺ سے بے خبر
مسجد نبوی ﷺ میں جو کل تک رہا گرم جود
وار دھا کے آشرم میں جھک گیا آج اس کا سر

یاد رہے کہ اسی حسین احمد دیوبندی نے اکتوبر ۱۹۴۵ء میں اپنے ایک فتویٰ میں آل انڈیا مسلم لیگ میں مسلمانوں کی شرکت کو حرام کہا اور قائد اعظم کو ”کافر اعظم“ کا لقب دیا تھا اور اس کے اسی فتویٰ کی تشہیر میں وہابی اور دیوبندی علماء ماسوا چند ایک کے جن پر انہی دیوبندیوں کا الزام ہے کہ وہ انگریز کے چھوٹے دو قومی نظریے اور قیام پاکستان کے خلاف ایک طوفان بدتمیزی برپا کئے رکھا۔

ان کا جھوٹ ان کی سیاست

حسین احمد دیوبندی ہو کہ اس کے زیر اثر دیگر علمائے دیوبند یا وہابی مولوی ہوں تحریک پاکستان کے خلاف ان کی تحریریں اور بیانات ریکارڈ پر ہیں۔ ان کے بڑوں نے متحدہ قومیت کا نعرہ لگاتے ہوئے نظریہ پاکستان کو جس طرح سے جھوٹ بول بول کر جھٹلایا آج ان کے چھوٹے اس جھوٹ کو تاریخی طور پر سچ ثابت کرنے کے لئے پاکستان میں اپنی سیاست کی دکان چکانے کے لئے مذہب کی آڑ لے کر وہی کھیل دوبارہ کھیل رہے ہیں اور یہ کہہ کر نئی نسل کی آنکھوں میں کذب و افتراء کی دھول جھونکی جا رہی ہے کہ گویا وہی پاکستان کو ہندو، یہود و نصاریٰ کی سازشوں سے بچا سکتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دیوبندی علماء قیام پاکستان کے نہ پہلے حامی و موید تھے نہ اب ہیں۔ جھوٹ بولنا ان کی گھٹی میں شامل ہے۔ وہ بظاہر دین و سیاست میں مغائرت کو اسلام کے منافی گردانتے ہیں مگر ان کے نزدیک ”جھوٹ اور سیاست“ ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ ایسی سیاست سے جو دین کے تابع ہو ان کو اور نہ ان کے بڑوں کو کبھی دلچسپی تھی۔ انہوں نے باطن دین کو اپنی سیاست کے تابع کئے رکھا اور سادہ لوح پاکستانی مسلمانوں کے جذبات سے اب تک کھیتے چلے آ رہے ہیں۔

تقسیم ہند سے قبل ان دیوبندی اور وہابی مکاتب فکر کا کردار کیا تھا؟ اس کی اصلیت جاننے کے لئے رسالہ ”نئی زندگی“ الہ آباد کا ایک خاص نمبر جسے ۱۹۳۶ء میں ”پاکستان نمبر“ کے زیر عنوان شائع کیا گیا تھا، اب دوبارہ منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ اس اشاعت خاص کی حیثیت ایک دستاویز کی ہے اور ایسی دستاویزات نہ صرف نئی نسل کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں بلکہ اہل تحقیق کے لئے ماضی قریب کے مطالعہ میں حال پر نظر رکھتے ہوئے مستقبل کی راہیں دکھانے کے بھی کام آتی ہیں۔

نئی زندگی کا یہ خاص نمبر مدیران کے دعویٰ کی رو سے کہنے کو تو ”پاکستان نمبر“ ہے لیکن اس جریدہ میں شامل تمام مضامین درحقیقت تقسیم ہند اور دو قومی نظریے کی ضد میں لکھے گئے۔ یہ تحریرات تحریک پاکستان کی مخالفت میں ہیں اور ان کا مقصد پاکستان کے امکانی وجود کی برخود غلط تشریح کرنا اور اس کے قیام کو روکنا تھا۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس جریدے کا ایک بھی مضمون نظریہ پاکستان کی حمایت میں نہیں، یہاں تک کہ اس خصوصی اشاعت کو غیر جانبدار ثابت کرنے کے لئے رسالہ کے آخر میں پاکستان کی اس دور کی زیر بحث پانچ اہم اکیسوں ڈاکٹر سید عبداللطیف کی اکیسم، علی گڑھ اکیسم، سکندر حیات اکیسم، اسد اللہ اکیسم اور ایک پنجابی کی اکیسم کو شامل اشاعت کیا گیا ہے مگر ہر اکیسم کے آخر میں اس کے نقائص تلاش کر کے اسے روکنے کی ترکیب آزمائی گئی ہے یعنی یہ باور کرایا گیا ہے کہ پاکستان کا قیام کسی صورت مناسب نہیں چنانچہ ان محنویات کی روشنی میں نئی زندگی کے اس ”پاکستان نمبر“ کو متحدہ قومیت نمبر یا ”اکنڈ بھارت نمبر“ کہا جاتا تو بہتر تھا۔

پاکستان نمبر نہیں، متحدہ قومیت نمبر کیلئے

نئی زندگی (پاکستان نمبر) کے مدیر ڈاکٹر سید محمود کا اپنا بیان ہے کہ انہوں نے اس اشاعت خاص کی ادارت کے فرائض بادل نخواستہ قبول کئے۔ فقط راز ہیں۔

”میرا نام اس نمبر کے پیش از ادب کی حیثیت سے بغیر میری اطلاع کے چھاپ دیا گیا۔ مجھے اس کی خبر بہت دیر میں ملی۔ اس وقت انکار بیکار تھا۔ میں اس کا اہل نہ تھا اور نہ مجھے فرصت تھی۔ میں ان کے اصرار پر یہ نوٹ ریل میں لکھ رہا ہوں۔ نہ تو میں نے مضامین دیکھے ہیں اور نہ ان کو پڑھا ہے، اس لئے ان کے متعلق کچھ بھی نہیں لکھ سکتا۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ بڑے بڑے نامور اہل قلم حضرات نے پاکستان کے ہر پہلو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے حضرات کا نام ہی اس امر کی ضمانت ہے کہ یہ مضامین بڑے پایہ کے ہوں گے۔“

(پیش لفظ۔ صفحہ الف)

ان بڑے بڑے نامور اہل قلم حضرات میں مولانا حسین احمد مدنی، ڈاکٹر راجندر پرشاد، مولانا حفظ الرحمن، قاضی عبدالغفار طفیل احمد منگوری، سر آدیش دلال، عبدالجید خان اور انیس الرحمن (ایڈیٹر) شامل ہیں جو سب کے سب کانگریسی اور متحدہ قومیت کے علمبردار تھے۔ اس کے باوجود مدیر پاکستان نمبر سید محمود کا کہنا ہے کہ:

”میری خواہش تھی کہ یہ نمبر یک طرفہ نہ ہو بلکہ مختلف خیال حضرات کے مضامین شائع ہوں تاکہ تاثرین کو

دونوں طرف کے خیالات پڑھ کر رائے قائم کرنے کا موقع ملے اور یہ نمبر پاکستان پر ایک سیمپوزیم (Symposium) کا کام دے" (صفحہ ب)

لیکن قارئین کرام! سارے نمبر کو پڑھ جائیے ایک مضمون آپ کو ایسا نہ ملے گا جو دو قومی نظریے کی تائید اور متحدہ قومیت کی تکذیب میں ہو۔ نئی زندگی کے پاکستان نمبر میں شامل کسی بھی مضمون کا وقت نظر سے مطالعہ کیا جائے اس کی ایک ایک سطر پاکستان دشمنی کی عکاسی دکھائی دے گی۔ ڈاکٹر سید محمود پیش لفظ میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

"پاکستان کے حامیوں میں" میں نے صرف کیونسٹوں کو جذباتی حیثیت چھوڑ کر علمی و اقتصادی حیثیت سے بحث کرتے دیکھا ورنہ عام طور پر ہمارے محترم بیگنی بھائیوں کی گفتگو یا بحث کا خلاصہ صرف یہ ہوا کرتا ہے کہ ہندو مسلمانوں کے دشمن ہیں ان کا برتاؤ مسلمانوں کے ساتھ بہت برا ہے ان کا ارادہ ہندو راج قائم کرنے کا ہے اسی لئے پاکستان ہونا از بس ضروری ہے" (صفحہ ب)

☆

"بدقسمتی سے مسلمانوں کا ایک معتد بہ گروہ پاکستان کو اسلامی حکومت کا مترادف سمجھتا ہے اس لئے جو مسلمان اس کی مخالفت کرتا ہے وہ ان کے خیال میں اسلام دشمنی کرتا ہے"۔ (صفحہ ب)

☆

"میں خود اس مسئلہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا اتنا ضرور کہوں گا کہ جس دن دماغی طور پر میں پاکستان کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھوں گا اسی وقت سے نہ صرف اس کا حامی ہو جاؤں گا بلکہ اس کے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا" (صفحہ ب)

مدیر نئی زندگی (پاکستان نمبر) گویا معترف ہیں کہ وہ ذہنی طور پر تحریک پاکستان کے مخالف ہیں۔ شاید ان کا دل تو کہتا تھا کہ تقسیم ہند ایک فطری امر ہے اور دو قومی نظریہ ایک اہل حقیقت۔ مگر کانگریس اور کانگریسی علماء نے ان کے ذہن کو اس حد تک ماؤف کر دیا تھا کہ ان سے سوچنے سمجھنے کی طاقت سلب کر لی تھی۔ وہ قیام پاکستان کو مسلمانوں کے لئے مفید تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ اسی میں انتہاء پسند ہندوؤں کا فائدہ تھا جو پاکستان اور اسلام دونوں کے دشمن تھے ورنہ عام اور سیدھے سادے ہندوؤں کو جو برس برس ہا برس سے نسل در نسل پیار و محبت سے بھائیوں کی طرح رہ رہے تھے انہیں اس سے کیا سروکار تھا کہ پاکستان بنے یا نہ بنے۔ اسی طرح کانگریسی زندگی کے پاکستان نمبر میں کانگریس اور اس کی حاشیہ بردار جمعیت العلماء ہند کا مخالف و مثبت نقطہ نظر بھی پیش کرنے کی حوصلہ افزائی کی جاتی تو اسے ایک غیر جانبدارانہ اور تعصب سے ماوراء خصوصی اشاعت قرار دیا جاسکتا تھا۔ لیکن جب مدیر نئی زندگی پاکستان کا دشمن ہو وہ پاکستان کی حمایت میں لکھی گئی تحریروں کو شامل اشاعت کیسے کر سکتا تھا۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو نئی زندگی کا یہ پاکستان نمبر ایک زہر فشاں ہے۔

کانگریس کی کاسہ لیس، جمعیت العلماء ہند

واقعات و حالات کی روشنی میں دیکھا جائے تو نئی زندگی کی اس متعصبانہ اور جانبدارانہ اشاعت کی ضرورت ۱۹۴۶ء کے انتخابات کے دنوں میں محسوس کی گئی اور اس کے پس پردہ یقیناً کانگریس کا ہاتھ ہوگا کیونکہ انتہاء پسند ہندو قیادت کسی صورت نہیں جانتی تھی کہ مسلم اکثریت کے حامل صوبوں میں آل انڈیا مسلم لیگ کے امیدواروں کو کامیابی حاصل ہو۔ چنانچہ ان کی نگاہ انتخاب دیوبندیوں اور وہابیوں پر پڑی جو کاسہ لیس، تملق اور مفاد پرستی میں جواب نہیں رکھتے تھے اور پھر انہیں خریدنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ یہ دیوبندہ گر کانگریس کے ہمنوا ہو گئے اور متحدہ قومیت کا نعرہ لگاتے ہوئے میدان سیاست میں ایسے کود پڑے کہ انہیں خدایا دربانہ دین اور نہ ہی اپنے دینی بھائی۔ انتہاء پسند ہندو قیادت نے انہیں کود کیا لیا یہ دن رات کا مذہبی اور شہرہ کی مالا بچنے لگے۔ ان کی تحریک بلکہ تحریک کاری کا اصل مقصد مسلمانان ہند کو بلیکوں کو ووٹ دینے سے روکنا اور کانگریس کی حمایت کے لئے انہیں متوجہ کرنا اور مطالبہ پاکستان کو زک پہنچانا تھا جیسا کہ حسین احمد دیوبندی صدر جمعیت العلماء ہند کے نئی زندگی کے ”پاکستان نمبر“ میں ان کے مضمون کے ابتدائی حیرا میں ہے۔ ان کی در فطنی ملاحظہ ہو“۔ فرماتے ہیں:

” (مجوزہ) پاکستان میں ہم نے مسلم اکثریت والے صوبوں اور مسلم اقلیت والے صوبوں دونوں کے مسلمانوں کے لئے نقصان اور ضرر ہی کو غالب پایا“ (ص ۱)

کانگریس کے ہر مفیدانہ اقدام میں حسین احمد دیوبندی کو شرکی بجائے خیر ہی کا پہلو دکھائی دیتا تھا اور وہ مسلم اقلیتی صوبوں میں بے گناہ مسلمانوں پر انتہاء پسند کانگریسی ہندوؤں کے ڈھائے جانے والے مظالم کو کسی صورت تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ چنانچہ ان کا سیاسی ضعف بصارت ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:

”پاکستان کا بنانا اور اس کی تجویز کانگریسی حکومت کے قیام اور اس کے مظالم مشہورہ سے پہلے ہی قرار پا چکی ہے۔ مظالم کانگریس کو اس کا باعث قرار دینا محض عوام کو بھڑکانے کے لئے ہے“ (ص ۹)

آگے چل کر کہتے ہیں کہ:

”مسلم اقلیت کے صوبوں کے مظالم کو اس کا سبب قرار دینا اگر وہ پایہ ثبوت کو پہنچیں تو بھی پاکستان کا مطالبہ خلاف عقل اور خلاف سیاست ہے“ (ص ۹)

اور کافر کی کیا ہے؟

دیوبندی علماء حضور سرور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر ایمان نہیں رکھتے لیکن صدر جمعیت العلماء ہند حسین احمد دہلوی تھا کہ ان کا علم غیب انہیں سب کچھ بتا دیتا ہے۔ رقمطراز ہیں۔

”یہ اسکیم تقسیم ہندوستان اور علاقہ جات ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان کسی مسلمان ہندوستانی کے دماغ سے نہیں ہوئی اور نہ لنگی دماغ سے اس کا نظیور ہوا ہے بلکہ اس کا نظیور برطانوی اور نوری برطانوی دماغوں کا

چین منت ہے۔“ (ص ۸)
 حیرت ہے کہ کانگریس کے کارڈس اور دیوڑھ گریہ بات کہہ رہے ہیں کہ نظریہ پاکستان برطانوی انگریزوں کی اختراع ہے۔ ان کا مقصد اپنے جھوٹ کی آڑ میں ایک بہت بڑے جج کو چھپانا تھا کہ کانگریس کی بنیاد خود انگریزوں نے رکھی تھی۔
 مزید براں حسین احمد دیوبندی اس فریب آرزو میں بغض تھے کہ مسلمانوں کو ہر حال میں ہندوؤں کے ساتھ ہی رہنا چاہیے۔
 لکھتے ہیں کہ:

”عجب کی بات ہے کہ مسٹر جینا (جناح) کس طرح تاریخ اور واقعات اور صحیح واقعات پر دھول ڈال رہے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے! کس طرح قرن باقرن ان میں خون ریزی اور دشمنی کے انتہائی درجہ کے مظاہرات ہوتے رہے مگر کیا برطانیہ اور امریکہ میں یہودی قوم اپنے اعلیٰ پیمانہ کے سرمایہ اور خوشحالی کے ساتھ کامن ویلتھ میں بسر نہیں کر رہی؟“ (ص ۱۴)

اللہ! مثال بھی دی تو کس کی؟ یہودیوں کی، مگر اس ثقافت کا بھی سوچا کہ کافی کیا ہے؟ کہاں برطانیہ و امریکہ کے سرمایہ دار و خوشحال یہودی اور کہاں ہندوستان کے غریب و مفلوک الحال مسلمان جن کی معیشت و معاشرت اور مذہبی اقدار سب کچھ داؤ پہ لگا ہوا تھا اور وہ کانگریس کے شخص چند انتہاء پسند ضدی عناصر کے رحم و کرم پر تھے۔ اس ذہنی پسماندگی اور لرن ترانی پر کون ہے جو ماتم نہ کرے گا؟ حسین احمد دیوبندی کی سوچ گویا یہ تھی کہ مسلمانوں کو آزادی یا علیحدہ وطن کے حصول کا حق ہی حاصل نہیں یہ حق صرف یہودی و ہندو اور نصاریٰ کو زیبا ہے اور مسلمان اس لائق ہیں کہ جہاں کہیں رہیں غیر مسلموں کے دست نگر بن کر رہیں کہ اسی میں مسلمانوں کی بھلائی ہے۔ چنانچہ دو ٹوک الفاظ میں اپنا فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ:

”یہ پاکستان کا ڈھونگ برطانیہ کی منہوس تجویز ہے جو کہ ٹوریوں کے دماغوں کی جھیل ”مان سرور“ ہے بطور چشمہ نکلتی ہے اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بڑھ کر موجیں مارنے والے دریا کی صورت ۱۹۴۰ء سے اختیار کر لیتی ہے جس میں فریب دے کر ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ لوٹنا اور برباد کرنا اور ہر طرح سے اپنا اوبال بنانا مقصود ہے اور جس کو نہایت چالاک کے ساتھ بہت ہی خوش رنگ مٹھے شربت کی صورت میں زہر ہلا بل کو پلایا جا رہا ہے۔“ (ص ۱۸)

نئی زندگی (پاکستان نمبر) کے مدیر ڈاکٹر سید محمود بھی کانگریسی دیوبندی مکتب فکر سے کامل اتفاق رائے رکھتے تھے۔ وہ پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ پاکستان پر بحث کرنا آسان نہیں اس لئے کہ آج تک یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ پاکستان سے مفہوم کیا ہے؟ اس کے بعد انہوں نے وہی بات کہیں کہیں جو قبل الاسلام دور جاہلیت میں مشرکین و کفار مکہ کیا کرتے تھے مثلاً جذباتی انداز میں رقمطراز ہیں کہ:

”ہمارے سوشل سسٹم اور کلچر کی بنیادیں اتنی پائیدار اور اتنی مضبوط ہیں کہ ان کو کوئی طاقت نہیں مناسکتی“ (صفحہ ۱)

مدیر پاکستان نمبر کی سوچ سے مترشح ہے کہ آزادی مسلمان کا شیوہ ہے نہ اس قوم کا حق بلکہ سارے عالم اسلام کو ان کے خیال میں محکوم ہی رہنا چاہیے۔ اقوام اسلام پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”آج ہم مذہبی جذبہ سے عاری ہیں۔ ہم فلسطین و ایران اور انڈونیشیا و دیگر اسلامی ممالک کے حالات سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔ یہ حالات یہاں تک ہمارے لئے دل خوش کن ہیں اس پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے۔ لیائے پاکستان کے حصول کی کوشش میں کہیں ہماری قوم اپنے ورثہ اخلاق و اطوار کو بھی نہ کھو بیٹھے“ (صفحہ ۷)

نئی زندگی (پاکستان نمبر) کے سارے مضامین اسی نکتہ کے گرد گھومتے ہیں کہ اسلام میں کس طرح کی آزادی کا خواہ وہ فکری ہو یا سیاسی کوئی تصور نہیں۔ مسلمانوں کو علیحدہ وطن کے حصول کی تمنا تو درکناز سوچنے اور تحریک چلانے کا بھی کوئی حق حاصل نہیں۔ آزادی کی نعمت غیر مترقبہ گویا صرف اور صرف غیر مسلموں یعنی ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں وغیرہ کے لئے ہے اسی لئے دیوبندی و دہابی علماء کی ایک غالب اکثریت نے قائد اعظم کو ”کافر اعظم“ اور پاکستان کو ”پلیدستان“ کہتے ہوئے مسلمانان ہند کی تحریک آزادی کو ایک فریب کہا اور مطالبہ پاکستان کی مخالفت کی۔

مطالبہ پاکستان کو فریب کہنے والو!

نئی زندگی (پاکستان نمبر) کے دوسرے بڑے مضمون نگار مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیت العلماء ہند ہیں۔ انہوں نے اپنے مضمون ”پاکستان پر ایک نظر“ میں مسلمانان برصغیر کے اس مطالبہ کو بطور تشکیک الہامی کہہ کر اسے ہر پہلو سے ان الفاظ کے ساتھ کہ ”پاکستان مکی، قومی، سیاسی، اقتصادی“ حتیٰ کہ تبلیغی اور مذہبی نقطہ نظر سے بھی مسلمانان ہند کے لئے ہرگز مطمئن حل نہیں ہے“ (ص ۳۸) تنقید و تنقیض اور وطن و تشکیق کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ تحریک پاکستان ایک بہت بڑا فربہ ہے:

”..... ایسے وقت میں کئی ایک سیاسی نظریہ یا اسکیم کو مذہب اور ایمان بتا کر عوام فریبی سے کام لینا معلوم نہیں“

ایمانیات کا کونسا درجہ ہے اور الہام سیاسی کی کوئی قسم میں داخل ہے؟ (ص ۲۳)

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے اپنے مضمون میں قائد اعظم محمد علی جناح کو بھی سوسولواتیں سنائی ہیں اور لکھا ہے کہ ”آج اگر خوش فہم اور بے خبر سادہ لوح مسلمانوں کی نگاہ میں مولانا آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی سے زیادہ مسٹر جینا اور لیگی لیڈر اسلامی درد کے حامل اور الہامی سیاست کے قائد ہیں تو اس قوم کا خدا ہی نگہبان ہو“ (ص ۳۵)

سر آرڈیئر دلال کے ایک پمفلٹ Alternative to Pakistan سے جو مضمون مصنف کی اجازت سے اردو ترجمہ کر کے نئی زندگی کے پاکستان نمبر میں شامل اشاعت کیا گیا ہے اس کا مقصد بھی پاکستان کو ایک فریب قرار دے کر دو قومی نظریے کے رخ کو متحدہ قومیت کے دھارے کی جانب موڑنا تھا اور اس کی منطق یہ تھی کہ دس سال تک مسلمانان ہند علیحدہ وطن کے مطالبہ سے دستبردار رہیں اور آزاد ہندوستان ہی میں رہیں اور اگر اس دوران انہیں اپنے حقوق کے سلسلہ میں اطمینان نہ ہو تو جب چاہیں علیحدگی اختیار کر لیں۔

سبحان اللہ! کیا شاعرانہ سوچ تھی کہ خوش رہے باغبان بھی اور راضی رہے صیاد بھی۔ انتہاء پسند ہندوؤں کی وہ جماعت جو

رچایا۔ اسے کسی صورت اسلامی نظام شریعت سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ ساتھ ساتھ ستر ستر برس کی عقیدہ خواتین کے بارہ بارہ چودہ چودہ برس کے لڑکوں کے ساتھ یا نوخیز بچیوں کے بوزھے مردوں کے ساتھ زبردستی نکاح پر دھوا دینے کو شریعت نہیں کہتے۔ اگر شریعت نافذ کرنی تھی تو ان ”مجاہدین اسلام“ نے دہلی کا رخ کیوں نہ کیا جہاں انگریز قابض تھے یا پنجاب میں قیام کی ضرورت کیوں نہ محسوس کی جہاں انتہاء پسند سکھ مسلمانوں پر مظالم و حار ہے تھے (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو وحید احمد، سعودی سید احمد شہید کی صحیح تصویر، لاہور ۱۹۶۷ء بار سوم)

اسی کتاب کے پیش گفتار میں نامور محقق اور میرے محسن حکیم محمد مونی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم و مغفور کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جنت میں ان کے درجات کو بلند کرے (آمین) محمد سعید نعمانی کے قلمی نام سے لکھتے ہیں:

”جناب سید احمد شہید اور ان کی تحریک جہاد کے بارے میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ان کے عقیدت مندوں اور ان کی تحریک جہاد کے روح رواں جناب شاہ محمد اسماعیل صاحب کے مقلدوں کے اذہان کی پیداوار ہے اور ہر تذکرہ نگار نے اپنا اپنا راگ الاپا ہے کسی نے بھی عقیدت کی عینک اسرار کر اصلیت تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی۔

(ص ۳)

بہر کیف یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے جس پر مدلل بحث پھر کسی وقت سہی۔

جہاد یا دہشت گردی

سر دست میرا مقصود بیان رسالہ نئی زندگی الہ آباد کے پاکستان نمبر کی اس مکرر اشاعت کے حوالہ سے ان نام نہاد مفکرین کے چہروں کو بے نقاب کرنا ہے جنہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت میں جھوٹ بولنے کی انتہاء کر دی تھی اور جن کے چھوٹے اور جھوٹے پرستار آج بھی پاکستان کی سیاست میں سرگرم عمل ہیں۔ وہ ان دنوں دکانوں کے بورڈ توڑ کر اور عالمی دہشت گردی پر سکوت اختیار کر کے ملک میں ایک بار پھر شریعت کے نفاذ کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں اور اپنے بڑوں کے ماضی اور اپنے حال کی جھوٹی سیاست چلا رہے ہیں مگر حقیقت کی آنکھ انہیں کیسے بھلا سکتی ہے؟

اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ جہاد اسلام میں فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین ہے۔ لیکن یہ حقیقت کس قدر تلخ ہے کہ ہمارے دیوبندی اور وہابی مولویوں نے جہاد کو بھی اپنی جھوٹی انا کے تابع کر رکھا ہے۔ ان کے بڑے دور علانی میں مرزا نیوں کی طرح انگریز کے خلاف جہاد کو کفر سے تعبیر کرتے تھے جن میں سے بعض کے فتوے ہنزور ریکارڈ پر ہیں۔ دیوبندی علماء ہند و کانگریس کی مخالفت اور آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت کرنے والوں پر کفر کے فتوے صادر کرتے رہے۔ ۱۹۴۸ء میں جب کشمیر کی جنگ آزادی کا آغاز ہوا تو مودودی ایسے علماء بھی تھے جو دیوبندیوں اور وہابیوں کے ہموا تھے کہ جہاد کشمیر حرام اور کفر ہے۔ اس کے برعکس آج دنیا کو جس انسانیت سوز دہشت گردی کا سامنا ہے دیوبندی اور وہابی علماء کی اکثریت اس پر خوشی کا اظہار کرتی ہے اور بعض تو اسے علی الاطلاق جہاد قرار دے کر اپنے سروں کو فخر سے بلند کرتے ہیں۔

ہمارے ان دیوبندی اور وہابی مولویوں کی سوچ نے دراصل جہاد اور دہشت گردی کے فرق کو ہی مٹا دیا ہے۔ یہ کونسا اسلام ہے کہ بے گناہ انسانوں کو موت کے منہ میں دھکیلا جائے اور ان سے زندگی ایسی نعت چھین کر بچوں کو یتیم عورتوں کو یتیم اور بوڑھے والدین کو بے سہارا کر دیا جائے۔ اسلام تو پیارا اور محبت کو عام کرنے کا درس دیتا ہے۔ یہ دین انسانیت ہے اور اس میں کسی بے گناہ کو قتل کرنے کی گنجائش ہے نہ اجازت چہ جائیکہ خودکش حملوں میں کوئی مسلمان خود بھی حرام موت مرے اور دوسروں کو بھی خواہ وہ ہندو ہوں یا عیسائی یہودی ہوں کہ اپنے ہی قومی بھائیوں میں سے شیعہ یا سنی انہیں موت سے ہٹانے کے لیے جہاد اور دہشت گردی میں کوئی تمیز نہ رہنے دے۔ اس پر مستزاد ہماری بیشتر نام نہاد جہادی تنظیموں کے ڈانڈے ان ہی دیوبندیوں اور وہابیوں سے ملتے ہیں جن کی دیکھا دیکھی دوسرے فرقوں نے بھی اپنی اپنی ”جہادی تنظیمیں“ بنائی ہیں اور اس بات میں امتیاز بعد مشکل ہو کر رہ گیا ہے کہ کوئی تنظیم خالصتاً جہادی الاسلام کی فی الحقیقت روح کو سمجھتی ہے اور اپنا کوئی لائحہ عمل اور عالمی امن و سلامتی کا نظریہ رکھتی ہے؟

پاکستان میں سرگرم عمل جہادی تنظیمیں ایک دو نہیں بلکہ حشرات الارض کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ ممکن ہے کہ آئی ایس آئی کے پاس ان سب کا ریکارڈ ہو۔ لیکن ایک اہم اور پیچیدہ سوال میرے جیسے سادہ و عام مسلمانوں کو بہت پریشان کرتا ہے اور وہ یہ کہ کس جہادی تنظیم کا تعلق اسلام اور حب الوطنی سے ہے اور وہ پاکستان کی کس حد تک خیر خواہ اور اس ملک کے لئے ایثار کا جذبہ رکھتی ہے؟ جو حیرت ہوں کہ ایک نامور دیوبندی مولوی لیڈر جسے ایک دو سال پہلے کشمیر کی جنگ آزادی کی پاداش میں پابند سلاسل رہنے کے بعد بھارت نے رہا کیا اور اب بھارت کافی دنوں سے اسے دوبارہ گرفتار کر کے اس کے حوالے کرنے کا پاکستان سے پُر زور مطالبہ کر رہا ہے۔ اسی لیڈر کا ایک انٹرویو میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ الحمد للہ! میرا باپ کڑکا گھری تھا اور میرے دادا کے گاندھی و نہرو سے دوستانہ مراسم تھے۔ آج یہی دیوبندی لیڈر کبھی بھارت کی تحویل میں ہوتا ہے اور کبھی پاکستان میں اپنے کلائفٹوف برداروں کے ساتھ دیوبندیوں اور وہابیوں کے جلے جلوسوں میں دندا تا پھرتا ہے۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ یہی پردہ جہاد اور دہشت گردی کے درمیان حاصل ہے اور اسلام اور پاکستان کے یہی خواہوں اور دشمنوں میں پہچان کا تقاضا کرتا ہے۔

پاکستان دشمن عناصر کو پہچانئے

یہ عرض کرنے میں مجھے کوئی شک نہیں کہ پاکستان اس وقت تاریخ کے ایک نازک ترین موڑ پر کھڑا ہے اور نئی زندگی کے اس ”پاکستان نمبر“ کی دوبارہ اشاعت ایک بار پھر ہم سب کی توجہ کی مستقاضی ہے کہ تحریک و تحفظ پاکستان کے مخالفوں اور حامیوں میں تفریق کریں اور اس طبقہ کے کردار کو پہچاننے کی کوشش کریں جو آج ظاہر میں تو ہندو و یہود و نصاریٰ کی مخالفت کر رہے ہیں مگر کل یہ ہندو اور انگریز کے وفادار تھے۔ انگریزوں سے وفاداری کا دم تو خیر آج بھی بھرتے ہیں۔ ذرا سے بیمار ہوں تو خدا کو بھول کر دوڑے ہوئے علاج کی خاطر امریکہ اور برطانیہ کا رخ کرتے ہیں۔ جہاد کو خود پر فرض سمجھتے ہیں نہ اپنی آل اولاد پر۔ دینی تعلیم کے لئے دوسروں کو درس دیتے ہیں مگر ان کے اپنے بیٹے اور بیٹیاں انگریزی سکولوں و کالجوں اور امریکہ و برطانیہ کی یونیورسٹیوں میں پڑھتی ہیں۔ کینیل ٹیٹ ورک کو حرام گردانا اور عورتوں کی تصاویر والے بورڈ توڑنا ان کے نزدیک جہاد ہے البتہ ٹیلی ویژن پر وگرا موں میں

بے پردہ خواتین یہاں تک کہ اداکاروں کے ساتھ بیٹھ کر بحث و مباحثہ کرنا اور اپنی سیاست کی دکان چکانے کی خاطر طویل بیانات اور انٹرویو دینا ان کے نزدیک جائز اور اسلام کے عین مطابق ہے۔

مقام صد افسوس ہے کہ پاکستان میں برسرِ اقتدار آنے والا ہر حکمران خواہ فوجی ہو یا سولین، بانگ دہل اس غم کا دعویٰ کرتا ہے کہ وطن عزیز کو اندرونی و بیرونی خطرات سے بچانے کے لئے کسی گروہ سے کسی قسم کی سودے بازی نہیں کرے گا اور ذاتی مفاد پر قومی مفادات کو ترجیح دی جائے گی۔ لیکن عملاً کیا ہوتا رہا ہے؟ یہ صورت حال حتمی ہے نہ اطمینان بخش۔ دو قومی نظریہ کے بدترین مخالف اور گاندھی و نہرو کے چرنوں کی دھول کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے والے ہندو ذہنیت کے کانگریسی لوگ اور ان کی اولادیں سیاست اور بیوروکریسی کے کل پرزے بنی ہوئی ہیں اور ملک کے تقریباً تمام کلیدی عہدوں پر انہی کا تسلط ہے۔ برعکس اس کے وہ لوگ جنہوں نے تحریک پاکستان میں اپنا تین من دھن سب کچھ لٹا دیا۔ ان کے بچے تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بے روزگار اور مفلوک الحال ہیں اور بعض کی بہو بیٹیاں اور بیواؤں گھروں میں برتن مانجھ کر گزارا کر رہی ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں۔ تحریک پاکستان سے متعلق ادارے قائم ہیں نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن بھی بنی ہوئی ہے مگر اس صورتحال کی انہیں بھی خبر نہیں۔ سالانہ جلسے کئے، تقریریں کیں اور تصویریں چھپوائیں، بس اللہ اللہ! خیر صلا

دور جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ایسے اساتذہ کا راج ہے جو علی الاعلان کلاسوں میں کہتے ہیں کہ صرف ایک حقیقت ہے کہ پاکستان ۱۱۳ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا باقی دو قومی نظریہ یا نظریہ پاکستان اور تحریک آزادی سب کچھ جھوٹ ہے۔ اسی طرح وہ قائد اعظم اور تحریک پاکستان میں حصہ لینے والوں کو اہمیتی و بے وقوف اور انگریزوں کے ایجنٹ اور نہ جانے کیا کیا کچھ کہتے ہیں!

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کا موجودہ ڈائریکٹر جسے جنرل ضیاء الحق کے دور میں ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے مرزائی ہونے کی بناء پر نکال دیا گیا تھا اور جو ہر وقت دفتر میں بیٹھ کر گاندھی و نہرو کی تعریف میں رطب اللسان رہتا ہے اور جس نے زندگی میں کبھی بابائے قوم محمد علی جناح کو قائد اعظم تسلیم کیا نہ لکھا، آج بھی متحدہ قومیت کا حامی دو قومی نظریہ کا بدترین مخالف ہے۔ اسے صدر پاکستان جناب پرویز مشرف ہی کے دور میں شریعت کورٹ کا جج بھی بنا دیا گیا۔

اسی طرح اسلام آباد کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی جماعت اسلامی کے بیجا تصرف میں ہے۔ اس لئے اسے ”جماعت اسلامی یونیورسٹی“ کہنا قرآین صواب ہوگا۔ یہاں اردو کا داخلہ ممنوع ہے۔ اس یونیورسٹی کا سربراہ بظاہر ایک عمر رسیدہ مصری پروفیسر ہے لیکن عملاً کنٹرول یونیورسٹی کے ایک وائس پریذیڈنٹ کا ہے اور کڑ دیوبندی اپنے آپ کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کم نہیں سمجھتا۔ ایک عرصہ تک جماعت اسلامی سے اس کی وابستگی رہی اب کبھی فضل الرحمن کے ساتھ تو کبھی مولوی صبیح الحق دیوبندی کے گروپ میں۔ اقرباء پروری اور مسلک پرستی میں اس کا شاید ہی کوئی ثانی ہو۔ اسی کی کوششوں سے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی دیوبندی دوبابائی اساتذہ کا گڑھ بن چکی ہے جو ”من ترا حاجی بگوئم تو مر املا گو“ کے ترجمان ہیں۔ ان کی بقائے باجی کا انحصار صرف اور صرف نظریہ پاکستان کے حامیوں کے معاشی قتل اور ان کی دشمنی پر ہے جنہیں برس ہا برس سے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود

ترقی سے محروم رکھا گیا یا وہ مجبور کر دئے گئے کہ ملازمتوں کو خیر باد کہہ دیں یا طویل رخصت پر چلے جائیں۔ حیرت کی بات ہے کہ یونیورسٹی مذکورہ کے مذکورہ وائس چانسلر پریذیڈنٹ کو جناب پرویز مشرف کی کابینہ میں وفاقی وزارت مذہبی امور کا قلمدان بھی تفویض کر دیا گیا اور کسی نے یہ نہ سوچا کہ مولوی عبدالکیم دیوبندی کے مدرسہ کو ہائی بازار راولپنڈی میں ساتھ روپے ماہوار پانے والا یہ مدرسہ کتنی تیزی سے اور کس طرح گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہوا وزارت کے عہدہ تک جا پہنچا۔

یہ مثالیں شیعہ نمونہ از خروارے نقل کی گئی ہیں اور میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر دیوبندیوں اور وہابیوں کے تسلط کے باوجود جو اس قدر راسخ العقیدہ و بنیاد پرست ہیں کہ انہیں اسلام کے دین انسانیت و امن ہونے کا خیال آتا ہے نہ انہیں پاکستان کی عزت و وقار اور اہل وطن سے محبت و یکجہت کا اگر فوجی صدر جناب پرویز مشرف کا دعویٰ ہے کہ وہ اس ملک خدا داد پاکستان میں مذہبی دہشت گردوں کو کھل کھیلنے کا موقع نہیں دیں گے تو یہ ان کی بھول اور سادگی ہے کیونکہ اصلاح احوال کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کی جائے۔ سچ بولنے والوں کا ساتھ دیا جائے اور جھوٹ بولنے والوں کی توبہ شکنی۔ ویسے بھی قرآن میں جھوٹ بولنے والوں پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ اسلام سچائی کا مذہب ہے اور جھوٹ سے نفرت رکھتا ہے اسی لئے ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ تلقین فرمائی کہ جھوٹ تمام برائیوں کی جڑ ہے جھوٹ مت بولو۔ اس سے دین و دنیا دونوں جاتے رہتے ہیں۔ پس دیوبندیوں اور وہابیوں کے جھوٹ سے آگاہی ہم سب کا باعہوم اور برسر اقتدار طبقے کا بالخصوص فرض ہے اور ایک آسان راستہ ہے ملک کو بچانے کا۔

جب پاکستان دولخت ہوا

یہ ایک لمحہ فکر یہ ہے کہ پاکستان میں جب کبھی سیاسی بحران پیدا ہوتا ہے نظریہ پاکستان کے مخالف تمام عناصر بزرگ سیاستدان نوابزادہ نصر اللہ خان (احرار) کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اس مرتبہ تو مولانا شاہ احمد نورانی نے بھی ان میں شمولیت اختیار کر کے ان اہلسنت علماء و مشائخ کا سرنگوں کر دیا ہے جن کے بڑے ۱۹۲۰ء سے لے کر ۱۹۴۷ء تک آل انڈیا مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کا بھرپور ساتھ دیتے رہے۔ اس سلسلے میں بلاشبہ انہوں نے غیر منظم ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں عظیم الشان کانفرنسوں کا اہتمام کیا جن میں سب سے بڑی کانفرنس آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس منعقدہ ۱۳۰۰ھ پر ۱۹۴۶ء تھی۔ اس کانفرنس میں پانچ مشائخ عظام مسات ذرا علمائے کرام اور دو لاکھ مسلمان شریک ہوئے تھے۔ اس کانفرنس میں اہلسنت علماء و مشائخ کی طرف سے قیام پاکستان کی بھرپور حمایت کی گئی اور عہد کیا گیا تھا کہ سنی علماء اپنے اپنے حلقہ اثر میں پاکستان کو معرض وجود میں لانے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔ یہی وہ زمانہ تھا جب دیوبندیوں اور وہابیوں کی ستانوں نے فیصد اکثریت پاکستان کے قیام کی پروردہ مخالفت کر رہی تھی اور ان کا نعرہ تھا کہ ہم پاکستان کو پلیدستان اور قائد اعظم کو کافر اعظم سمجھتے ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی شاید وہ وقت بھول گئے ہوں مگر مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ جب پاکستان دولخت ہوا تو اس ساتھ عظیم پر یہی احرار دیوبندی وہابی اور مرزائی بہت شاداں و فرحاں تھے۔ ان کے ہاں دیکھیں کپکپ رہی تھیں اور جشن مناتے جا رہے

تھے۔ میں اپنے محسن و مربی جناب حکیم محمد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا۔ حکیم صاحب کے بعض دوسرے دوست بھی موجود تھے اور ہر کسی کی آنکھ سٹوط ڈھاکہ پر اٹھک پارتھی۔ عین اس موقع پر اجرائی کا رکن جانناز مرزا جھومتا ہوا مطب میں داخل ہوا اس کی پانچویں کھلی ہوئی تھیں اور چہرے پر ایک عجیب قسم کی فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ سلام نہ دے آتے ہی بولا: دیکھ لیا حکیم صاحب! ہمارے بزرگوں کا کارنامہ آپ کس پاکستان کی باتیں کرتے رہتے ہیں ذرا سوچئے کہ ہمارے امیر شریعت (عطاء اللہ شاہ بخاری) کی روح کس قدر آج سرور ہوگی؟ کہاں ہے آپ کا پاکستان اور باؤ اب اپنے قائد اعظم کو۔

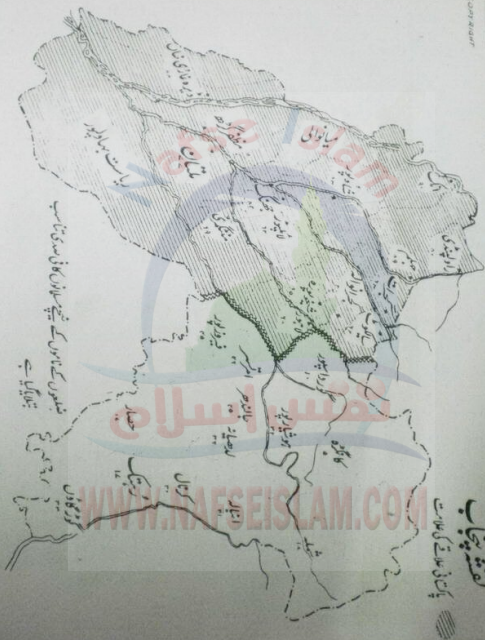
حکیم اہلسنت اس کے الفاظ سن کر خاموش رہے اور منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ ان ہی دنوں ربوہ سے شائع ہونے والے مرزائیوں کے اخبار الفضل نے پاکستان کے دو ٹکڑے ہونے کے متعلق اپنے جھوٹے نبی اور اس کے جھوٹے خلفاء کی پیش گوئیاں چھاپیں اور دیوبندیوں اور وہابیوں کے رسائل میں بھی اس طرح کے مضامین شائع کئے گئے جن میں حسین احمد دیوبندی اور ان کے حواری علماء کے نظریات کو درست ثابت کرنے کی لابی کوششیں کی گئی تھیں۔

نصابی کتب کی خرافات

”وہ وقت اور آج کے شب و روز پاکستان میں جھوٹ کی مذہبی سیاست کے بہاؤ میں کوئی فرق نہیں آیا اور آئے بھی تو کیسے؟“ نصاب کی کتب میں وہابی تحریک اور دیوبندی علماء کے تذکرے بایں انداز شامل چلے آ رہے ہیں کہ پاکستان کا قیام گویا ان ہی کا رہنما منت ہے۔ آل انڈیا سنی کانفرنس اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور تحریک پاکستان میں حصہ لینے والے دیگر سنی علماء کے تفصیلی ذکر سے ہماری نصابی کتب خالی ہیں اور نئی نسل کو یہ باور کرانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی جاتی کہ تحریک پاکستان کے حقیقی پیش رو سید احمد بریلوی یا شاہ اسماعیل ایسے دیوبندی و وہابی مولوی نہیں بلکہ داتا گنج بخش جیسے اولیائے کرام ہیں جنہوں نے برصغیر میں دوقومی نظریے کی بنیاد رکھی۔ قرارداد لاہور کو میثاق مدینہ کے تناظر میں بھی روشناس کرایا نہیں جاتا۔ چنانچہ دوقومی نظریہ کے اصل مبلغین سے نئی نسل کو آگاہی نہیں۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ دینی مدارس ہوں یا سکول کالج اور یونیورسٹیاں وہاں زیادہ تر نظریہ پاکستان کے مخالفوں کا راج ہے اور انہی میں سے بیشتر نصابی کتب کے مرتبین و مولفین دکھائی دیتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند (بھارت) ان کا قبلہ و کعبہ ہے جہاں سے خود ان کے بقول ”علم و ہدایت“ کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اس علم و ہدایت میں جھوٹ کی آمیزش کا تناسب جاننے کے لئے نئی زندگی کے اس پاکستان نمبر کے مضامین کا مطالعہ کیجئے۔ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ دارالغیث کتب خانہ بخاری کی اس اہم دستاویز کو اہل فکر و نظر کے ذوق تسکین کے لئے دوبارہ عکسی صورت میں شائع کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہے۔ یہ سکھانوں اور عوام دونوں کے لئے بیک وقت فائدے کی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور اس ملک پاکستان پر اپنا خصوصی فضل و کرم فرمائے۔ (آمین)

COPYRIGHT



COPYRIGHT

نقشہ بنگال

پاکستانی علاقے کی علامت



ضلعوں کے ناموں کے نیچے مسلوں کو کافی سہولت ملے گی۔

نئی زندگی

خاص (پاکستان) نمبر

ترجمہ: ڈاکٹر سید محمود

فہرست مضامین

پیش لفظ ڈاکٹر سید محمود کتاب اول:-

- (۱) تقسیم کس طریقے پر ہو؟ سید انیس الرحمن ۱
 (۲) پاکستان میں صنت و حرفت کی ترقی کے امکانات " ۱۷
 (۳) پاکستان کی آیات " ۳۲

کتاب دوم:-

- (۱) پاکستان کیا ہے؟ مولانا سید حسین احمد مدنی ۱
 (۲) پاکستان پر ایک نظر مولانا حفص الرحمن سیوہاردی ۲۱
 (۳) پاکستان مولانا سید طفیل احمد منگھوری ۳۷
 (۴) پاکستان کی نفسیات قاضی عبدالغفار ۶۰
 (۵) پاکستان کا نعم البدل سر آر وینر دلال رکن مجلس منتظمہ حکومت ہند ۶۷
 (۶) پاکستان کے خلاف چودہ نکات پروفیسر عبدالحمید خاں فورین کرکچین کالج لاہور ۷۲
 (۷) پاکستان یا ہندوستان کی دائمی غلامی سید علی ظہیر ۷۷
 (۸) تباہ کن نظریے اور جیتے غلامے ہند کا صراطِ مستقیم مولانا محمد میاں ۸۲
 (۹) پاکستان کے متعلق میری رائے ڈاکٹر سید عبداللطیف حیدر آباد ۹۸
 (۱۰) پاکستان برا جتنا ہی نظر ڈاکٹر راجندر پرستاد ۱۰۵
 (۱۱) پاکستان کی مختلف اسکیپس ادارہ ۱۳۷

پیش لفظ

از

مرتب

سر ائیس الرحمن اذہر نئی زندگی نے بن حالات و مشکلات میں اس رسالہ کو اب تک جاری رکھا وہ قابل تالش ہے۔ گذشتہ پانچ چھ سال کے عرصہ میں صرف ایک مضمون "نئی زندگی میں ٹپس سکا" دیگر کھنے واسے حضرات نے بھی اس طرف خاطر خواہ توجہ نہ کی۔ جس سے کھنے کے بعد بھی باوجود ستار و عدول کے اب تک کچھ نہ لکھ سکا۔ گو رسالہ اس چھ سال میں اپنی گذشتہ شان قائم نہ رکھ سکا لیکن پھر بھی حالات کا لحاظ کرتے ہوئے اذہر نے جو کچھ کیا وہ بسا غنیمت تھا۔

قرون وسطیٰ میں ہندو مسلمانوں کے میل جول نے اس ملک میں ایک نئی روح پیدا کر دی تھی۔ علم و عمل کی بجلی از سر نو ہندوستان کے رگ پے میں دوڑ گئی تھی۔ پھر نئی زندگی کی ایک شاندار علامت تیار ہو گئی تھی جسکی یادگار وہ آج بھی دلاتا ہے! موت کی سماجی زندگی باوجود مذہبی اختلاف کے ایسے انسان پیدا کرتی ہیں پر ہندو مسلم دونوں کو یکساں طور پر فخر ہوا کرتا۔ آج بھی اس سماجی زندگی کی دھندلی نشانیاں کہیں کہیں باقی ہیں۔ مسلمان اور ہندوؤں نے ایک دوسرے کو جس فیاضی اور دریاوئی سے اپنا سب کچھ سونپ دیا تھا اُس پر آج ہم نہ مہر متعجب ہیں بلکہ ہم میں سے اکثروں کو اس کا یقین بھی نہیں آتا۔ ہم سماجی زندگی میں ایک دوسرے سے مثل شہر و شکر کے ٹھٹھ ل گئے تھے۔ رسالہ "نئی زندگی" اسی وقت کی یاد تازہ کرنے کے لئے وجود میں آیا تھا تاکہ جو بولے ہوئے تاریخی واقعات کو جواب دیتے کسمانی معلوم ہوتے ہیں مختلف پیرایہ میں پیش کر کے بتلایا اور جھلایا جائے کہ ایسی شاندار کچھول اور سماجی زندگی جس نے تمام ملک کو ایک نئے سانچہ میں فعال دیا تھا کشت و خون اور مندر دھن کی بنیادوں پر قائم نہیں کی جاسکتی تھی۔ قومی وحدت بلکہ یہاں تک کہ خود ملک کی وحدت کا خیال مسلمانوں کا پیدا کردہ ہے اور انھوں نے بڑی مددگ اس میں کامیابی بھی حاصل کر لی تھی۔ آج ہم اپنے اس اہم با نشان کار نامہ پر فخر کرنے کے بجائے اس کو شام آجی اپنا فرض سمجھنے لگے ہیں۔ نئی زندگی نے بہت تھوڑی حد تک اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کی ہے ابھی اسکو بہت کچھ کرنا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس رسالے اپنا ایک قطعہ اثر ملک میں پیدا کر لیا ہے جو اس کے مقصد سے نہ صرف دلچسپی رکھتا ہے بلکہ اس مقصد کی کامیابی کا حامی ہے۔

سر ائیس الرحمن نے خاص (پاکستان) منبر نکالنے کا فیصلہ کیا اور اخباروں میں اعلان بھی کر دیا۔ یہ کام کچھ آسان نہ تھا۔ مختلف الخیال

حضرات سے اتنی کم مدت میں مضامین کھسکانا بہت دشوار امر تھا۔ پھر کاغذ بننے کی دشواریاں طویلہ تھیں۔ انھوں نے میرا نام اس نمبر کے آپیش اذہر کی حیثیت سے منبر پر ہی اعلان و اجازت کے چھاپ دیا۔ مجھے اس کی بیخبرت ویرانی ملی! موت انکار بیکار تھا۔ میں اس کا اہل نہ تھا اور نہ مجھے فرصت تھی۔ میں اُن کے اصرار پر ہر مختصر نوٹ دلی میں لکھ رہا ہوں۔ نئی زندگی نے مضامین دیکھے ہیں اور نہ انکو پڑھا ہے اسلئے اُنکے متعلق کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اساتذہ

کو چکا کر ڈالتے ہیں۔ تاہم اسلامی تعلیم و تربیت نے پاکستان کے ہر پہلو پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ ایسے حضرات کا نام ہی اس امر کی ضمانت ہے کہ یہ مضامین ڈیڑھ پانچ کے ہوں گے اور ناظرین انکو پڑھ کر نہ صرف غلط فہمیوں سے پرہیز حاصل کریں گے۔ یہی وہی غلط فہمی تھی کہ یہ نیک پرندہ نہ ہو بلکہ مختلف خیال حضرات کے مضامین شائع ہوں تاکہ ناظرین کو دونوں خیالات پڑھ کر سامنے قائم کرنے کا موقع ملے۔ اور یہ خبر پاکستان پر ایک سیمینار (Symposium) کا کام دے۔ ملک کی تمام سیاسی جماعتوں میں چھپنے لکھنے کا شغف اور شوق کیونٹوں کو سب سے زیادہ ہے اور مسلم لیگیوں کو سب سے کم۔ کسی سنگٹی نوعیت پر ملی حیثیت سے اس کے ہر پہلو پر بحث کرنا اس مسئلہ کو سمجھنے میں بہت زیادہ مدد و معاون ہوتا ہے۔ پاکستان کے مایوں میں میں نے صرف کیونٹوں کو جذباتی حیثیت پر چڑھ کر علمی و انقلابی حیثیت سے بحث کرتے دیکھا وہ عام طور پر ہمارے محترم لیگی بھائیوں کی گفتگو یا بحث کا خلاصہ صرف یہ ہوا کرتا ہے:۔

”ہندو مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ ان کا ہر کام مسلمانوں کے ساتھ بہت بُرا ہے۔ ان کا ارادہ ہندو راج قائم کرنے کا ہے۔ اسلئے پاکستان ہونا از بس ضروری ہے۔ ہمارے محترم بھائی اپنے جذبات کی رو میں یہ قبول جاتے ہیں کہ ان تمام اعتراضات کو مان لینے کے بعد بھی وہ پاکستان کی ضرورت ثابت نہ کر سکے اور نہ پاکستان ان ٹھکانا یاات کا صل ہو سکتا ہے۔

دوسری طرف پاکستان کے بعض مخالف حضرات اس کے مایوں کو آزادی کا دشمن بتا کر اپنا دل شہنشاہ کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ طریقہ الزام صحیح ہونے پر بھی موثر نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے اور زیادہ ضد بنتی ہے۔ اس وقت کم از آزادی کے بعد پاکستان ملک کا سب سے بڑا مسئلہ اسلئے اس پر غور کرنے کے لئے بحث ہونی چاہئے۔ اور اسکے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالنی چاہئے۔

برہمنی سے مسلمانوں کا ایک مقدمہ ہر گزہ پاکستان کو ”اسلامی حکومت“ کا مرادف سمجھتا ہے۔ اس نے مسلمان اسکی مخالفت کرتا ہے وہ ان کے خیال میں اسلام دشمنی کرتا ہے۔

میں نے بعض کیونٹ احباب کو اس مباحثہ میں حصہ لینے کے لئے لکھا مگر انھوں نے میری درخواست پر کوئی توجہ نہ کی۔ سراسر انیس الزم کا بیان ہے کہ انھوں نے مسلم لیگ کے بعض سربراہان و حضرات سے اسکی درخواست کی مگر ان کو کوئی جواب نہ ملا۔ اگر پاکستان کی حمایت کے مضامین نہیں آئے ہیں تو انھیں ہے کہ اس بزرگی حیثیت پر ہونے کی باقی نہیں رہی اور اس طرح پاکستان بھرا ہوا رہ گیا۔ میں خود اس وقت میں پاکستان کے مسئلہ پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ اتنا ضرور کہوں گا کہ جس دن دماغی طور پر پاکستان کو مسلمانوں کے لئے مفید سمجھ لوں گا ماسی وقت سے نہ صرف پاکستانی ہواؤں کا بلکہ اس کے ماسل کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا اور کسی قربانی سے بھی مدد نہ کر دوں گا۔

ہمارے محترم لیگی بھائی اپنے ”اسلامی جذبات“ کی رو میں ہر اُس سلمان پر جو پاکستان کا دم نہ بھرتا جو اسلام دشمنی بلکہ کم از بھی قوی ماسل کر دیتے ہیں۔ اس طرح مسلم لیگ کا ہر ممبر مفتی اعظم سے رتبہ میں کم نہیں۔ جمعیۃ العلماء کے لوگ بلکہ ابوالکلام آزاد، مہدی مفسر قرآن اور مفتی اسلام جی بھی دریک ترین الزامات و ہندو پرستی کے جرم سے نزع ہو سکی۔

میں اپنے محترم مسلم لیگ مرادوں سے نہایت ادب سے عرض کرنے کی ہمت کروں گا کہ حضرات جمعیۃ العلماء اور بہت سے غیر لیگی مسلمان نہ صرف

ملک دینی بلکہ اپنی اسلام دوستی کا بہت سوتوں پر کافی دھانی ثبوت دے چکے ہیں اور ہمارے بھائیوں کو ابھی اسلام دوستی میں ایک کہ خود پاکستان دوستی کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں ان کے لئے کچھ بہت زیادہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ملک کے اور اسلام کے آرموہ کا رجاں مندوں پر دھڑلے ہوں اور انکی ایماندارانہ رائے کو ”اسلام دشمنی“ سے تعبیر کریں۔

مجھے اپنے سہیلی بھائیوں کی دلسے سے چاہے کتنا ہی اختلاف ہو لیکن اُن کے جذبات کی قدر کرتا ہوں اور بہت مددگار کے جذبات کے دعوہ و اسباب بھی سمجھتا ہوں لیکن اس کا علاج پاکستان نہیں سمجھتا۔ آج سے دس بیس برس پہلے مسلمان عام طور پر مسٹر کے کچھل اور ساتھی زندگی (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) کے رفتہ رفتہ معذور ہونے پر افسوس کرتے بلکہ اس پر پُر زور احتجاج بند کیا کرتے۔ اُن کے مطالبات میں سب ادنیٰ اور بڑی جگہ اسی طرح کی شکایات کا ہوا کرتا۔ جسے جتنے یہ شکایات یہاں تک بڑھیں کہ انھوں نے تعلیمی اور تعلیمی نے مایوسی سے پاکستان کی شکل اختیار کر لی۔ آج بھی اگر ان شکایات کی اصلی غرض و غایت سمجھے کی ہمارے ہندو بھائی کو ششش کریں تو میں بنا غلیظ سمجھوگا اور آئندہ کے لئے کوئی نہ کوئی امید افزا صورت نکل آنا نامکن نہیں۔

پاکستان پر بحث کرنا آسان نہیں ہے اسلئے کہ آج تک یہ معلوم ہی نہ ہو سکا کہ پاکستان سے مفہوم کیا ہے۔

سڑھیناے ڈوئی درکر (لندن) کے انٹرویو میں گزشتہ سال پاکستان کو موجودہ طرز کی جمہوری حکومت سے جوہر کیا ہے۔ میں ہر مذہب و ملت کا آدمی برابر کا شریک ہو گا اور مذہب کی بنا پر کسی کوئی امتیاز نہ ہو گا۔ اگر پاکستان کا یہ مفہوم ہے تو پھر اسلامی حکومت کا نام کیل یا جاتا ہے اور اس مفہوم سے پنجاب کی یونینٹ پارٹی کے مفہوم سے اصولاً کیا فرق ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت دونوں حالتوں میں باقی رہتی ہے۔ ہاں اہل مشرک کی مخالفت کا سوال باقی رہ جاتا ہے۔ وہ بھی فی مصرعہ (Residual Powers) اختیارات صوبوں کو دینے سے رائے نام ہی رہ جاتا ہے۔ اس بات نام مخالفت کے شہکار انا لہ بھی مشرک مسلمانوں کی بہت کافی دشمنی ثابت کرنے کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے۔ جس سے اقلیت کے صوبوں میں بھی مسلمانوں کو خاطر خواہ فائدہ پہنچ سکتا ہے اور ایسی حالت میں وہ صرف ہندوؤں کے دم و دم کے بھر دوسرے نہ رہیں گے۔ پاکستان ہونے پر اسکی اقتصادی و دیگر کمزوریوں کے باعث ایک طاقتور بیرونی حکومت کی ہمیشہ ضرورت باقی رہی ورنہ پورے پاکستان مضبوط ہندوستان کے دستبرد سے بچ نہ سکے گا۔ ہندوستان اقتصادی حیثیت سے آنا مضبوط ہو گا کہ ناراد پاکستان اس کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکے گا جب تک کہ ایک مضبوط بیرونی طاقت پاکستان کے سر پر اسکی حمایت کے لئے ہر وقت تیار نہ ہو جس کے صاف اور کھلے معنی یہ ہیں کہ انگریز ہمیشہ پاکستان کی امداد کے نام پر ملک کے دونوں حصوں پر مسلط رہیں جیسا کہ آج بھی وہ اپنے طلیعت دیکھ رہے ہیں۔ مخالفت کے نام پر ہندوستان چھٹنے پر جمہوری ظاہر کرتے ہیں۔ ہندوؤں کی پاکستان سے مخالفت کا اصل راز یہ ہے ورنہ ہندو سمجھا بخوشی پاکستان مسلمانوں کے نذر کردیتی اور کچھ عرصہ بعد اس پر بھی قبضہ کر لینے کا منصوبہ رکھتی۔

عام طور پر مسلمانوں میں سمجھا جاتا ہے کہ اگر پاکستان مسلمانوں کے لئے مفید ہے نہ ہوتی تو ہندو اس شد و مد کے ساتھ اسکی مخالفت کیوں کرتے۔ انکی مخالفت کی وجہ وہی ہے جو ابھی اوپر بیان کی گئی ہے ورنہ وہ پاکستان کی ہرگز مخالفت نہ کرتے۔

بکھو عرصہ ہوا "نیز کریکس" لندن کے نمائندے ایک انٹرویو میں سڑھیناے نے فرمایا تھا کہ وہ انگریزوں کو پاکستان ملنے کے بعد بھی افسوس تک ہندوستان سے چلنے نہ دیں گے جب تک مسلمان مضبوط نہ ہوجائیں۔ اس بیان کے بعد یہ امید کرنا کہ ہندو بخوشی پاکستان کی اسکیم منظور کریں گے ہیجاننا نفعات ہے۔ ہندو تو درکنار خود مسلمان عوام اس دائمی غلامی کو پاکستان پر ترجیح نہ دیں گے۔ یہاں ایک سوال اور پیدا ہونا ہے کہ کس آزادی اور پاکستان کا دنیا و دنیا انگریزوں کے ہاتھ میں ہے۔ ہندوؤں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ہندو اور وہ مسلمان جو آزادی کے دعوہ دہ ہیں کس آزادی حاصل کرنے کے لئے انگریزوں سے ہار چکے ہیں اور آج بھی لڑ رہے ہیں۔ اسی طرح پاکستان کے لئے ہمارے بھائی برادران انگریزوں سے جنگ کیوں نہیں کرتے۔ ہندوؤں سے روٹنے سے کیا فائدہ؟ انگریزوں کی حکومت نے نہایت دانشمندانہ طور پر ہمارے کارٹھ اپنی طرف سے

ہٹا کر ہیں ہی میں ایک دوسرے کے خلاف پھیر دیا ہے۔

سرساڑے سے لیکر اس وقت تک جتنے واقعات غور پذیر ہوئے ہیں جب انکی صحیح اور کس نامتخ نکلیں جاسے گی تو دنیا کو معلوم ہوگا کہ سرسراڑے نے کتنے اپنے اور شہرے سوانح اقدے کھوئے ہیں۔ اُن انگوٹوں میں نہیں ہوں جو کاگرس کو محصور سمجھتے ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ کاگرس نے بھی اس بارہ میں غلطیاں کی ہیں لیکن یہاں سوال یہ ہے کہ سرسراڑے نے بعض بہترین سوانح کیوں کھوئے؟ یہاں پر میں صرف آخری دفتر کا ذکر کروں گا۔ چونکہ اس میں سیر بھی بڑا قصہ تھا۔ اسلئے میں شروع سے آخر تک اس سے خوب واقف ہوں۔ نوبر سلسلہ سے جو تعلق ہو گیا ہے زیادہ رکھا ہی جسے ساتھ رہا میں نے جس درجہ انکو ہندو مسلم مخالفت کے لئے بے قرار اور مضطرب پایا اُس کا میرے دل پر بہت اثر ہوا گا۔ جناح گفتگو کی ناکامی کے بعد بھی وہ مایوس نہ تھے اور ہر ممکن کوشش کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے بار بار اصرار کیا کہ میں سرسراڑے سے مل کر گفتگو کروں۔ مگر میں جانتا تھا کہ سرسراڑے مجھے مناہر گز بند نہ کریں گے اسلئے انکار کرتا رہا۔ وہ ہمیشہ کہتے تھے کہ سرسراڑے ایک شریف اور ایماندار شخص ہیں وہ تم سے ضرور میلے۔ لیکن میں راضی نہ ہوا۔ ہر حال جو کوششیں اس زمانہ میں ہوئیں اُن کے اظہار کا یہ موقع نہیں ہے۔ اس وقت صرف اتنا کہنے پر اکتفا کروں گا کہ ایک وقت میں تو بھولا بھائی۔ یاقوت علی فاروق یا غازی خواجہ یاقوت (اسے میں نام سے بھی جانتے یا دیکھتے) سرسراڑے اور خواجہ یاقوت علی صاحب نے انکار کیا اور پھر وہی چیز (یعنی کاگرس) لیکر پیرنڈو (Pirandello) خد میں غلب کرتے رہے۔ اگر وہ بیزار بھی تھے تو پہلے اُس سے انکار کیوں ہوا اور اگر بُری تھی تو پھر خد میں اسکی ہانگ کیوں ہوئی اور اس پر زردیوں دیا گیا۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ اس شہرے موقع کو کھو کر سرسراڑے نے بعد کو بہت دیر میں اپنی غلطی محسوس کی مگر موقع ہاتھ سے جا چکا تھا۔ اس کے بعد سے میں بالکل مایوس ہو گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ سرسراڑے کوئی سمجھوتہ نہیں چاہتے۔ وہ انگریزوں سے ہی کوئی بے سنی شے حاصل کرنا چاہتے ہیں جس کا نام چاہے پاکستان ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ مسلمانوں کے درد کا علاج نہو گی اور اُس کے ساتھ ہی ساتھ ملک کی آزادی کو شدید نقصان پہونچائے گی۔

کیونں اداروں کے وقت میں بھی سرسراڑے نے بار بار یہ کہا تھا کہ اس کے حاصل ہو جانے کے بعد مسلمان مضبوط ہو جائیں گے اور پھر انکو اکثریت کوئی خوف نہ رہے گا۔ کیونں اداروں کو ملائین وقت و تجربے سے ثابت کیا کہ وہ نہ تو مسلمانوں کے درد کا علاج تھا اور نہ ہی نہ انکی مخالفت اکثریت کے پیچھے بھونے مخالف سے کر سکتا تھا۔ اسی طرح سرسراڑے کا بتایا ہوا پاکستانی علاج بھی نہ صرف بیکار ثابت ہوگا بلکہ مسلمانوں کے لئے زہر لال کا کام دیکھ پاکستان حاصل ہونے پر ہندوستان میں تو ہندو راج کا ٹھکانہ دھبہ قائم ہو جائے گا۔ لیکن پنجاب و گجرات میں مسلم راج کسی طرح بھی نہ ہوگا۔ اسلئے کہ ۷ فیصدی اور ۱۴ فیصدی اقلیت میں اور ۴۷ فیصدی اقلیت میں بڑا فرق ہے۔ موزوں لکڑ کو اقلیت نہیں کہا جاسکتا اور اول الذکر صوبوں میں اقلیت ہے۔

ہمارے درد کا علاج ہماری غربت کو فوری طور پر دور کرنا ہے اور وہ بغیر آزادی اور آپس میں بھائی چارہ اور مخالفت کے دور میں ہو سکتی۔ ہمارے شوٹل سسٹم اور کچھ کچھ بنیادیں اتنی بے ایدار اور اتنی مضبوط ہیں کہ انکو کوئی طاقت مٹا نہیں سکتی۔ ہمارے شوٹل سسٹم کے متعلق انگلستان کے مشہور فلاسفر اور ادیب برنڈٹ شاٹے چند برس پہلے کہا تھا کہ ”سو دور میں میں یورپ مجھ کو کہہ گا کہ اسلامی شوٹل سسٹم کو اختیار کرے اور اُس کی نجات ہی اسی میں ہے۔ مسلمان دنیا میں اپنے شوٹل سسٹم اور اپنے قانون و فیرو کا بٹھنے ہے پھر ایک منہج مشکلات کے لیے کہہ کر جاگ سکتا ہے۔ ہم مشکلات اور آفات کا مقابلہ کرنا ہے اپنی مخالفت و ترقی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمارے ملکی بھائی ان مشکلات سے بھاگ کر مسلمانوں کو

ایک آہنی دیوار میں بند کرنے کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اُن کے طریقہ عمل کو ناپسند کرتے ہیں لیکن اُن کو اپنا گوشت پرست سمجھتے ہیں۔ مگر ہمارے ریل بھائی ہمارے ساتھ اسلامی رواداری کا برتاؤ نہیں کرتے۔ ایکشن میں آج جو ہر ہے اور اس سے قوم کے اخلاق و عادات پر بے پناہ اثر پڑ رہا ہے وہ ہم سب کے لئے اشد تکلیف دہ ہے۔

آج ہم مذہبی جذبے سے ماری ہو رہے ہیں۔ ہم فلسطین، ایران، انڈونیشیا و دیگر اسلامی ممالک کے حالات سے بھی سنا نہیں سمجھتے۔ یہ حالات کہاں تک ہمارے لئے دل خوش کن ہیں اس پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے۔ یہاں پاکستان کے حصول کی کوشش میں کہیں جہادی قوم اپنے ذمہ اخلاق و اطوار کو بھی نہ کھو بیٹھے۔

مسلمانوں کا خطرناک طریقہ پر چڑھنا ہوا ان فلاس اُن کا سب سے بڑا دقت کا مسئلہ ہے۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہندو سربراہ دارا کوکب چننے دیں گے۔ جواب یہ ہے کہ جب آزادی حاصل ہونے پر سوشلٹ عرزی حکومت قائم ہوگی جس میں ہر آدمی کے دینی کپڑے کی ذمہ داری اسٹیٹ پر ہوگی۔ معترض پھر کہتا ہے کہ ہندوستان کی موجودہ حالت میں جبکہ سربراہ دار اس درجہ مضبوط اور منظم ہیں کہ مارٹن لوتھر کنگ جیسے بعضہ اقتدار میں ہے۔ تقریباً سب ٹیلٹ ادارے اُن ہی کے سربراہ سے چل رہے ہیں پھر آزادی کے بعد بھی ایک عرصہ دراز تک وہی سب کچھ ہوں گے۔ اُن سے رستے رستے بھی سوچیں سال گزر جائیں گے اس عرصہ میں غفلت مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا۔ اُن کے افلاس دور کرنے کی کیا تدبیریں ہیں؟ اس سوال کا جواب میں نہیں دے سکتا۔ اس کا جواب ہمارے ذمہ دار مقتدر رہنما شہید جواہر لال نہرو اور مہاتما گاندھی اور سردار پٹیل ہی دے سکتے ہیں۔ مگر میں یہ ضرور جانتا ہوں کہ پاکستان قائم ہونے پر اقلیت کے صوبوں کے ڈھائی تین کروڑ مسلمان تو بے موت کی موت مر جائیں گے اور پاکستان کے مسلمان خوش حال نہ بن سکیں گے اسلئے کہ صنعت و حرفت کی ترقی کے ذرائع مشرق و مغرب پاکستانی علاقوں میں بہت کم ہیں۔ اسلئے ہم کو ہندوستان کی آزادی کے لئے کوشش کرنا چاہئے اور ہندوؤں کے خوف کو دل سے دور کرنا چاہئے۔ ہندو ہم مسلمانوں کو چڑپ کر سکتے ہیں اور نہ ہر چ کر کے کے بعد منہم کر سکتے ہیں۔ ہمارے خوف ہلکی تاریکی و مذہبی روایات کے خلاف ہے۔ ملک کو آزاد کرنا مسلمانوں کا دیا ہی فرض ہے جیسا ہندوؤں کا آزادی آسانی سے میں مل سکتی۔ اسلئے بڑی بڑی قربانیاں کرنی ہوتی ہیں اور صائب جیلے جیتے ہیں۔ اسلئے بعد مسلمانوں کو تو دنیا میں خدا کا پیغام "انسانی اخوت" کا بھی صوفیوں پوچھا دینا ہے بلکہ اس کو عملی جامہ پہنانا ہے اسلئے ہی اُنکے لئے ضروری ہے کہ پاکستان کے تنگ دائرے سے نکل کر اپنے لئے وسیع میدان پیدا کریں۔ اسلئے کہ اب جو مسلمانوں کو کرنا ہے۔ اگر ہم دنیا میں بحیثیت قوم کے عزت کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو اپنی تن آسانیاں چھوڑنی ہوں گی اور جدوجہد کرنی ہوگی۔

ہاں مشو نو مید چوں واقف نہ راز سر غیب	باشد اندر پردہ بازی ہائے پنہاں غم مخور
ہر کہ سرگرداں بہ عالم گشت و غمخواری نہ یافتم	آخرا الامراد بہ غمخواری رسد ہاں غم مخور
در بیاباں گر بہ شوق کعبہ خواہی زدم قدم	سرزنش ہاں گر کند خار میسلاں غم مخور
گرچہ منزل بس خطرناک است و مقصد نا پدید	پسے را ہے نیست کو را نیست پایاں غم مخور

سید محمود

کتابِ اوّل

پاکستان حل نہیں ہے

از — انیس الرحمن

نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

پہلا باب
تقسیم کس طرح ہو
دوسرا باب

پاکستان میں مسنّت و حرفت کی ترقی کے امکانات
تیسرا باب
پاکستان کی مالیات

از خواب گراں خیز

فریاد ز افرنک و دل آویزی افرنک
فریاد ز شیرینی و پرویزی افرنک
عالم بچہ ویرانہ ز چنگیزی افرنک

مبارحم! باز بہ تعمیر جہاں خیز

از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں خیز

از خواب گراں خیز

اقتباس WWW.NAFSEISLAM.COM

پہلا باب

تقسیم کس طریقے پر ہو

از سید انیس الرحمن

ہندوستان کی تقسیم کے مطالبے کے ساتھ ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تقسیم کا اصول اور طریقہ کیا ہو۔ ظاہر ہے کہ ہندوستان میں صوبوں اور کنٹریوں کی جو تقسیم ہے، وہ یعنی فرقہ وارانہ بنیادوں پر نہیں۔ اور نہ کسی دوسری تمدنی بنیاد، مثلاً زبان وغیرہ کے اصول ہی پر ہے اس کی بنیاد محض برطانوی حکومت کی انتظامی سہولتوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ مثلاً مدراس کے صوبے میں چار زبانیں بولنے والے خطے آباد ہیں، یعنی تامل، تملو، میلام، اور کنٹری، اسی طرح صوبہ بمبئی میں گجراتی، مراٹھی اور کنٹری تین مختلف زبانیں بولنے والی قومیں شامل ہیں۔ حال تک صوبہ سندھ بھی بمبئی میں شامل تھا۔ لیکن ۱۹۳۵ء کے ایکٹ میں اس صوبے کی علیحدگی کے بعد بمبئی کے صوبے سے ایک زبان (سندھی) کی کمی ہوگئی۔ صوبہ سندھ دو حصوں پر شتمل ہے۔ جن میں ایک کی زبان ہندی اور دوسرے کی مرٹھی ہے۔ صوبہ آسام میں بنگلہ زبان بولنے والی ۴۵ فی صدی آبادیاں شامل ہیں۔ اور بقیہ ۵۵ فی صدی آسامی یا دوسری زبانیں بولتی ہیں، اسی طرح بہار میں چھوٹا ناچپہ شامل ہے جس کی نہ صرف زبان بلکہ سارا تمدن بہاریوں سے مختلف ہے۔ بہت حال تک بہار اور آڑیسہ دونوں صوبے بنگال کا جز تھے اور بنگال کی سرحدیں ایک طرف سندھ اور دوسری طرف بنارس تک پہنچ جاتی تھیں فی الحقیقت یہ بہت بڑا علم ہے کہ مرٹھی زبان بولنے والے ایک تنہا خطہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس کے کچھ حصے بمبئی میں، کچھ سی پل میں اور کچھ حیدرآباد اسٹیت میں شامل کر دئے جائیں۔ اسی طرح بنگلہ بولنے والے علاقہ میں سے کچھ اضلاع آسام، کچھ آڑیسہ اور کچھ صوبہ بہار چھٹے لے بھی حال کنٹری کا ہے کہ وہ بالترتیب تین صوبوں کی زبان ہے، یعنی بمبئی، مدراس اور ریاست حیدرآباد۔ کوئی انسانیت پرورد قوی حکومت ایک شے بھی اس نوعی محسوس کو برداشت نہیں کر سکتی اور آج نہیں تو کہ ہندوستان کے صوبوں کی جدید تقسیم سانی اور تمدنی اعتبار سے کرنی ہی پڑیگی مخلوق کے عہدیں بھی یہ تقسیم تھی۔ یوپی میں تین صوبے تھے۔ اگرہ، اودھ، اور یہاں تک کہ جون پور بھی ایک علیحدہ صوبہ تھا۔ اس تقسیم کی بنیاد ایک بڑی حد تک سانی تھی۔ مثلاً گجرات، مہاراشٹر، مالدوہ اور غاندیش و راجپوتانہ، کرناٹک وغیرہ لیکن انگریزی عد حکومت میں ان

صوبوں کو توڑ توڑ کر بڑے بڑے صوبے بنائے گئے اور اکثر دو دو تین تین صوبوں کو ملا کر ایک صوبہ قرار دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر صوبہ ایک چوں چوں کا مربع بن گیا ہے۔

برحال مسلم لیگ نے آج تک صحت مور پر یہ نہ بتلایا کہ تقسیم کا اصول کیا ہوگا۔ اور وہ کن کن صوبوں یا ضلعوں کو پاکستان میں شامل کریں گے اور کن کن مقامات کو پاکستان سے خارج کریں گے۔ اس سلسلہ میں مسلم لیگ کی لاہور کی تجویز (۳۰ مارچ ۱۹۴۷ء) ہے جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ تجاویز جغرافیائی ضلعوں کو ضروری قطع و برید کے بعد اس طرح مرتب کیا جائے کہ جس جس جگہ مسلمانوں کی اکثریت ہو، جیسے شمالی وسطی اور جنوبی علاقے۔ انھیں ملا کر آزاد ریاستیں بنائی جائیں اور یہ ریاستیں خود مختار نہ اور ملا کر اختیارات کی مالک ہوں۔ بہت ہی سہم ہے اور اس تجویز میں صوبوں کا ذکر نہیں ہے اور اس کے ہی سنی ہوئے ہیں کہ اس ملک میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی آبادیوں کی چھان بین کے بعد جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں ہوں گے انھیں پاکستان بنے گا۔ لیکن حال میں (۸ نومبر ۱۹۴۷ء) سر محمد علی جناح نے پاکستان کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جغرافیائی حیثیت سے پاکستان جن صوبوں پر مشتمل ہوگا وہ یہ ہیں۔ ۱۔ ہریانہ، ۲۔ صوبہ سرحد، ۳۔ سارہ پنجاب، ۴۔ سارہ بنگال، ۵۔ آسام کا صوبہ۔ غرضیکہ مسلم لیگ کی لاہور کی تجویز اور سر محمد علی جناح کے بیان میں سخت تضاد ہے۔

برحال قائدین مسلم لیگ کی روئیے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ صوبوں کی موجودہ تقسیم ہی کی بنیاد پر پاکستان مانگتے ہیں، اور اس میں کسی رد و بدلہ اور کٹ چھانٹ کو گوارا نہیں کر سکتے۔ برحال اگر کوئی دیر کے لئے ہم مسلم لیگ کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیں تو اس میں دیکھنا ہے کہ ایک ایسے پاکستان کی شکل صورت کیا ہوگی۔ جس میں ہندوؤں کے بڑے بڑے علاقے اور یہاں تک کہ صوبے شامل ہوں۔

تقسیم کا پہلا طریقہ

برحال اگر مسلم لیگ کے مطالبے کے مطابق اسی اصول کے مطابق تقسیم ہو تو ایسے پاکستان میں ہندو اور مسلمانوں کا تناسب مبالغہ آور ہوگا۔

صوبہ	مسلمان	ہندو	سکھ
(۱) بنگال	۳۳,۰۰,۵۰۰	۹۲۳,۵۰۰	۲۵,۰۰,۰۰۰
(۲) پنجاب	۱۶,۲۱,۶۰۰	۲۳,۶۰۰	۵۵,۰۰,۰۰۰
(۳) صوبہ سرحد	۲,۶۸,۰۰۰	۲۲,۰۰۰	۱۸,۰۰,۰۰۰
(۴) سندھ	۳,۲۰,۰۰۰	۳۲,۰۰۰	۵۶,۰۰,۰۰۰
(۵) ہریانہ	۳۳,۹۰۰	۳,۰۰,۰۰۰	۳۰۰,۰۰۰

میزان ۵۵,۶۵,۰۰۰ ۳۳,۶۵,۰۰۰ ۳۱ لاکھ

غرضیکہ پاکستان میں تقریباً ساڑھے پانچ کروڑ تو مسلمان ہوں گے اور تقریباً چار کروڑ اکھنڈ پنجاب اور صوبہ سرحد کے ۳۱ لاکھ سکھوں کو بھی ہندوؤں کی تعداد میں شامل کر لینا چاہیے۔ غیر مسلم ظاہر ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں کی اتنی بڑی تعداد کو لے کر جو مسلمانوں سے علم، دولت و غروب میں آگے ہیں پاکستان کس طرح بنایا جا سکتا ہے جو مسلمانوں سے تقریباً سادیت کا درجہ رکھتے ہیں، ہندوؤں کی اس بڑی تعداد کو موجودہ

میں پاکستان کی حکومت کبھی ہی استعمار اور تسلیم حکومت نہ بن سکے گی، اور اسے ہمیشہ خطر لاحق رہے گا۔ علاوہ انہیں یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ ساڑھے پانچ کروڑ مسلم قوم کا تو اس قدر حق تسلیم کر لیا جائے کہ وہ ہندوستان سے علیحدہ ہو کر اپنی حکومت بنالیں، لیکن ان چار کروڑ ہندوؤں اور سکھوں سے یہ پوچھنے کی بھی ضرورت گوارا نہ کی جائے کہ وہ پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ لہذا اگر عقلیت کو راہ دی جائے گی تو یہی طریق اختیار کرنا پڑے گا کہ جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں وہی علاقے پاکستان میں شامل کئے جائیں اور جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہو اسے اس علاقے سے الگ کر دیا جائے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر اب مسلم لیگ ایک ایسا پاکستان بنانے پر مصرح ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ ہندو شامل ہوں۔ پاکستان تو مسلمانوں کا ہے گا، اور مسلمانوں کی کا تو ملی وطن (HOMELAND) ہوگا پھر اس امر پر اصرار کیوں ہے کہ اس میں چار کروڑ ہندو اور سکھ بھی شامل ہوں۔

تقسیم کا دوسرا طریقہ

برکین اگر یہ تقسیم، ہٹ دھرمی اور زبردستی سے نہیں بلکہ کسی عقلیت کی بنا پر ہوگی تو اس کا ایک ہی اصول ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ ہندوستان کے جن مقامات پر مسلمانوں کی اکثریت ہو عزت دہی مقامات پاکستان میں شامل کر دیئے جائیں۔ اس سلسلہ میں بہتر صورت یہی ہوگی کہ ہم مختلف اضلاع کوئے کران کی آبادیوں کی چھان بین کریں، (کیونکہ ضلع کی تقسیم سے نیچے اور تحصیل یا گاؤں کی حد تک جانا ناممکن ہوگا) اور جن اضلاع میں مسلمانوں کی ۵۱ فی صدی آبادی ہو اسے پاکستان میں شامل کر دیں اور جو اضلاع اس سے کم مسلم آبادی رکھتے ہوں، انہیں پاکستانی حدود سے خارج کر دیں۔ عزت اسی اصول اور طریقہ کار سے ہم کسی نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ سبب مسلم لیگ اس طریقہ سے کہ ضلعوں کی تقسیم بہت ہو بلکہ صوبوں کی تقسیم ہو جیسا کہ اوپر تشبیہ کی گئی، لیکن انہوں نے یہ کہہ دیا کہ اسے اس دعوے پر بھی قائم نہ رہے اور آسام جیسے غیر مسلم صوبے کو پاکستان میں شامل کر لیا جائے ۶۶ فی صدی غیر مسلم آبادی اور عزت ۳۳ فی صدی مسلمان آبادی ہیں۔

بہر حال آئے اب ہم ۵۱ فی صدی کی بنا پر مختلف صوبوں کی چھان بین کریں۔

ہندوستان کی مجموعی آبادی (۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے مطابق) ۳۸۸,۹۹۵,۹۵۵

(اڑتیس کروڑ ۹۹ لاکھ ۹۵ ہزار ۵۵ سو ۵۵) ہے اور مجموعی رقبہ ۴۱,۵۹۱,۵۱۰

(پندرہ لاکھ ۱۱ ہزار ۵۱ سو ۱۰) مربع میل ہے۔ ۵۵ منقل نقشہ (مجلس سطور ملاحظہ ہو)۔

ذیل کے اعداد سے یہ معلوم ہوگا کہ مدراس، بمبئی، یوپی، بھارتی، آسام، آڑیسہ، اجیرا وارڈ، اور وجی و فیوا ایسے صوبے ہیں جہاں ہندو غالب اکثریت میں ہیں اور صوبہ سرحد، سندھ، اور جوڈپان تین ایسے صوبے ہیں جہاں مسلمانوں کی بھاری اکثریت ہے۔ اس لئے ان صوبوں کو کوئی سوال ہی نہیں۔ یہ دونوں علاقے بے روک ٹوک ہندوستان اور پاکستان میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔ میں سارا جھگڑا جنگل اور پنجاب کا آکر چڑتا ہے۔ جہاں مسلمانوں اور ہندوؤں کی آبادیاں تقریباً برابر برابر ہیں اور مسلمانوں کی اکثریت دو چارہائی فی صدی زیادہ کی ہے۔ لہذا اب ہم ان دونوں صوبوں کی آبادیوں پر منقل بحث کریں گے۔

ہندوستان کی مجموعی آبادی

مطابق مردم شماری ۱۹۴۱ء

پیشکار	صوبہ	رقبہ مربع میل	مجموعی آبادی	مسلمان فی صدی
۱	برطانوی ہند کے صوبے	۱ ۲ ۶۱۱ ۲۶	۳ ۹۰۳ ۴ ۱۸۱ ۰	۷
۲	ہندوستان	۷ ۶۲۴ ۴۳	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹
	پنجاب	۷ ۷۲۴ ۴۲	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹

پیشکار	صوبہ	رقبہ مربع میل	مجموعی آبادی	مسلمان فی صدی
۱	برطانوی ہند کے صوبے	۱ ۲ ۶۱۱ ۲۶	۳ ۹۰۳ ۴ ۱۸۱ ۰	۷
۲	ہندوستان	۷ ۶۲۴ ۴۳	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹
۳	پنجاب	۷ ۷۲۴ ۴۲	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹
۴	صوبہ وسط دہلی	۷ ۷۲۴ ۴۲	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹
۵	آسام	۷ ۷۲۴ ۴۲	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹
۶	صوبہ سرحد	۷ ۷۲۴ ۴۲	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹
۷	افغانستان	۷ ۷۲۴ ۴۲	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹
۸	انڈین گجرات	۷ ۷۲۴ ۴۲	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹
۹	بلوچستان	۷ ۷۲۴ ۴۲	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹
۱۰	کوکچ	۷ ۷۲۴ ۴۲	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹
۱۱	فری	۷ ۷۲۴ ۴۲	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹
۱۲	سیران	۷ ۷۲۴ ۴۲	۲ ۰۸۸ ۴ ۹۸۸ ۴۰	۹

ریاستیں اور ایجنسیاں

۱	آسام	۱ ۲۰۴ ۰ ۸	۲۰۴ ۵۵
۲	بلوچستان	۷ ۶۵۵ ۴ ۶	۲۰۴ ۵۵
۳	برہودہ	۸۲۲ ۳ ۶	۲۰۴ ۵۵
۴	پنجاب	۹۱۴ ۰ ۸	۲۰۴ ۵۵
۵	سیران	۵۲۲ ۴ ۷	۲۰۴ ۵۵
۶	پنجاب	۳ ۷۶۹ ۸ ۷	۲۰۴ ۵۵
۷	کوکچ	۱۲۴ ۹ ۳	۲۰۴ ۵۵
۸	دکن (دہلی)	۱ ۰۸۸ ۷ ۰	۲۰۴ ۵۵
۹	سرحد	۷۶۳ ۵ ۲	۲۰۴ ۵۵
۱۰	افغانستان	۷۶۳ ۵ ۲	۲۰۴ ۵۵
۱۱	جمہوریہ	۸۲۲ ۳ ۶	۲۰۴ ۵۵
۱۲	سرحد	۸۲۲ ۳ ۶	۲۰۴ ۵۵
۱۳	پنجاب	۱۲۶ ۰ ۲	۲۰۴ ۵۵
۱۴	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۱۵	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۱۶	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۱۷	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۱۸	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۱۹	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۲۰	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۲۱	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۲۲	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۲۳	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۲۴	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۲۵	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۲۶	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۲۷	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۲۸	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۲۹	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵
۳۰	پنجاب	۲۹۲ ۴ ۵	۲۰۴ ۵۵

پنجاب

صوبہ پنجاب کے نقشہ پر نظر ڈالتے ہی (ملاحظہ ہو نقشہ نمبر ۱) ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ یعنی پہلی اور پوربی۔ پہلی حصہ جو صوبہ سرحد اور سندھ سے جلا ہوا ہے۔ اس میں غالب مسلم اکثریت ہے اور پوربی حصہ جو یوپی اور دہلی سے جلا ہوا ہے اس میں غالب ہندو اور سک اکثریت ہے۔ یہیں میں پنجاب کے اُن اضلاع کی فہرست دی جاتی ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہ اضلاع جہاں مسلمانوں کی آبادی ۵۰ فی صدی سے زیادہ ہے

نمبر شمار	نام اضلاع	تناسب مسلم آبادی مردم شماری ۱۹۳۱ء	تناسب مسلم آبادی مردم شماری ۱۹۴۱ء
۱	لاہور	۵۹ فی صدی	۶۰ فی صدی
۲	سیال کوٹ	۶۲	۶۲
۳	گجراتوالہ	۷۰	۷۰
۴	شیخوپورہ	۸۴	۸۵
۵	گجرات	۶۳	۶۳
۶	شاہ پور	۸۲	۸۲
۷	جھلم	۸۹	۸۹
۸	راول پٹی	۸۲	۸۰
۹	ٹمک	۹۱	۹۰
۱۰	سیالوالہ	۸۷	۸۶
۱۱	ننگر	۶۹	۶۹
۱۲	لاکھ پور	۶۲	۶۲
۱۳	جھنگ	۸۳	۸۲
۱۴	منظریہ پور	۸۶	۸۶
۱۵	ڈیرہ غازی خان	۸۶	۸۸
۱۶	بوتہ سرحدی	۹۹	۹۹
۱۷	مٹتان	۸۰	۷۷

شمارہ ۱۷۱۷ اضلاع میں پنجاب میں کس ۱۶۹ اضلاع میں کسی جگہ مسلمان ۶۰ فیصدی سے کم نہیں اور اکثر اضلاع میں ۷۰ اور ۸۰ فیصدی

نی صدی تک ہیں، اس لئے یہ اضلاع اکثریت کی اہمیت کی بنا پر پاکستان میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔

لیکن پنجاب کے ۱۱ اضلاع ایسے ہیں جہاں غیر مسلموں کی اکثریت ہے اور جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں ان کی لغت درج ذیل ہے۔

وہ اضلاع جہاں مسلمانوں کی آبادی

۵۰ فیصدی سے کم ہے

نمبر شمار	نام اضلاع	نسب مسلم آبادی مردم شماری ۱۹۵۱ء	نسب مسلم آبادی مردم شماری ۱۹۵۱ء	نسب مسلم آبادی مردم شماری ۱۹۵۱ء
۱	حصار	۲۴	۲۴	۲۴
۲	درتک	۱۴	۱۴	۱۴
۳	گورکھاؤں	۳۲	۳۲	۳۲
۴	کرناٹ	۳۰	۳۰	۳۰
۵	ایسٹ	۳۰	۳۰	۳۰
۶	شمال	۱۵	۱۵	۱۵
۷	کالھوہ	۵	۵	۵
۸	پرتیاپور	۳۲	۳۲	۳۲
۹	ماتندھر	۳۲	۳۲	۳۲
۱۰	لہرجیانہ	۳۵	۳۵	۳۵
۱۱	پرتیاپور	۳۶	۳۶	۳۶
۱۲	ماتندھر	۳۶	۳۶	۳۶
۱۳	گورداس پور	۵۰	۵۰	۵۰

مندرجہ بالا اضلاع میں مسلمانوں کی کلمہ کھلا اقلیت ہے اور اس خطے کو کسی طرح پاکستان میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ اس میں صرف گورداس پور کا ضلع ایسا ہے، جہاں مسلمانوں کی آبادی ۵۰ فیصدی ہے۔ نقشے میں گورداس پور کی مسلم آبادی غلطی سے ۱۰ فیصدی درج ہو گئی ہے اور ۵۰ فیصدی ہندو اور سکھ ہیں۔ بہر حال اگر کسی طرح گورداس پور کو پاکستان میں شامل ہی کر لیا جائے تو یہ اس کے جتنے بخرے کرے چڑیں گے اور بقیہ آبادیوں کو پاکستان سے کٹا نا ہی پڑے گا۔ پنجاب کے بعض اضلاع پر سکھوں کا بھی دعویٰ ہے۔ کیوں کہ ان اضلاع میں ان کے مقدس مقامات ہیں اور وہ اسے (HOLY LAND) کہتے ہیں۔ ان اضلاع میں گورداسپور بھی ہے

لہذا گورداسپور کے پاکستان میں الحاق ہے یہ جواز ہی کھڑا ہو سکتا ہے۔
نقشے سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ یہ ۱۱ غیر مسلم اکثریت کے اضلاع مندرجہ ذیل میں ہیں بلکہ ایک پنجاب میں گورداس پور ایک دوسرے سے ملحق ایک سرے

۵۰ فیصدی سے کم ہے وہ پنجاب کے وہ چھ اضلاع جہاں سکھوں کی آبادی اپنی خاصی ہے

نمبر شمار	اضلاع	سکھ فی صدی	ہندو	مسلمان
۱	امرتسر	۱۴	۳۰	۳۴
۲	جالتھڑ	۲۶	۱۸	۳۵
۳	لہرجیانہ	۲۱	۲۰	۳۵
۴	پرتیاپور	۲۶	۲۲	۵۰
۵	ماتندھر	۱۹	۳۰	۳۶
۶	پرتیاپور	۱۴	۳۰	۳۶

سے دوسرے سرے تک لگاتار چلے گئے ہیں اور شرقی پنجاب کا الگ الگ مکرر بناتے ہیں یعنی اپنی اور دہلی میں ہندو اکثریت ہے ہی۔ لہذا اگر فرقہ دارانہ نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ اسی ٹکڑے کا جز رہے۔ محقر یہ کہ اس علاقے کو آپ کی معقولیت، کسی دلیل اور کسی بنیاد پر پاکستان میں شامل نہیں کر سکتے۔ اور پنجاب کو دو ٹکڑے کرنا ہو گا۔

تدرت کی تم نظریاتی ملاحظہ ہو کہ یہی وہ علاقے ہیں جو صوبے کے عمدہ زرعی علاقے شمار کئے جاتے ہیں اور ان کے نکل جانے سے پاکستان کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے۔ پاکستان کے جیسے میں ڈیرہ غازی خان، مہاں والی، شاہ پور، امک وغیرہ کے بھر پور اور ریگستانی علاقے آئیں گے۔

مالی اعتبار سے بھی پنجاب کے دو ٹکڑے ہونے سے نقصان رہے گا۔ پنجاب کی دو عظیم اشان نہریں (۱) نہرمن غازی اور (۲) نہر سرہند جو جنا اور ستلج سے نکلی گئی ہیں۔ پنجاب کے اسی علاقے میں چھوٹ جائیں گی۔ علاوہ انہیں دریائے اہل UHL پر جو گندنگر میں ہائیڈرو ایکٹرک سٹم قائم کیا گیا ہے جس سے تقریباً سارے پنجاب کو سستی پہنچتی ہے، اور جس پر حکومت پنجاب کے کروڑوں روپے خرچ ہو چکے ہیں پاکستان سے باہر رہ جائے گا۔

سارے پنجاب کا رقبہ، ہزار میل ہے اور مجموعی آبادی ۲ کروڑ ۹۴ لاکھ ہے، جن میں اگر ۶۲ لاکھ مسلمان ہیں، ۵۵ لاکھ ہندو، اور ۳۲ لاکھ سکھ ہیں۔ لیکن مندرجہ بالا بارہ ضلعوں کی آبادی جس میں مسلمان اقلیت میں ہیں تقریباً ۱ کروڑ ہیں جن میں ۴۵ لاکھ ہندو، ۱۹ لاکھ سکھ اور ۳۰ لاکھ مسلمان ہیں، یعنی اگر سکھوں اور ہندوؤں کو ملا کر دیکھیں تو ۶۴ لاکھ کے مقابلے میں صرف ۳۰ لاکھ مسلمان ہیں۔ غرضیکہ پنجاب کے ۲۰ لاکھ مسلمان کی بھی حیثیت چڑھائی پڑے گی اور وہ پاکستان سے نکل کر ہندوستان میں چلے جائیں گے۔

بنگال

تقریباً ہی کیفیت بنگال کی بھی ہے اور بنگال میں بھی صورت حال وہی ہے کہ تقریباً نصف بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور نصف ہندوؤں کی۔ ذیل میں ہندو مسلم اکثریت کے اضلاع کی فہرست دی جاتی ہے۔

۱۹۴۱ء	۱۹۴۱ء	۱۹۴۱ء	۱۹۴۱ء
تعداد فیصد مسلمان	تعداد فیصد مسلمان	تعداد فیصد مسلمان	تعداد فیصد مسلمان
۱۸	۵۵	۱- ندیا	۱۸
۲۹	۶۱	۲- مرشد آباد	۲۹
۴	۶۵	۳- بیسوا	۴
۷	۷۰	۴- رام پوری	۷
۱۶	۸۳	۵- ریت پور	۱۶
۲۱	۷۶	۶- بھوپال	۲۱
۳۳	۵۴	۷- بھد	۳۳
۲۶	۶۶	۸- آندھ	۲۶
۲۹	۶۶	۹- موہا	۲۹
۲۳	۷۶	۱۰- پٹنہ	۲۳
۵	۷۱	۱۱- فرید پور	۵
۵۰	۷۵	۱۲- وارھ	۵۰
۱۹	۷۸	۱۳- کھٹکھٹ	۱۹
	۷۳		

بنگلہ میں کل ۳۰ اضلاع ہیں، جن میں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، ۱۵ اضلاع میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور ۱۳ اضلاع میں ہندوؤں کی۔ بنگلہ کی مجموعی آبادی ۶ کروڑ ۳ لاکھ ہے جن میں ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ مسلمان ہیں، اور ڈھائی کروڑ ہندو۔ مندرجہ بالا ۱۳ اضلاع کی جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، مجموعی آبادی تقریباً ۴ کروڑ سے اوپر ہے، جس میں ایک کروڑ ۳۵ لاکھ ہندو اور صرف ۶۲ لاکھ مسلمان ہیں۔

بین ہندو تہذیب کے اعتبار سے مسلمانوں سے دوئے ہیں۔ یہ اضلاع بھی نشر و تحریکات میں نہیں بلکہ ایک تنہا شکل میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور پورے بنگلہ کا ایک علیحدہ ٹکڑا بناتے ہیں، جو بہار اور اڑیسہ سے ملتی ہے (ملاحظہ ہو نقشہ نمبر ۲)۔

صرف دو اضلاع یعنی جلیانی گڑھی، اور دار جینگ ایسے ہیں جو ہندو اکثریت رکھتے ہوئے ہیں اور برہمن ہندوؤں کے الگ ہیں، اور بنگلہ کے شمال میں واقع ہیں۔ لیکن بہر حال ان سے بھی ہندوستان کا ایک مفید کام نکلتا ہے، یعنی یہ آسام اور بہار کے درمیان راستہ (CORRIDOR) بنا سکتا ہے۔ (ملاحظہ ہو نقشہ نمبر ۵)

غرضیکہ پنجاب دو ٹکڑے ہو رہی تھا، بنگلہ بھی آدھا ہی رہ گیا، اور بقیہ یہ ہے کہ بنگلہ کا بھی وہ حصہ ہے جو سارے بنگلہ کی جان ہے۔ جو مہم بنات ہیں، جوٹ سینٹ الپا وغیرہ کے کارخانے ہیں اور سب سے بڑھ کر کھلوت کی بندرگاہ اور شہر ہے جو پاکستان سے نکل جائے گا۔ اس علاقے کے ساتھ ساتھ ۶۲ لاکھ مسلمان بھی پاکستان سے نکل کر ہندوستان کا جزو بن جائیں گے۔

آسام

جہاں تک آسام کا تعلق ہے، یہ چیز قطعاً فہم سے بالاتر ہے کہ اسے کس دلیل اور معقولیت کی بنا پر پاکستان میں شامل رکھا جاتا ہے۔ ہماری سمجھ میں اس کا صرف ایک ہی سبب آتا ہے، اور وہ یہ کہ اگر آسام کو نہ شامل کیا جائے تو پورے پاکستان ہر طرف سے گھیر جاتا ہے، پنجاب میں ہندو اکثریت کے صوبے بہار، اڑیسہ وغیرہ، پورب میں آسام، اتر بھارت، دکن، پنجاب، غرضیکہ پورے پاکستان ہر طرف سے گھیر جاتا ہے۔ لیکن ہم اس نقطہ نظر سے نہ ہوں گے، پاکستان کو کون نئی باتوں سے سہولت پہنچتی ہے، اور کون باتوں سے نہیں۔ اور پاکستان کو سہولت ہم پہنچانے کے لئے کوئی غاصب ہندو صوبے کو ہرگز پاکستان میں شامل نہ ہونے دے گا۔

آسام کی مجموعی آبادی ایک کروڑ ۲ لاکھ ہے جس میں ۴۲ لاکھ ہندو اور ۳۴ لاکھ مسلمان آباد ہیں اور بقیہ ۲۶ لاکھ دوسری قومیں اور قبائل ہیں۔ یہ قدرتی قبائل بھی تقریباً ہندو ہی ہیں اور اس طرح ۶۸ لاکھ غیر مسلموں کے مقابلے میں صرف ۳۴ لاکھ مسلمان ہیں۔

ذیل میں آسام کے مختلف اضلاع اور ان میں مسلمانوں کا فی صد تناسب درج کیا جاتا ہے۔

وہ اضلاع جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں
فی صد تناسب مطابق مردم شماری ۱۹۴۱ء

وہ اضلاع جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے
فی صد تناسب مطابق مردم شماری ۱۹۴۱ء

۱۔ تاپار

۲۔ غامی جلیان

۳۔ ہاکا ہلز

۴۔ لوشی ہلز

پیشہ	۹	پیشہ
نعتیہ و اسلامی موضوعات پر	نعتیہ و اسلامی موضوعات پر	درست
۲۶	۵۰	۶۰
۲۹	۶۰	۶۰



مسلم اکثریت والی ریاستیں

رقبہ مربع میل	آبادی	آمدنی
۸۴۰ ۲۶۱	۳۰ ۹۳۵ ۰۰۰	۴ کروڑ ۶۲ لاکھ
۲۳۰ ۰۰۰	۱۵۰۰ ۰۰۰	۳ ۱/۲ کروڑ
۶۳۸	۱۶۴ ۳۶۴	۱۶ لاکھ
۵۴ ۰۰۰	۳۱۸ ۰۰۰	۱۵ لاکھ
۶۵۰	۳۰ ۵۰ ۰۰۰	۲۶ لاکھ
۶۰۰ ۰۰۰	۶۰۰ ۰۰۰	۴۰ لاکھ
۶۵۲	۳۱۶ ۰۰۰	۴ کروڑ ۱۱ لاکھ روپے
۱۶۰ ۱۱۱	۶۵۲ ۰۰۰	

(ہندو ریاستوں کا چارٹ انکے مضمر پر ملاحظہ فرمائیں)

مندرجہ بالا اعداد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل ریاستی ہند کے ۱۵ لاکھ ۱۵ ہزار مربع میل رقبے میں سے پاکستان کے حصے میں صرف ایک لاکھ ۸۰ ہزار مربع میل کا رقبہ آئے گا۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ ریاستی ہندوستان کا کم حصہ پاکستان کے اندر آگیا۔ چوتھا فیضیت ہے۔ لیکن ۹ کروڑ ۸۰ لاکھ ریاستی آبادی میں سے صرف ۶۶ لاکھ کی ریاستی آبادی پاکستان کے حصے میں آئی، اور ۹ کروڑ ۲۳ لاکھ آبادی ہندو علاقے میں رہی گئی۔ ذرا آگے چل کر اگر آمدنی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مسلم علاقے میں وہی ریاستیں آتی ہیں، جو غیر اور پھاڑی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آمدنی کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مسلم ریاستوں کی مجموعی آمدنی صرف ۹ کروڑ ۱۱ لاکھ روپے ہوتی ہے اور ہندوستان کی ریاستوں کی آمدنی ۹ کروڑ ۸۰ لاکھ۔ یعنی اس طرح ریاستی ہند کی مجموعی آمدنی کا صرف ۱/۱۰ حصہ ہی پاکستان میں آتا ہے۔ یہ معاملہ نہیں بن سکتا۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ریاستی ہند کی جملہ مسلم آبادی ایک کروڑ ۲۶ لاکھ ہے اس بڑی تعداد میں صرف ۴۰ لاکھ مسلمان پاکستان میں آتے ہیں اور بقیہ ۶۶ لاکھ ریاستی مسلمان ہندو علاقوں میں چھوٹ جاتے۔ لیکن اس کے برعکس دیکھئے تو ۹ کروڑ ۲۳ لاکھ ریاستی ہندو باشندوں میں سے صرف ۸۰ لاکھ ریاستی ہندو پاکستان میں آتے ہیں، اور بقیہ ۶ کروڑ ۲۳ لاکھ ہندو ہندوستان میں رہتے ہیں۔ بہر حال ریاستوں میں تو پاکستان سراسر گھامنے میں ہے۔ اتنا ہی نہیں۔ کئی ایسی ریاستیں جو اس وقت مسلمانوں کے پاس ہیں۔ جیسے حیدرآباد، بھوپال، رام پور، ٹونک، جونا گڑھ وغیرہ یہ سب کہ ہندو ہندوستان کے تحت ہو جائیں گی۔

ہندو اکثریت کی ریاستیں

نمبر شمار	رقبہ	آبادی	آمدنی
۱	۳۱۵۸	۷۵۰۰۰	۳۸ لاکھ
۲	۸۱۷۶	۳۸۵۵۰۱۰	۲۸ لاکھ
۳	۸۷۵	۲۵۱۲۷۸	۲۲ لاکھ
۴	۲۹۶۱	۶۱۸۲۲۹	۱۰ لاکھ
۵	۶۹۲۴	۷۸۲۵۶۰	۸۰ لاکھ
۶	۲۰۰۰	۵۷۵۶۳۵	۲۱ لاکھ
۷	۱۲۸۰۰۰	۳۰۰۰۰۰۰	۲۵ لاکھ
۸	۲۳۳۱۷	۱۲۹۳۹۳۸	۵ لاکھ
۹	۱۲۸۰	۱۲۲۸۸۰۰۰	۲ لاکھ
۱۰	۸۲۴۹	۶۳۹۸۹۸	۱۲ لاکھ
۱۱	۱۸۰۰	۵۰۰۰۰۰۰	۲۸ لاکھ
۱۲	۱۷۷۳	۲۳۳۴۳۰	۱۷ لاکھ
۱۳	۱۷۷۳	۲۵۹۸۶	۱۵ لاکھ
۱۴	۱۷۷۳	۹۲۴۱۷	۲۵ لاکھ
۱۵	۱۷۷۳	۲۰۵۸۴۶	۲۰ لاکھ
۱۶	۲۶۲۶۷	۳۹۹۲۰۰۰	۲ لاکھ
۱۷	۱۰۰۰۰۰	۱۶۱۹۳۱۳	۱۶ لاکھ
۱۸	۱۷۷۳	۳۵۲۳۱۱	۵۵ لاکھ
۱۹	۹۹۳۶	۱۵۱۳۹۶۶	۳۵ لاکھ
۲۰	۱۶۲۸۲	۳۰۰۰۰۰۰	۲ لاکھ
۲۱	۳۶۰۷۱	۲۵۵۵۵۹۰۴	۲ لاکھ
۲۲	۳۳۳۷	۵۴۵۱۵۰	۷۷ لاکھ
۲۳	۳۲۲۹	۱۰۰۹۲۰۴۶	۸۰ لاکھ
۲۴	۸۱۶۳۸	۵۱۲۰۶۹	۱۷ لاکھ
۲۵	۴۲۴۳	۹۹۰۹۷۷	۳۴ لاکھ
۲۶	۱۷۷۳	۱۲۱۸۱۷	۶۰ لاکھ
۲۷	۲۹۳۲۶	۸۳۲۸۸۹۶	۱۶ لاکھ
۲۸	۳۷۹۱	۵۰۰۰۰۰۰	۱ لاکھ
۲۹	۵۹۳۲	۱۹۳۶۲۵۹	۶۷ لاکھ
۳۰	۶۴۲	۱۲۶۵۶۴	۲۶ لاکھ
۳۱	۸۹۳	۴۷۹۱۲	۸۰ لاکھ
۳۲	۲۸۱۸	۱۲۲۰۰۰	۵ لاکھ
۳۳	۲۵۵۳	۳۵۷۹۳۳	۲۱ لاکھ
۳۴	۷۶۶۱	۶۰۰۰۰۰۰	۳۲ لاکھ
۳۵	۴۱۱۶	۵۱۳۹۵۲	۵۰ لاکھ
۳۶	۱۷۷۳	۱۱۹۲۵۰۰۰	۸۰ لاکھ
		۱۱۹۲۵۰۰۰	۹۶ لاکھ

کشمیر

میں نے مندرجہ بالا ندرت میں ریاست جوں اور کشمیر سارا کا سارا پاکستان میں شامل رکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس ریاست کے دو حصے ہیں۔ کشمیر اور جوں۔ کشمیر کے اندر مسلمانوں کی اکثریت ہے لیکن جوں میں ہندو اکثریت میں ہیں۔ ساری ریاست کی مجموعی آبادی ۱۵ لاکھ ہے جس میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۳۰ لاکھ ہے اور ہندوؤں کی تقریباً ۱۵ لاکھ، کشمیر میں مسلمان ۵۰ فی صدی ہیں اور ہندو ۵۰ فی صدی، لیکن جوں میں ہندو ۵۰ فی صدی اور مسلمان ۳۰ فی صدی ہیں۔ لہذا پورے جوں کے سارے علاقے یعنی اورجم پورہ جملہ کھنوا، میننی اور جوں خاص کے اضلاع کو پاکستان سے خارج کرنا ہی پڑے گا۔ جہاں غالباً ہندو اکثریت ہے۔ غرضیکہ پنجاب اور بنگال کے دو گروے ہو چکے تھے اب کشمیر کے بھی دو گروے ہو گئے۔ (ملاحظہ ہو نقشہ نمبر ۴)

مسلم ریاستوں کے زمرے میں 'میں نے کپور تھلہ کو بھی شامل رکھا ہے۔ کیونکہ اس کی آبادی میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ لیکن یہ ریاست ضلع جالندھر (پنجاب) میں واقع ہے جو اتفاق سے ہر چار طرف سے ہندو اکثریت سے گھری ہوئی ہے۔ لہذا یہ ممکن ہے کہ جالندھر کے لوگ ان سے باہر ہوں اور کپور تھلہ پاکستان کے اندر ہوں۔

پاکستان کی وسعت

ہر حال پاکستان کی اس سے زیادہ وسعت ناممکن ہے۔ شمالی و مغربی پاکستان صوبہ سرحد، سندھ، بلوچستان پنجاب کے، اٹلہ اور کشمیر جوں کے، ساوا اکا بنے گا۔ اور جہاں تک مشرقی پاکستان کا تعلق ہے۔ وہ بنگال کے ۱۵ اضلاع اور آسام کا عربن ایک ضلع بٹ پرشیل اور جھارکھنڈ کے علاوہ انہیں مسلم اکثریت کی چھ ریاستیں بھی کشمیر، بھادرا پور، فرید کوٹ، اقلات، خیر پور، اور لاس بیلا بھی اس میں شامل ہوں گی۔ اللہ بس باقی ہوس

(ملاحظہ ہو نقشہ نمبر ۵)

غرضیکہ ابھی ان تمام تعلیم اور معیشت کی بنا پر پاکستان کی وسعت اس سے زیادہ ممکن نہیں اور جو لوگ عقاید کو سامنے نہیں رکھتے اور ہوائی باتیں کر کے مسلمانوں کو سبزا بن دیتے ہیں وہ خواہ سارے ہندوستان ہی کو پاکستان میں شامل کر لیں، مگر پاکستان کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں اور اگر پاکستان بن بھی گیا تو وہ اس میں اس سے زیادہ علاقے شامل نہیں کئے جاسکتے دیے اگر کوئی جنگی بڑی شان یا شہر انداز سے آئے۔ پاکستان کی ادم کے دم میں ساری دنیا کا نقشہ چٹ سکتا ہے۔

مسلم اقلیتیں

اب جہاں مندرجہ بالا اعداد و شمار کی روشنی میں یہ بیانہ لینا ہے کہ کتنے مسلمان پاکستان کے اندر آتے ہیں اور کتنے باہر جاتے ہیں سب سے پہلے ہندو اکثریت کے صوبوں کو لیجئے۔ عہد توہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارا، یوپی، مدراس، ممبئی، آندھرا، آسام اور

عہد ماشیہ اگلے صوبہ ملاحظہ ہو۔

دینی وغیرہ میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد یعنی ۲ کروڑ ۳۳ لاکھ مسلمان) ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہندوستان میں چلی جاتی ہے۔ اگر اس تعداد میں ۶۶ لاکھ ریاستی مسلمانوں کو ۶۲ لاکھ بنگال کے خارج شدہ علاقے کے مسلمانوں کو، اور ۳۰ لاکھ پنجاب کے خارج شدہ علاقے کے مسلمانوں کو بھی شامل کریں تو غیر پاکستانی مسلمانوں کی تعداد چار کروڑ سے اوپر ہو جاتی ہے۔ سارے ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی (مطابق مردم شماری ۱۹۴۱ء) ۹ کروڑ ۲ لاکھ ہے۔ جس کے صاف صاف معنی یہ ہوتے ہیں کہ جس مسلم نسل کو مسٹر جناح دس کروڑ کی ایک مستقل قوم بتلاتے ہیں، وہ قوم دو ٹکڑے ہو جائے گی، اور پانچ کروڑ مسلمان پاکستان میں ہوں گے اور چار کروڑ مسلمان ہندوستان کی نذر ہو جائیں گے۔

غرضیکہ مجموعی طور پر نظر ڈالی جائے تو سارے ہندوستان کے ۱۶ لاکھ مربع میل میں سے تقریباً ۲ لاکھ مربع میل کا رقبہ پاکستان میں آتا ہے۔ جس کی مجموعی آبادی ۶ کروڑ ۵ لاکھ ہوتی ہے، جس میں ۵ کروڑ مسلمان، ایک کروڑ ۳ لاکھ ہندو اور ۱۶ لاکھ سکھ ہیں۔

لیکن اس کے برخلاف ہندوستان کا رقبہ ۱۲ لاکھ مربع میل ہو گا اور اس کی آبادی ۳ کروڑ ۳۵ لاکھ ہوگی جن میں ۳ کروڑ ۳۹ لاکھ ہندو، ۴ کروڑ مسلمان اور تقریباً ایک کروڑ دوسری قومیں ہوں گی۔ ہندوستان، ۴ کروڑ آبادی کا ایک عظیم الشان ملک ہو گا، جو اس کماری سے لیکر جمالیہ تک اور سنی ہندو (آسام) سے لیکر امرتسر تک پھیلا ہو گا، اور اس کے قبضہ قدرت میں ملک کے بہترین علاقے اور بہترین وسائل ہوں گے۔ لیکن اس کے برخلاف پاکستان کل ۶ کروڑ آبادی کا غلط ہو گا۔ جس کے قبضہ میں تمام غجریٹیلے اور پٹاری علاقے ہوں گے اور ہندوستان کے دو کونوں پر بننا ہوا ہو گا اور ہمیشہ کمزور و ناتواں ہو گا۔ اور اپنے پڑوسیوں کا محتاج ہو گا۔

یہاں لامحالہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ پاکستان نے آخر کون سا مسئلہ حل کیا۔ اقلیتوں کا مسئلہ جس کا توں ردہ جات ہے۔ ہندوستان کے کسی علاقے سے نہ ایک قوم کم ہوتی نہ ایک زبان کم ہوتی، ہر علاقے اور ہر صوبے میں جوں کا توں کھانا روہی جاتے ہیں۔ کھائے، باپے اور ہندی اردو کے تمام جھگڑے بدستور موجود رہتے ہیں۔ غرضیکہ وہ تمام صورت حال جو اس وقت ہے وہ جب بھی بدستور قائم رہتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ خوب ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جو مسلمان آج مشترکہ مرکزی

حاشیہ صفحہ ۱۲ عرب وہ صوبے جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں

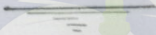
مسلمانوں کی صد تناسب	مسلمان	ہندو	۱۔ مدراس
۷	۳۸ لاکھ	۶۷ لاکھ	۲۔ بمبئی
۹	۱۹	۶۵	۳۔ یوپی
۱۵	۸۲	۵۸	۴۔ بنگال
۱۲	۴۷	۶۵	۵۔ سیکیٹی و برار
۴	۷	۲۹	۶۔ اڑیسہ
۱	۱	۶۸	۷۔ آسام
۳۳	۳۴	۲۲	۸۔ دہلی
۳۳	۳	۵	

۱۵ کروڑ ۶۲ لاکھ ۲ کروڑ ۳۳ لاکھ

حکومت کے تحت نہیں رہ سکتے، انہیں ایک خاص اعتبار سے دیکھنا پڑا ہے۔ اور پاکستان بننا ہے۔ انہیں صوبوں
 و جاہان آج ہی مسلمانوں ہی کی حکومت ہے۔

برائے عقل و دانش بیاہ گریٹ

موجودہ سرحد کے ۲۰ لاکھ، سندھ کے ۳۲ لاکھ اور بلوچستان کے چار پانچ لاکھ مسلمانوں کا تو پاکستان بنانا چاہتا ہے، لیکن برطانیہ
 کے ۱۹ لاکھ، بنگال کے ۳۰ لاکھ، بمبئی کے ۱۹ لاکھ، اور مدراس کے ۳۰ لاکھ مسلمانوں کو دینی طور پر انہیں ظالم ہندوؤں کے تحت
 چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جن کی نظروں سے کام نہ لیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے تقویت حاصل کی۔ اور وہ بھی کون سے
 مسلمان! جن کے دم سے آج اسلامی تہذیب کو روشن ہے، جن کے دم سے زبان اردو قائم ہے، اور جہت نبوی اور تعلیمی اعتبار سے
 مسلم قوم کے جوہر کی حیثیت رکھتے ہیں۔



خوشنما اور مضبوط

ہر قسم کی فینسی ساڑیاں، وائس، ملس، فیض
 اور کوٹ کے کپڑے، پاپن اور رومال وغیرہ
 تیار ہوتے ہیں

راپور ملز لمیٹڈ احمد آباد

RAIPUR MILLS LTD.
 AHMEDABAD.



ایک نئی سسٹم اتفاقیہ ملاقات

پہلا - (خود سے دیکھتے ہوئے) "صاف سمجھنے لگائیں بھئی نا نہیں آ
دوسرا - "اچی! میں ہوں" نام داس۔
پہلا - "ہیں! تو مجھے ڈیٹے لکڑو اور بے رونق تھے۔ خدا کے لئے تیار
یہ قابل شک تندرستی کیسے حاصل ہوئی کہ سچا لے نہیں مانتے؟"
دوسرا - (تنبہ کرتے ہوئے) "میں" شو دھی ہوئی" چھوٹی بڑی
کھانے سے اور کچھ نہیں۔
پہلا - (چپ کر) "تو کیا مجھے میں فائدہ کر گئی؟ ہوا میرے۔ بارہ لاکھ
دوسرا - (اچھی! ایک ہوا میرے بارہ لاکھ دس لاکھ صفت سدا تبیل
دامی - قریح - باؤ گور۔ جمل کرم حکم بخش اور اس نوع کی
صدایا۔ یوں کہ ایک خوش فائدہ اور لاکھ دس لاکھ۔ باہل کیر
پہلا - (اچھا! جی! بڑی کے شور سے لاکھ بتاؤ۔ میں بہت سنوں بڑی
دوسرا - نسخہ کیا وہ تو بنی بنائی مشعل سے صرف پتا آتے ہیں تو ہمارے
خوف ہوئی ہیں۔ اور میں کس تک سمجھو شک چرہ لگنے لگے ہیں۔
پہلا - (دائیں! تو پتا پتہ) "ٹوٹ بک بک کر" ایسے بے مثال دوا اور
انہی سسٹم کہاں سے لگی۔

عورت

عورت - کیا ہے؟
عورت - رونق کا شاذ ہے یا غم محض؟
عورت - کے لئے اصل میدان کون سا ہے؟
عورت - کے صحن و حال کی نام و نمایاں کس لئے ہیں؟
عورت - کو مردوں سے پردہ کرنا چاہئے؟
عورت - کے لئے پردہ قید کی ملا ہے یا آزادی کی ضمانت؟
عورت - اور مرد جسمانی طاقت میں مساوی ہیں؟
عورت - قدرتی طور پر بڑی کایوں میں ذہن دے سکتی ہے؟
عورت - کا تازہ زمین آسمان پر جسے بڑے بڑے تمدنوں میں کا فرما
رہا! ان کا کیا حشر ہوا؟
عورت - عملی جدوجہد میں مردوں کا ساتھ کامیابی سے نہ لگتی؟
عورت - جو بے حد محرک مردوں میں ملی جلی رہتی ہے۔ اس پر ثبوت
انگریز فرائیج کا اثر چڑسے لگا؟
یہ سوالات موجودہ دور کی زندگی میں نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔
ان سوالات کے موضوع پر ایک کتاب "مسلمان عورت" کے نام سے
شائع کی گئی ہے۔ یہ کتاب مولانا ابوالکلام آزاد کی ادبی ساقی کا اولین
ثمر ہے۔ اس کتاب میں ہر ممکن پہلو سے موضوع بحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت
دو روپیہ چار آنے (پچ)

بچوں اور بچیوں کے لئے یہ "فائز شہزاد تصویر" بہترین
نماز با تصویر تحفہ ہے۔ اس میں نماز کی ادائیگی کے ارکان تصویر
میں جملے لگے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے (۸)



اور ان کے عقلی دواؤں کے بنائے والے بہت پیدا ہو گئے ہیں
اسے خریدتے وقت بیکر نام کشن لال کی تصویر پر غور کرو کہ کیا
ان کے بیان کی ادویات میں کسی ایسی چیز کی آبروش نہیں ہوئی جو کسی مذہب
مطابق ہو۔ اور اس کے علاوہ تمام دوسری عمر کی دوا بھی ان کے پاس بہت کمزوری
ہے۔ اگر ضرورت ہو تو ایک کاروبار کر۔ فہرست ادویات - صفت لکھنا۔
چلا "اچھا! جی! بڑی کے شور سے لاکھ بتاؤ۔ میں بہت سنوں بڑی
فہرست اور شو دھی ہوئی چھوٹی بڑی سسٹم لکھا ہوں۔

ادبستان بیرون موجید روانہ۔ لاہور

تازہ ترین فہرست

یہ کتابیں آپ کے خیالات اور اخلاق کو بلند کرنے کی ضامن ہوں گی

حق مسلمان جس دور سے گزر رہے ہیں۔ وہ انتہائی نازک اور خطرناک زور ہے۔ اتحاد و یکجہتی کی روشنی اور نئے نظام سے ان کے اخلاق و خیالات اور اچالی بہت بڑی طرح اثر کیا ہے۔ اگر آپ اس خطرناک اور انتہائی دور سے بچنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بچنا چاہتے ہیں۔ تو ضرور یہ ذیل کتب کا ضرور مطالعہ کریں۔ آپ کے اخلاق اور خیالات کو تبدیل کرنے کے کام میں۔ یہی فہرست میں ان کا مطالعہ فرمادے فرما رہے۔

حضرت مولانا محمد عثمان صاحب دارالطبیۃ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ وہ
بنائے عقل
 عقل و فہم کا دیباچہ اور اس سے استفادہ کرنے کا سب سے بڑا اور سب سے بہتر طریقہ ہے۔ عقل کو اساتذہ کرام انسان کا سب سے بڑا اور سب سے قیمتی ہتھیار ہے۔

کلید خوشنما

حضرت مولانا محمد عثمان صاحب دارالطبیۃ صاحب کی دوسری بلند پایہ تصنیف کی قریب اس کے نام سے ظاہر ہے۔ یہ تصنیف آپ کو بہت سی چیزیں بتا دے گی۔ آپ سے بھیجی گئی کوشش کرو۔ آپ اپنے نفس کے مطالعہ سے نہ فرماؤ اور اپنے خیالات اور کردار کے کلمات کو معلوم کر کے زندگی کے عمارت پر قابو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ تم اطمینان اور سرت سے کیوں محروم ہو رہے۔ انسانی کردار میں احتیاط کیوں ہے، اصل خود غرضی ہے۔ مذہبی سیاسی اور شخصی مقاصد کی وجہ سے؟ قیمت صرف دو روپے عادیہ محمولہ ایک۔

ہاتھ کے اساتذہ سے اپنی عقل کے ساتھ ہمیشہ رہنا چاہیے۔ اور اس کے بغیر ہر مسئلہ کو حل کرنے سے بھی کوشش نہیں کی۔ عقلی قوت سے کہ انسان کو فہم ہے۔ اور وہ ہر کام کو عقل ہی کی روشنی میں انجام دیتا ہے۔ لیکن میں زندگی یہ ہے کہ وہ عقل کو بھٹکے ہوئے کر کے عمل میں لائے۔ جو خواہشات و جذبات سے کسی وقت بھی عقل کو نہیں مٹاتا ہے۔ کتاب ہاتھ سے عقل اس مقصد سے لکھی گئی ہے کہ ہر انسان کے دل میں سے کچھ لوگ اپنے آپ کو بھٹکے ہوئے اور بے گنج ہر مسئلہ پر استحال کریں اور اپنی مسامحتوں سے کام لے کر اپنی عقل اور فہمی زندگی کو اپنے لئے اپنے ذہن سے لے اپنی قوم ملک سے لے اپنے دوست و احباب سے لے مفید نہ بنائیں۔ قیمت صرف دو روپے عادیہ محمولہ ایک۔

مذہبی و سیاسی کتب

مولانا محمد عثمان صاحب دارالطبیۃ اسلامی فکر و شعور
 شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ
 شاہ ولی اللہ دہلوی کی سیاسی فکر و شعور
 تعلیمات مولانا صاحب اللہ سندھی
 آزادی و ستم و استبداد
 نامہ انبیاء و ائمہ و افاضی و سوانح حیات
 اسلام کا فہرہ و توحید
 مولانا صاحب کا مہتمم اور ادب میں
 مولانا مولانا ابوالکلام آزاد کا مکمل
 مولانا صاحب اللہ
 مولانا صاحب مولانا ابوالکلام آزاد
 مولانا ابوالکلام آزاد
 مولانا ابوالکلام
 مولانا صاحب
 اسلامی حیات مولانا ابوالکلام آزاد
 مولانا ابوالکلام آزاد
 مولانا ابوالکلام
 مولانا صاحب
 اسلامی حیات کے دو حصے
 مولانا ابوالکلام آزاد

معاہدات اسلام آزاد
 الفتن سوانح حضرت ابوبکر صدیق
 معاہدات جمال الدین افغان
 افادات شاہ ولی اللہ
 افادات شیخ ہندوستان میں بدلتے ہمارے لالہ ہرود
 شاہ اسماعیل شہید
 تاریخ سلطنت غزنوی
 مسلمان اور مروجہ سیاسی کشمکش کل سمیت
 تحفہ ایمان و دین
 بدوہ
 تحقیقات
 فہیات
 اسلام سے سیاسی تعزیرات
 فیصلہ ہندوستان
 بار سے ہندوستانی مسلمان

اسلام کا اتحادی نظام
 مسلمانوں کا حقوق و ذوال
 مسلمانوں کا نظام حکومت
 اسلام میں غلامی کی حقیقت
 مسلمانوں کا فہمی و عقلی مستقبل
 تحریک اہل ایمان شاہ اسماعیل شہید
 اسلامی نظام حکومت
 اسلامی تہذیب کی بے
 عقائدات محمد علی
 عقائدات محمد علی
 جنت کوثر
 اسلام کی فہمی و اسلامی باہمی
 اسلام کے حاکم و حاکم
 اسلام کا فہمی و مستقبل
 حیات محمدیہ

عقائدات آزاد
 عقائدات مولانا ابوالکلام آزاد
 اسلام کا اتحادی نظام
 مسلمانوں کا حقوق و ذوال
 مسلمانوں کا نظام حکومت
 اسلام میں غلامی کی حقیقت
 مسلمانوں کا فہمی و عقلی مستقبل
 تحریک اہل ایمان شاہ اسماعیل شہید
 اسلامی نظام حکومت
 اسلامی تہذیب کی بے
 عقائدات محمد علی
 عقائدات محمد علی
 جنت کوثر
 اسلام کی فہمی و اسلامی باہمی
 اسلام کے حاکم و حاکم
 اسلام کا فہمی و مستقبل
 حیات محمدیہ

ہم نے کہتے ہیں:۔ زمزم بک اینڈ بیس بیس لال روڈ۔ لاہور

باب ۲

پاکستان میں صنعت و حرفت کی ترقی کے امکانات

مطالبہ پاکستان کی سب سے بڑی کمزوری اس کی مالی بد حالی ہے، عجیب خدا کی قدرت ہے کہ ہندوستان کے جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد کم ہے، یعنی صوبہ سرحد اور سندھ۔ یہ صوبے اقتصادی اعتبار سے دیوالیہ ہیں، اور اپنی صوبائی حکومت کا خرچ بھی نہیں برداشت کر سکتے۔ انھیں اپنا کاؤڈا حکومت چلانے کے لئے مرکزی حکومت کا دست بگر رہنا پڑتا ہے۔ صوبہ سرحد کو اصلاحات دئے جانے اور سندھ کی ملحدگی کے خلاف تماشہ سہی دلی قومی کر یہ دونوں صوبے اپنی آپ کفالت نہیں کر سکتے، اور ان کی خود بخاری کا مطالبہ اسی بنا پر ضرور نہیں کیا جاسکتا۔ بہر حال انھیں اصلاحات تو ملنی چاہئے تھیں، اور میں، اور سندھ اور صوبہ سرحد گورنر کے صوبے قرار دے دئے گئے، لیکن اس وقت تک سندھ کو مرکزی حکومت سے ایک کروڑ پانچ لاکھ، اور صوبہ سرحد کو ایک کروڑ سالانہ کی رقم مل رہی ہے۔ گویا ان صوبوں کی خود بخاری کی قیمت حکومت ہندی کو ادا کرنا پڑتا ہے۔

اقتصادی لحاظ سے بلوچستان کی پوزیشن ہے، وہ تو بھوکوں کو معلوم ہے، بس بے دیکر ایک صوبہ پنجاب ہی رہ جاتا ہے، جس کی آمدنی تقریباً گیارہ کروڑ سالانہ کی ہے۔ لیکن یہ رقم پنجاب جیسے بڑے صوبے کے اخراجات ہی کی شکل سے کفالت کرتی ہے۔ کسی صوبے کی مالی حالت کا اندازہ اس امر ہی سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ تعلیم اور دوسرے ترقی و تلاح کے مینوں پر کتنی رقم صرف کرتا ہے۔

بہر حال یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان صوبوں کی ہندوستان سے ملحدگی کے بعد صوبہ سرحد اور سندھ کے اخراجات کون پورا کرے گا؟ ظاہر ہے کہ پنجاب خود اپنی کفالت کرنے کے علاوہ کسی پر دوسی صوبے کی مدد نہیں کر سکتا۔

اگر اتر پردیش صوبوں (پنجاب، سرحد، بلوچستان اور سندھ) کی مجموعی آمدنی کا تخمینہ کیا جائے تو وہ کسی طرح ۱۷-۱۸ کروڑ سالانہ سے آگے نہیں جاسکتی۔ اور ظاہر ہے کہ جب یہ رقم ان صوبوں کی حکومت چلانے ہی کے لئے کافی نہیں تو ہندوستان سے ملحدگی کے بعد پاکستان کی مرکزی حکومت کو چلانے کے لئے اس کے پاس اخراجات کہاں سے آئیں گے؟

پاکستان میں صنعت و حرفت

موجودہ مذہب دنیا میں حکومت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ صنعت و حرفت ہے۔ ملک صنعت و حرفت میں جس قدر آگے ہوگا اسی قدر زیادہ

کاؤں سے ملتا ہے۔ ہمدی وند ریاست مید آباد کی ٹنگری نامی کان سے نکلتا ہے اور ہمدی صوبہ متوسط کی کاؤں سے۔ ان تمام مقامات کا کوئلہ جتنی کم کا ہوتا ہے اور اس کا کچھ حصہ اس جی ہوتا ہے جو کس دھیرہ بنانے کے کام آسکتا ہے۔

بقیہ پٹا فیصدی (ڈیڑھ فی صدی) کوئلہ پاکستانی علاقوں یعنی پنجاب (سیالکوٹی)، بلوچستان، آسام وغیرہ سے نکلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی مقدار سے کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس پٹھورہ یہ ہے کہ یہ کوئلہ نہایت گھٹیا قسم کا ہے جس میں گندمک زیادہ پائی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ کوئلہ کشینوں اور انجیوں کی جتنی جیسے تعلقاً کمزور نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے بریل یا کارخانے نہیں بنائے جاسکتے۔

ہندوستان میں کئی بار کوئلہ کی کمی کے متعلق آوازیں بلند ہو چکی ہیں لیکن ابھی سطح مرتفع جنوب ہند اس کے پیچھے کتنا انورہ کوئلہ دیا جائے گا یہ کسی کو اندازہ نہیں۔ پھر بھی شمالی ہند کے کسی مقام پر سستل میں اچھا کوئلہ ملنے کے کام آسکتا ہے۔

لوہے کی پیداوار میں شاید ہندوستان ساری دنیا کے ملکوں سے بڑی بجائے۔ لیکن جب ہندوستان انجم ہونے لگے گا تو یہ سارا کامار بوا ہندوستان میں چل جائے گا۔ ہندوستان میں اوسطاً ۱۰ لاکھ ٹن سے لیکر ۵۰ لاکھ ٹن تک سالانہ پائیدہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ ساری کی ساری مقدار باجموم سنگھ جوم ذیور بھیج وغیرہ مقامات میں پیدا ہوتی ہے جو صوبہ بھار، متوسط اور ریاست حیدر آباد میں واقع ہیں۔ اور پنجاب، سندھ، صوبہ سرحد کے کسی مقام سے لیا جاسکتے کی کوئی امید نہیں۔ ہاں بنگال میں بہت قسم کی مقدار میں پائیدہ ہوتا ہے۔ لیکن اول تو وہ بہت معمولی قسم کا ہوتا ہے۔ اور دوسرے کوئلہ ہونے کے سبب اسے لکھیا نہیں جاسکتا۔ ہونے کے سبب ضروری ہے کہ کوئلے کی کالیں بھی اس کے آس پاس ہوں تاکہ اسے لکھایا اور معائنہ کیا جاسکے۔ ورنہ کوئلہ کسی دوسری جگہ سے لانے سے باہر داری کے اخراجات ناقابل برداشت ہو جاتے ہیں۔

۱۱۔ آئرن اینڈ سٹیل ورکس: برطانوی شہنشاہیت کے اندر سب سے بڑا صوبہ کارخانہ ہے اور دنیا کے ہونے کے کارخانوں میں اس کا دوسرا نمبر ہے۔ کوئلہ اور لوہا کی موجودہ دنیا میں کیا اہمیت ہے اس کے متعلق میں کچھ زیادہ لکھنا نہیں کیونکہ ہر صاحب بصیرت شخص کو یہ معلوم ہے کہ دنیا کی موجودہ سیاسیات کم و بیش ان ہی دو اشیاء کے گرد گھومتی ہے اور براسی کے صنعتی ممالک میں بڑی جگہیں ہوا کرتی ہیں۔

مینگنیئر: یہ دھات فولاد کی تیاری، رنگ سازی اور ادویہ کی تیاری میں کام آتی ہے، کی پیداوار کے اعتبار سے دنیا میں روس کے بعد ہندوستان ہی کا نمبر ہے۔ یہ دھات اس قدر ضروری ہے کہ کوئلہ اور لوہا کے بعد اسی کا درجہ ہے۔ بہر حال یہ جنس بھی پاکستانی صوبے کے کسی مقام پر نہیں پائی جاتی۔ اور اس کی ساری کی سارا پیداوار صوبہ متوسط، مداس اور بہار کی کاؤں تک محدود ہے۔

پاکستان (المنعمین کی دھات) جنوبی ہند، آسام، صوبہ متوسط اور قسمی مقدار میں پائی جاتی ہے۔ یہ دھات برقی آلات اور ہمارا اور دیگر استعمال کے برتن وغیرہ بنانے کے کام آتی ہے۔

ابرک: اس جنگیں ابرک کو جو اہمیت حاصل ہو چکی ہے وہ ظاہر ہے۔ اس کے متعلق ہرے تختے، پائپ اور ٹیکنیکل بہت کارآمد ہوتی ہے۔ ہمارے کے لئے تو یہاں تک کہا جاسکتا ہے کہ ابرک کے بغیر اس کو بننا ہی دشوار ہے کیونکہ جو چیزیں ابرک سے تیار کی جاتی ہیں، وہ کسی دوسری دھات سے تیار نہیں کی جاسکتیں۔

جہاں تک ابرک کی پیداوار کا تعلق ہے یہ کہا جاسکتا ہے کہ بہار میں چوٹا ناگپور کے علاقے کو ساری دنیا کی ابرک کی پیداوار کی اجارہ دہی حاصل ہے۔ بہر حال یہ دھات زیادہ تر خرابی باغ (بہار)، نیلور (مداس)، پٹنہ اور اجمرہ میں پائی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی پاکستانی انقباضی بلندی نکرے کام تجھے ہوتا

ہیں ان علاقوں کو پاکستان میں شامل نہیں کر سکتا۔

چٹول چٹول کی موجودہ سمت دنیا میں جو اہمیت ہے وہ خارجیہ ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ بعض ملکوں کی مذہبی کی بنیاد یہی ہے کہ ان چٹولوں کے ملک میں چٹول پیدا ہوتا ہے۔ روئیہ کے لئے روس اور چین کی کشمکش برما کے لئے جاپانیوں اور انگریزوں کی جنگ اور آج عراق اور ایران پر سیاسی اقتدار کے لئے دو عالم کی باہمی نزاع اسی چٹول کے پیشوں کی بنا پر ہے۔ لیکن اس مجلس کی پاکستان میں آتی ہیں پیداوار ہے کیلئے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

چٹول
کے ان چٹولوں
آج عراق اور ایران پر سیاسی
کر کے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔

چٹول کے ملک میں چٹول پیدا ہوتا ہے۔ روئیہ کے لئے روس اور چین کی کشمکش برما کے لئے جاپانیوں اور انگریزوں کی جنگ اور آج عراق اور ایران پر سیاسی اقتدار کے لئے دو عالم کی باہمی نزاع اسی چٹول کے پیشوں کی بنا پر ہے۔ لیکن اس مجلس کی پاکستان میں آتی ہیں پیداوار ہے

یہ بھی ہیں، لیکن ان کی اہمیت بہت کم ہے، کیونکہ ان کا کوئی شے کوئی بدل نہیں سکتا ہے، مثلاً تنگ آسوں (ایک قسم کی ریشہ دار صنعتی چیز وغیرہ بنایا جاتا ہے) اور علاوہ اس کے، کروٹیم، گندھک، چینی، مٹی وغیرہ۔ یہ چیزیں کثیر مقدار میں جزیرہ نما دالے حصے میں تمام گردشے والی دھاتیں، گرامٹ، گندھک، چینی، مٹی، اور سنگ مرمر وغیرہ ایسی دھاتیں ہیں جو ہندوستان اور پاکستان میں ہیں۔ گندھک (ہمچستان میں پیدا ہوتی ہے) ہی ایک ایسی دھات بنے جاتی ہے جو پاکستان میں ہوگی اور ہندوستان میں نہ ہوگی۔ مارا دو یہ اور رنگ صاف کرنے والے سفوف وغیرہ بناتے ہیں۔

کے کثیر کی ملک میں انہی طرح کی کامی کرنا بالکل مفید اور قیاس معلوم ہوتا ہے اور یہ پاکستان کی ایسی بنیادی اور قدرتی کمزوری ہے جسے دور سے بھی باہر ہے۔

چند اعداد و شمار دئے جاتے ہیں

پاکستان میں معدنیات کی کمی

۱۹۳۷ء کے اعداد و سالانہ پیداوار

ت	پاکستان میں	ہندوستان میں	نمبر	معدنی
۱	۱۱ لاکھ ۵۶ ہزار ٹن	۲ کروڑ ۲۵ لاکھ ٹن	۱	کولہ
۲	۳۳ لاکھ ٹن	۲۵ لاکھ ٹن	۲	لوہا
۳	۳۳ لاکھ ٹن	۳۳ کروڑ ۳۸ لاکھ ٹن	۳	چٹول
۴	۴ لاکھ ۲۳ ہزار ٹن	۸۶ ہزار ہندو ڈویٹ	۴	ابرک
۵	۴ لاکھ ۳ ہزار آؤنٹ	۴ لاکھ ۲۳ ہزار ٹن	۵	سینکینز
۶			۶	

ذیل کے اعداد و شمار سے معلوم ہو گا کہ ان ہی مجبوروں کے سبب پاکستانی علاقوں میں انڈسٹری کی کیا حالت ہے۔

صنعت و حرفت میں پاکستان کی پسماندگی

(اعداد و شمار ۱۹۳۷ء کے دئے گئے ہیں)

نمبر شمار	کارخانوں کی قسم	پاکستان میں	ہندوستان میں	کل
۱	کپڑے کی مییں	۹	۳۲۱	۳۳۰
۲	جوٹ " "	۰	۱۰۳	۱۰۳
۳	پینے " "	۹	۲۳۸	۲۴۷
۴	ریلک " "	۴	۳۹	۴۱
۵	اُون " "	۴	۶	۱۰
۶	ہوزری " "	۳۲	۶۹	۱۱۱

غیر پاکستانی صوبوں میں کارخانوں کی تعداد

(۱۹۳۹ء کے اعداد و شمار)

نمبر شمار	صوبے	کارخانوں کی تعداد	مزدوروں کی تعداد
۱	مداس	۱۸۱۱	۱۹۷,۲۶۶
۲	بمبئی	۳,۱۲۰	۴۶۶,۰۳۰
۳	پونہ	۵۳۶	۱۵۹,۷۳۸
۴	بہار	۲۹۵	۹۰,۳۶۹
۵	سی۔ پی	۷۶	۵۱,۱۸۶
۶	اڑیسہ	۷۲	۳۳,۳۰۲
۷	آسام	۷۳۳	۴۸,۵۱۵
		۷,۳۳۵	۱,۰۳۷,۵۱۶

(دس لاکھ سینتالیس ہزار پانچ سو سولہ)

(سات ہزار تین سو پینتالیس)

میزان

۱۹۳۷ء میں ۸۳ چینی کے کارخانے تھے ۳۱ آؤٹی کپڑے کی مییں میں اور ۲۵ سوٹی کپڑے کی مییں میں۔

۱۹۳۷ء میں ۱۳۸۰ چینی کے کارخانے تھے۔ سارے ہندوستان میں کل ۱۶۳ شوگر مییں میں تھیں ہندوستان میں چینی کے جتنے کارخانے ہیں، ان میں

۸۰ فی صدی کارخانے بہار اور پونہ میں ہیں۔

پاکستانی صوبوں میں کارخانوں کی تعداد

(۱۹۳۹-۴۰ء کے اعداد و شمار)

نمبر شمار	صوبے	کارخانوں کی تعداد	مزدوروں کی تعداد
۱	پنجاب	۷۹۸	۴۹,۳۷۳
۲	سندھ	۳۱۱	۲۷,۸۵۱
۳	صوبہ سرحد	۲۹	۱,۳۷۱
		۱,۱۳۸	۹۸,۶۹۵
بیزان		(ایک ہزار ایک سو اسی)	(ایک لاکھ نوے ہزار چھ سو تالیس)

پوربی پاکستان، یعنی بنگال میں کارخانوں کی تعداد

(۱۹۳۹-۴۰ء کے اعداد و شمار)

نمبر شمار	صوبے	کارخانوں کی تعداد	مزدوروں کی تعداد
	بنگال	۱,۷۳۵	۵۱,۵۳۹

ہندوستان میں سوتی کپڑے کی پیداوار اور اُس میں صوبوں کا حصہ

غیر پاکستانی صوبے

پانچ	۱۔ مدراس
۲۔ بمبئی	۳۔ صوبہ متحدہ
۴۔ صوبہ سندھ	۵۔ اجمیر و راڈ
۶۔ دہلی	۷۔ بہار
۲۳,۸۰,۰۰,۰۰۰	
۳۹,۴۹,۱۱,۰۰۰	
۷,۰۰,۰۰,۰۰۰	
۲,۵۱,۹۳,۰۰۰	
۹۷,۵۱,۰۰۰	
۲,۵۸,۰۰,۰۰۰	
۱۹,۵۵,۰۰۰	
۴۳,۹۳,۹۱,۰۰۰	

(چونکہ کروڑ تانے لاکھ اکٹھے ہزار پانچ)

۱۹۳۹-۴۰ء میں بنگال میں ۴۹ ہزار سو سو ایک سو تالیس اور ۳ لاکھ تالیس تھیں۔

سرمایہ

خام اشیاء کے بعد دوسرے نمبر پر صنعتی ترقی کے لئے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کسی ملک میں خام اشیاء موجود ہی ہوں اور صنعت کی کامیابی کی دو چیزیں معدنیات کو نکالنے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہے۔ افغانستان میں کوئلہ اور لوہا کی کانیں دریافت ہوئی ہیں، لیکن اس کے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ ان چیزوں کو نکالے۔ ایران کے پاس تیل موجود تھا، لیکن وہ انگریزی سرمایہ (ANGLO PERSIAN OIL COMPANY) کے زیرِ ماتہ ہوا۔ اور یہی کیفیت عراق کی بھی ہوئی۔ لہذا مغلس ممالک کے پاس اگر قدرتی وسائل موجود ہی ہوتے ہیں، تو سرمائے کی کمی کے سبب وہ خود اس سے محروم نہیں رہ سکتے، اور اسے برآمد کرنے کے لئے کسی یورپین یا امریکی کو متھیک دینا چاہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یورپینوں کو ذرا پیر لگانے کی جگہ دیکھئے اور وہ سارے ملک پر قابض ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی ایجنٹو پشین آئل کمپنی کے بہانے انھوں نے ایران کی ساری سیاست پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اسی طرح عراق کے تیل کے شعلوں کی بدولت، حکومت عراق شہنشاہیت برطانیہ کے ہاتھوں کی کھیل ہے۔ غرضیکہ یورپی سرمائے کی مدد لینے کے لئے دوسروں کا نظام بننا پڑیگا۔

مابین پاکستان یہ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس سرمایہ نہیں تو ہم یورپین ملکوں کو پاکستان میں سرمایہ لگانے کی دعوت دیں گے، اور اس طرح اپنے ملک کی اڑھائی کو ترقی دیں گے۔ اس میں شبہ نہیں کہ پاکستان کی دعوت پر یورپین ملک ٹینک کپے کو تیار ہوگا، لیکن کوئی سرمایہ یوں ہی نہیں لگا دیتا۔ وہ یہی دیکھے گا کہ اس ملک میں وہ سرمایہ لگا رہا ہے اس کی سیاسیات میں بھی اس کا کوئی دخل ہوگا یا نہیں۔ یا اس کا سرمایہ دھوب جائے گا۔ ظاہر ہے کہ جو ملک پاکستان میں سرمایہ لگائے گا وہ پاکستان کی سیاسیات کی باگ ڈور بھی اپنے ہاتھوں میں رکھے گا۔ آج ہندوستان میں یورپین سرمایہ داروں کے مفاد کو محفوظ رکھنے کیلئے حکومت برطانیہ کیا نہیں کرتی۔ اسی طرح چین ایک آزاد ملک کی بھی مثال لے لیجئے جو انگریز اور امریکن سرمایہ داروں کے جھگڑ میں ہے اور اس کی ساری سیاست ایران ہی ملکوں کا قبضہ ہے۔

بہر حال اگر پاکستان پر بھی اسی طرح کوئی سرمایہ دار قابض ہو جائے گا تو پھر پاکستان کو کسی نہ کسی کا غلام ہی رہنا پڑے گا۔

مابین پاکستان اپنی تمام تحریروں میں یہ شکایت کرتے ہیں کہ پنجاب، سندھ اور بنگال کے مسلم صوبوں پر بھی اقتصادی اقتدار سے محروم رہا، لیکن ہمارے ہاں کارخانے، بینک، فیرملکی تجارت، انشورنس کمپنیاں، الیکٹرک کمپنیاں وغیرہ سب پر ہندو ہی قابض ہیں۔ اور زندگی کی ہر قسم کی ضروریات کا بازار گویا ان ہی کے ہاتھوں میں ہے۔

اس سے کسی کو انکار نہیں، لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان بن جانے سے کس طرح ان چیزوں پر مسلمان قابو پائیں گے۔ پاکستان سبندو سکھوں، اور مسلمانوں کو یقینی کاروبار کی مساوی انادادی ہوگی۔ اور وہ جس طرح آج چھائے ہوئے ہیں، پاکستان بن جانے پر بھی ہندوستان کی اقتصادیات پر چھائے رہیں گے۔ غرضیکہ پاکستان بن جانے سے بعد دو ہی نتیجے نکل سکتے ہیں۔ یا تو ہندو بیداریغ پاکستان میں ردِ پسہ لگائے گا، لیکن یہ اُسی وقت ہوگا جب تک وہ پاکستان کی سیاست کو اپنی مرضی میں رکھ سکے گا۔ دوسرے الفاظ میں اس کے معنی پاکستان کی معزنی غلامی ہے۔ لیکن اگر اس کے برعکس ہندو پاکستان میں سرمایہ لگانے میں خطرہ محسوس کرے تو وہ بھی پاکستان میں اپنا سرمایہ نہ لگائے گا، اور وہ اپنا سرمایہ لیکر ہندوستان میں چھائے گا، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ سرمایہ نکل جانے کے سبب پاکستان مغلس بن جائے گا۔

مشتری

کسی ملک کی آزادانہ طور پر صنعتی ترقی کے یہی معنی ہیں کہ مشنری اور دوسرے آلات یہاں اور جاسے درکار ہوں اُسے وہ خود تیار کرے۔ غیر ملک سے مشنریاں خریدنے میں اول تو ملک کی دولت کا ایک بڑا حصہ نکل جاتا ہے۔ دوسرے گراں نشین خریدنے میں مال کی تیاری پر لاگت زیادہ بڑھتی ہے، جس سے مال کی کھاسی پر اثر پڑتا ہے۔ علاوہ ازیں بیرون ملک سے مشنری منگنے میں بیلگی بھی ادا کرنی پڑتی ہے جس سے وہ ادا گراں ہوجاتی ہیں (مشنری پر جنگ کی جو گراں خرچ ہے وہ سب کو معلوم ہے) گذشتہ جنگ کے زمانے میں تو مشنری پر ہندوستانی بندرگاہوں میں تقریباً نصفیہ جنگی ادا کرنی پڑتی تھی۔ اس میں شبہ نہیں کہ جنگ کی آمدنی سے ملکی حکومت کو فائدہ ہوگا اور ملک کے سوشل اور تعمیری (NATION BUILDING) کام زیادہ آگے بڑھیں گے، لیکن یہ جنگی اند مشنری پر تو اتنا زہر ہے۔ بیگی۔

چھوٹے چھوٹے ملکوں میں مشنری تیار کرنا نہ صرف مشکل بلکہ محال بھی ہے۔ مشنریاں صرف ان ہی ملکوں میں ڈھل جاسکتی ہیں جو اعلیٰ درجے سے صنعتی ملک ہوں اور ان میں خود مشنری کی کھپت کا اچھا بازار ہو۔ مثال کے طور پر ایک اونچے پاور کے الیکٹرک ڈائمنڈ کوئلے سے لےجئے۔ ڈائمنڈ سود و سود ڈھالے ہیں تو اس کا خرچ بھی نہ نکلے گا، بلکہ ختم شدہ ہوگا۔ ہاں اگر پانچ دس ہزار ڈائمنڈ ڈھالے جائیں گے تب کہیں فائدہ ہوگا۔ لیکن جس ملک کے پاس دس ہزار ڈائمنڈ کا بازار نہیں، وہ کیوں اس پکڑ میں پڑے گا۔ اسی طرح جوٹ، کاٹن، سنٹ وغیرہ بنانے کی مشینیں ہیں جن کے پڑنے ہندوستان میں شغل ملے ہیں۔ اگرچہ ہندوستان صنعت و حرفت میں کافی آگے بڑھ چکا ہے۔ لیکن یہ ابھی اس قابل نہیں ہوگا کہ اپنی مشینیں آپ ڈھال سکے۔ مشنری کے معاملے میں وہ یورپ اور امریکہ کا محتاج ہے۔ جب ہندوستان بھی عظیم ایشیائی ملک کی یہ حالت ہے تو پاکستان کا کیا ہوگا؟ اس سلسلے میں یہ چیز قابل ذکر ہے کہ ہندوستان سے امریکہ کی ساری دیگی اسی بنا پر ہے کہ وہ ہندوستان میں اپنی مشنریاں (CAPITAL GOODS) کھپا چاہتا ہے اور اپنی زرعی اند مشنری کے لئے ایک بڑا بازار پیدا کرنا چاہتا ہے۔ انگلستان الگ اس کوشش میں ہے کہ ہندوستانی صناعت اس سے معاملہ کر لیں پھر انگلستان کے مفاد زیادہ تر ہندوستان میں مشنری ہیں بلکہ تیار مال (CONSUMER GOODS) فروخت کرنے میں ہے۔ بہر حال ہندوستان کی اکل اس قابل تو نہیں کہ اپنی مشنریاں خود بنائے، لیکن اسے اسی ملک سے معاملہ کرنا چاہئے جس سے معاملہ کرنا اس کے لئے سیاسی طور پر مفید ہو۔ اس سلسلے میں ایک چیز اور قابل غور ہے، یعنی اپنے صنعتی مفاد کے خاطر امریکہ دن بدن ہندوستان کے معاملے میں ذلیل ہوتا جا رہا ہے، اور چین کی جمع ہندوستانی کی سیاستاں پر بھی حاوی ہونا چاہتا ہے۔

بہر حال مشنری ڈھالنے سے پہلے اس کی کھاسی کے لئے بازار کی ضرورت ہے۔ اور مشنریوں کی کھاسی کے لئے لازمی ہے کہ ملک صنعت و حرفت میں کافی آگے بڑھا ہوا ہو۔ صنعت و حرفت میں وہی ملک آگے بڑھ سکتا ہے جس کے پاس کچا مال اور بازار ہو۔ غرضیکہ یہ سائیکل کا چکر ہے، اور ایک چیز کا دوسرے پر انحصار ہے۔ دنیا میں بہت کم ملک ایسے ہیں جو مشنریاں ڈھال سکتے ہیں۔ امریکہ، جرمنی، انگلینڈ، فرانس اور جاپان کے سوا بڑے پیلے پڑ نہیں ڈھالے گا کام دنیا میں کہیں نہیں ہوتا۔ بلکہ اعلیٰ درجے کی مشینیں تو ایک ہی دو ملک ہیں یعنی چین، جیسے رولس رولس (ROLLS ROYCE) آپ کا رولین کا انجن صرف امریکہ میں ڈھل سکتا ہے اور وہ بھی فورڈ کے کارخانے میں۔ انگلینڈ نے اس حربہ کو بھی ڈھالنے کی بہتری کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا۔ جنگی ضرورتوں کے لئے جب انگلستان نے ہنری فورڈ کو رولس رولس کے اردو لین کے لئے آرڈر دیا تو فورڈ نے

صاف انکار کر دیا۔ انگلستان سبکدوش رہ گیا۔ لیکن نہ ہونے کے برابر کہ انگلستان خود ایسے انجن تیار کرے۔

غرض کہ کشمیری کا حلالی صنعتی ترقی کی صورت ہے۔ اور یہ کام وہی ملک کر سکتے ہیں جو صنعت و حرفت میں بہت زیادہ آگے بڑھے ہوں۔ ان کے پاس اعلیٰ درجے کی کاریگری (SKILL) ہو، اور بنیاد مہتمم کا ہو۔ ہندوستان کے متعلق تو یہ توقع بھی کی جاسکتی ہے کہ وہ دیر میں اس کے بعد اپنی شینیں آپ ڈھالنے کے لائق جو بنائے گا۔ لیکن پاکستان سے تو کہیں یہ توقع نہیں قائم کی جاسکتی۔

کاریگری صنعتی کاریگری اور ہنرمندی (TECHNICAL SKILL) بھی اُسی ملک کا حصہ ہے جو انہی شہری میں بہت آگے بڑھا ہوا ہو۔ جس ملک کی حکومت اپنے نوجوانوں کو سائنس کی تعلیم دینے پر پاروں روپے خرچ کرتی ہے اور کروڑوں روپے مالانہ سائنس کے ایک شعبے کے لیے سچ پر صرف کرتی ہے، اُسی ملک میں کاریگری اور ہنرمندی بھی ترقی کر سکتی ہے۔ ہندوستان تو ابھی عام تعلیم ہی میں پیچھے ہے۔ تعلیم کا ذکر یہی سبب ہے کہ ہم ناقص ہیں اور ڈھالنے یا ڈالیا گئیں مست بنانے کے لئے انگریز امریکن یا غیر ملکی پڑھائے ہوئے ہیں اور قریباً تمام نوجوان ہیں۔ بیکر اور فرین و فیروور میں ہی ہوا کرتے ہیں۔ بہار (پٹر) میں سائیکلوں کا ایک کارخانہ قائم ہوا ہے۔ لیکن سائیکل کے پڑے ڈھالنے کے لئے ہندوستان میں کاریگری موجود نہیں اور پیکلوں کا سب سے اعلیٰ نمونہ آئے ہیں۔ پھر بعض پڑے ایسے ہیں (جیسے فری ویل) جو ہندوستان میں ہی نہیں سکتے۔ مال میں ہندوستان میں موٹر بنانے کے کئی کارخانوں کی داغ بیل ڈالی گئی ہے لیکن موٹروں کے پڑے ڈھالنے کے لئے ہندوستان میں کاریگری ناممکن ہے اور ہندوستانی متاع امریکہ سے کاریگری لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

فرنگی کاریگری کی خدمات حاصل کرنے میں بہت زیادہ مفرود اس کی قسم کے ٹولس دینے پڑتے ہیں جس سے مال کی تیاری پر لگات کارنامہ بڑھ جاتا ہے۔ ہندوستان اگر اسی رفتار سے صنعت میں آگے بڑھتا رہا تو بہت جلد یہ سائنٹیفک علم پر کئی رقم صرف کرنے لگے گا اور اچھے کاریگری تعداد میں ہندوستان میں ہی پیدا ہونے لگیں گے لیکن پاکستان میں اس کی تعداد کوئی توقع نہیں کی جاسکتی۔

لہذا اس کے ہندوستان میں فی الحال جس قدر کاریگری اور ہنرمندی موجود بھی ہے پاکستان اس سے سینکڑوں گنا کے فاصلے پر ہے۔ تربیت یافتہ اور ہنرمند مزدور، سمجھی، اچھا، باد، جیشید اور اچھے کچھ کا پتہ نہیں ہے جہاں ان کی خدمت سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن پاکستان میں ایک بھی ایسا صنعتی مرکز موجود نہیں جہاں سے اُسے ہنرمند مزدور (SKILLED LABOUR) مل سکیں۔

بازار صنعتی ترقی کے سلسلہ میں بازار (MARKET) کی ضرورت و اہمیت پر کچھ صفحات میں کچھ روشنی پڑ چکی ہے۔ اب یہاں صرف اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ہندوستان سے ملنے والے کے بعد پاکستان کی مصنوعات کا بازار بہت ہی محدود رہ جائے گا۔ پاکستان کی مجموعی آبادی تقریباً ۲۱ کروڑ ہوگی، ان میں صوبہ سندھ، پنجاب، سرحد اور کشمیر کے عوام کی قوت خرید عام انگلش کے سبب بہت ہی کم ہے کیونکہ یوں تو سارے ہندوستان کے عوام غریب ہیں لیکن ان صوبوں کے عوام کی غربت ہندوستانیوں سے بھی بڑھی ہوئی ہے اور ان کا سراسر زندگی ہندوستان کے عوام سے نیچا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ان صوبوں میں پاکستانی مصنوعات کے لئے بازار نہیں مل سکتا جس ایک پنجاب کا صوبہ ہے جہاں نسبتاً اچھا بازار مل سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ صرف ایک صوبہ کے بازار کے بل بوتے پر کوئی صنعت ترقی نہیں کر سکتی۔ ہندوستان کی مصنوعات کا دوسرا اچھا سودا سائنس کا مضمین افغان بازار رکھنے کے باوجود عوام کی قوت خرید کم ہونے کے سبب ناظر خواہ ترقی نہیں کر رہی ہیں۔ تو غیر قابل کا ذکر۔

اندیشی کا تو یہ کہ جسے جیسے جیسے پیداوار (LARGE SCALE PRODUCTION) ہوگی، اتنا ہی زیادہ منافع ہوگا اور چیزیں سستی

پڑیں گے۔ ہندوستان میں کپاہل، سرایہ، اور کارگروں کی فراوانی اور سب سے بڑے کارگر اور فوس کا ایک عظیم اعلان بازار حاصل ہونے کے سبب چرس ۵
 عمدہ اندرستی ہوں گی۔ لیکن اس کے برعکس پاکستان میں خود اپنا سرایہ، کپاہل، کارگر اور وسیع بازار حاصل نہ ہونے کے سبب اس کی مصنوعات
 ہندوستان کی مصنوعات سے گراں پڑیں گی۔ پاکستان کی مصنوعات کا ہندوستان سے مقابلہ کن شکل ہو جائے گا اور وہ قطعی اس کے مقابلے پر
 نہ فخر کیسں گی۔

آسانی نہیں ہیں تو یہ بھی دیکھ کر کہیں پاکستان کی رہی ہی اندر شری ہی نہ فخر ہو جائے اس وقت اور حیوانہ، امترسز و عمارتوں کے اولیٰ کیلئے
 ٹوہپاں، کپل، تاقین، ہوزری و فیرو، سیکنگٹ کے اسپورٹ کے سامان اور کشمیر کے شال و فیرو سارے ہندوستان کے بازاروں میں بکتے ہیں۔ لیکن
 تقسیم کے بعد دو ملک ہو جانے پر یہ صورت بھی بانی نہ رہی۔ ان اشیاء پر ہندوستان میں دانے کے وقت جنگی گئے گی جس کا نتیجہ ہوگا کہ ہندوستان
 کا مارکیٹ ان کے لئے بند ہو جائے گا۔ اور یہ فروغ پذیر صنعتیں بھی پاکستان کے محدود شعبے میں گھٹ کر فخر ہو جائیں گی۔ مجوزین پاکستان سے باہر پر
 یہ کہتا ہے:-

"مادہ گت صنعتی ہمارے تھوڑے شعبے میں رہیں اور عسکوں کے ذریعے ہندوستانی مصنوعات کی بھرمار ہوتی رہے گی۔ لیکن
 ہم انھیں فخر چکی ادا کے ہونے (پاکستانی) سرحد کے اندر داخل ہونے نہ دیں گے اور یہ جنگی ہماری مرکزی آمدنی کا ایک
 مزید ذریعہ ہوگی۔"
 (پیر شریف، "صنعتی بنیادی صفحہ ۳۲)

جوشہ پاکستان حکومت کو جنگی مادہ کرنے کا حق حاصل ہوگا، لیکن غور فرمائیے کہ جب پاکستان میں ہندوستان کے عمدہ قسم کے الی کہ لیل پیل ہوگی
 تو پھر پاکستان کی صنعت کا کیا رخ ہوگا؟ قطعی حکومت پاکستان، ہندوستانی اشیاء پر زیادہ سے زیادہ جنگی مادہ کرنے کے بعد بھی ہندوستانی اشیاء کی آمد نہ
 روک سکے گی کیونکہ ہندوستان کا الی عمدہ اور نہیں ہوگا۔ جس طرح آج ہم جاپان کے نقلی سبک پر سو فیصدی جنگی لگانے کے بعد بھی مارکیٹ برلن کا منتظر
 نہیں کر سکتے۔

پھر یہ سول بھی ہے کہ آپ خواہ زیادہ سے زیادہ جنگی مادہ کریں، لیکن پاکستان کی دولت تو ہندوستان میں جاتی رہے گی اور اس طرح پاکستان دن دن بیک
 لگال ہوتا رہے گا؟ اور پھر جنگی بھی کوئی پاس سے تھوڑا ہی دیتا ہے، بلکہ منس کی قیمت بڑھا کر خریداری سے جنگی کی رقم بھی وصول کر لیتا ہے۔

WWW.NATSEISLAM.COM

زراعت

اسی طرح زراعت جو صدیوں سے ہندو دنگوں کے میدانوں کی خاص چیز ہے آمدنی، تجارت اور صنعت کا واحد ذریعہ رہا ہے، لیکن "موت و بلی
 ندی پیداوار میں جو اسی میدان کے علاقے میں جلتی جا سکتی ہیں۔ یہی شکر اور جوش کی منتیں، ہندوستان کی انصاف سے زیادہ شکر و محصولات عمدہ ہیں تیار ہوتے
 اور انھیں دی ہماریں اور تقریباً ایک صدی در اس میں تیار ہوتی ہے۔

جنگل میں بارش افنی زیادہ ہوتی ہے، اور پنجاب میں اتنی کم ہوتی ہے کہ گنے کی کاشت نہیں ہو سکتی، لیکن جن صوبوں کی آب و ہوا گنے کی کاشت
 کے لئے بہتر ہے ان میں یہ صنعت حکومت کے زیر مہیا رہتی رہی ہے اور شکر کی درآمد پر اقتصادی ماحصل لگائے گئے ہیں، عام حالات میں ہمارا
 اپنی شکر و محصولات عمدہ ہیں، مگر یہ صنعت کم پر فروغ کر سکتا ہے، صوبہ متحدہ اور بہار دونوں پاکستان کے باہر ہوں گے اور اس کے مسلمانوں کو

انھیں اپنی ضرورت کی ایک ایک چیز یاں تک کر ایک کیل اور ایک پناہی در آمد کرنی پڑے گی اور اس کے عوض وہ صرف بھٹ دے سکیں گے۔
ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے پاکستان کا تصور کرنا بھی ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

ان سوانح و خطرات کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ہندوستان سے ملحدگی کے بعد پاکستان کی صنعتی ترقی کے امکانات بہت کم ہیں اور چونکہ موجودہ زمانہ میں صنعتی ترقی ہی ملک کی مجموعی ترقی کا دار و مدار ہے لہذا ہمیں پاکستان کا مستقبل نہایت ہی تاریک نظر آتا ہے۔ زیادہ کمپیوٹ چھوٹے صنعتی مالک آج اس نگر میں کرکس طرح وہ بڑے گھوں سے ناتہ جوڑیں اور وہ کسی بڑی وحدت (BIGGER UNIT) کے جزو ہو جائیں تاکہ انھیں بین الاقوامی تجارتی معاہدوں میں زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل ہو سکیں۔ بڑے بڑے معاہدوں میں جوٹے ایزرا کو کوں پھینکتا ہے۔ فن ایڈ اسٹونیا، لٹویا وغیرہ کی کوئی بات بھی نہیں پھینکتا۔ لیکن ہندوستان آج غلام ہوئے پر بھی بین الاقوامی تجارت میں ایک جگہ رکھتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے تجارتی فوائد و مراعات حاصل ہو سکتی ہیں۔ موجودہ دور تہذیبی اور اشتراک (CO-OPERATION) کا دور ہے۔ ہر ملک دوسرے ملک سے تجارتی تعلقات کا حتمی ہے۔ لیکن یہاں پاکستانی بھائیوں کو جو چیز مائل ہے وہ نادانی سے اسے بھی ٹھکرادینا چاہتے ہیں۔

زراعتی قوم بنام صنعتی قوم

اس احراض سے اجواب ہو کر پاکستان میں صنعتی ترقی کے امکانات بالکل نہیں معترفین پاکستان یہ فرماتے ہیں کہ پاکستان میں انڈسٹری نہیں ہو سکتی مضائقہ ہے نہ ہونے کے سبب تقنینی بیس سے در آمد بڑھے گی اور اس طرح ہماری جنگی کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ لیکن انھوں نے یہ نہ سوچا کہ ایلڈ (IMPORT) ہر مہینے سے پاکستان کی آمدنی میں ۵۰۰ کروڑ کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اس پانچ کروڑ کی جنگی مائل کرنے کے لئے سو کروڑ کا مال بھی فریہ ناپڑیگا۔ سبحان اللہ کیا دانشمندی ہے کہ پانچ روپے مال کرنے کے لئے گھر سے سو روپے دے جائیں۔

اس سلسلہ میں معترفین انکم نے ایک عجیب و غریب خلق پیش کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہندو قوم ایک "صنعتی قوم" ہے اور مسلمان قوم "غلامی قوم" ہے اور مسلمانوں کے مفاد زراعتی ہیں اور ہندوؤں کے مفاد صنعتی۔ غلامی و غریبی محووں کے مسلمان کچال پیداکرتے ہیں اور ہندو انھیں باہر کے ملکوں سے کوئی مقابلہ نہ ہونے کے سبب سستے داموں پر خرید لیتے ہیں اور اسی کچے مال سے سامان تیار کر کے ان ہی مسلمانوں کے ہاتھ گراں مال بھی بیچتے ہیں اور اس طرح مسلمان دوسرے غلام ہیں رہتے ہیں۔ چونکہ باہر کے مال پر حکومت ہند نے ہندوؤں کے اثر میں اگر بہت زیادہ جنگی مالہ کر دی ہے اس لئے مسلمانوں کو اپنا ہندوستانی ہون کا پڑا فریہ ناپڑا ہی ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے مالاکہ لینے کچے مال کے لئے انھیں امریکہ وغیرہ سے ایجادات مل سکتا ہے لیکن وہ مشترک ملک ہونے کے سبب غیر مالک سے معاملہ نہیں کر سکتے۔ ملحدگی کے بعد نہ ملکی قیمت مل سکے گی۔ اس لئے مسلمانوں کو ہندوؤں سے الگ ہو جانا پڑا ہے۔ کیونکہ دونوں کے مفاد جدا گانہ ہیں۔ یہ ہے ان کی منطق۔

لیکن کوئی ان سے پوچھے کہ گویہ۔ بی۔ بہانہ آسام، اڑیسہ، بنگال سی۔ بی۔ مدراس بھی وغیرہ کے ۲۵-۳۰ کروڑ ہندو غلام کے مفاد "غلامی" ہیں یا "صنعتی"۔ اگر صنعتی مفاد ہو سکتے ہیں تو ہر لاءیا، اورکسیر یا کے بازار سے زیادہ دو یا چار صدی ہندوؤں کے لیکن ۱۹۵۱ء صدی ہند کو ان کے مفاد و مسلمانوں کی طرح زراعتی ہیں۔ اگر یہ ہندو کم کروڑ پاکستانیوں "کا استعمال" (EXPLOITATION) کرتے ہیں تو وہ کم کروڑ غریب ہندو گھانوں کو بھی لٹتے ہیں اور ان سے بھی کم داموں پر کچال فریہ کر اسی سے مال تیار کر کے ان ہی غریب ہندو گھانوں کے ہاتھ زیادہ داموں پہنچے ہیں۔ اپنی

ہی غیر ملک سے زیادہ فائدہ پہنچا کر کہاں پہنچ کر کہتے ہیں اس کے سنی دوسرے الفاظ میں یہ ہیں کہ پاکستان پہلے ایک راجہ کی ملک تھی۔ لیکن کہاں پہنچے کے لئے انھیں اس ملک کی تیار شدہ مصنوعات بھی خریدنی پڑیں گی جس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان میں خود اپنی زندگی بسر کرنی پڑے گی۔

پاکستان کی دائمی اقتصادی غلامی

انفرض اقتصادی اعتبار سے پاکستان کے لئے کبھی یہ اس میں بل کا سنی کر دو لپٹے ہوئے پکڑا دھکے گا آج صدیوں سے افغانستان اور ایران آزاد قوم ہے لیکن اقتصادی کمزوری کے سبب ہندوستان کے ہی قبضہ میں آکر اس ملک کو اس کی مستقل نہیں دیا گیا۔ راجہ کی ملک کا جو حصہ رہا ہے۔ یعنی جسے جسے صنعتی ملک کی تواریج بنائیں انھیں کہاں بیٹا لگنا اور ان کا "ڈالار" بکرے اُن کا ہی خریدنا اور یہ صنعت پاکستان سے بھی بھاگ گئی۔ یہ حقیقت اب ایک مسلح حیثیت اختیار کر چکی ہے کہ راجہ کی ملک کیسے آزاد نہیں رہ سکتے کیونکہ کہاں پہنچے کے لئے انھیں صنعتی ملک کا تاج بٹانہ مانا ہے اور چونکہ کہاں کی بکری کے لئے یہ بھی لازمی ہے کہ میں ملک کے ہاتھ یہ بچا جائے اس کا تیار شدہ مل میں خرید جائے لہذا یہ بچا جاتا ہی رہتا ہے۔ صنعتی ملک کی کہاں ہی رہتا ہے اور نہ کوئی صنعت دی جا رہی ہو کبھی ہے۔ ایک شخص نہ راجہ کی ملک کے لئے آزاد ہی ایک بکرا بنے ہے۔ اس وقت آستان ابراہیم علیہ السلام کتب میں تو آزاد ہے لیکن اس کی سیاسی اور اقتصادی پالیسی پر امریکہ کا قبضہ ہے اور وہ ان کی شخص میں ہے اسی طرح جنوبی امریکہ جنوبی آفریقہ کتاؤ اور آسٹریلیا کا بھی یہی حال ہے جو راجہ کی ملک کا خوشنیک اقتصادی حیثیت سے پاکستان یا تو ہندوستان کا غلام ہو گا یا کسی دوسرے ملک اور چونکہ اقتصادی حیثیت سے بھی غلام ہو گا اس لئے لازمی طور پر سیاسی حیثیت سے بھی غلام ہو گا۔

سال بھر کی جیون ساتھی

FIKRISTAN POCKET DIARY 1946
فکرستان پاکٹ ڈائری ۱۹۴۶ء

موجودہ پابندوں کے باوجود

تمام مزدوری و اجرت اور ہر روزہ و روزی چھاپانی اور
دعوتِ جلد سے مرتب ہو کر انگریزی، اردو و ہندی ناموں
کے ساتھ تیار ہوئی

قیمت فی جلد ایک روپیہ نو آدھ مع وصول ڈاک
دیکھنے والے کے پاس سے زیادہ فی خریداری پر ایک اضافی
کیشن۔ قیمت ہر مال میں پیش آنا چاہئے۔

منبرِ حرستان ۲۴ مارچ یا ستمبر تک

منبرِ تربت مدرس کارپوریشن، بمبئی

مفت مفت مفت

تولستائی کی سنڈ اور سالہ حُجوتی

ایک آنے کا ٹکٹ برائے
موصول ڈاک بھیج کر مفت

منکاتے

ہندی لائف فائیلیسی (ن) انارکلی لاہور

اقبال اکیڈمی کی تازہ ترین مقبول ترین مکتوبات

تعلیم کا مسئلہ: عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے مایہ ناز پروفیسر ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب صدیقی ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ ڈی نے پوری وضاحت کے ساتھ ہماری تعلیمی ضروریات پر بحث کی ہے اور مستقبل کے لئے ایک نظام تعلیم کا مشورہ دیا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف اساتذہ اور طلبہ کو مفید ثابت ہوگا بلکہ ہر کچے بڑے کے خیالات میں انقلاب عظیم پیدا کئے گا۔ **قیامت** عظیم

ہندوستانی مسلمان: انگریزوں نے جب مسلمانوں سے حکومت لی تو یہاں کیا کیا کئے تو این جاری کئے اور کس طرح مسلمانوں کی تعلیمی سیاسی حقوق حالت کو کمزور کیا۔ اگر آپ اسکی تفصیل دیکھنا چاہیں تو ولیم ہسٹرڈی ایس کی کتاب مطالعہ کیجئے اور پچھلی مرتبہ اردو میں ترکیب جو کر بھی ہے قیامت کا کالابیانی: سید امجد علی گڑوی اسی جہت مجاہدین کے ایک سرگرم رکن مولوی محمد حفیظی تھانویسری کی آپ بیتی۔ وہ کس طرح گرفتار ہوئے۔ کسے پانی میں ان کی عمر کس طرح گزری اور انگریزوں نے وہایت کا ہوا کس طرح بھیاٹنگ شکل میں ہندوستان میں دکھایا اور مسلمانوں کو کچلنے کے لئے کیا طور طریقے استعمال کئے اس کی پوری تفصیل اس کتاب میں ملاحظہ کیجئے۔ **قیامت** ایک دوپیر

تقویتہ الایمان: حضرت شاہ اکمل شہید کی مشہور کتاب تقویتہ الایمان کا ایک نہایت خوبصورت بہترین اور صحیح ترین ایڈیشن پبلسر ہدسہ اہتام کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ جن لوگوں کے پاس اس کتاب کا کوئی ایڈیشن موجود ہے ان کو بھی یہ تازہ نسخہ حاصل کرنا چاہئے۔ اس کتاب کے شروع میں مولانا کے ذاتی حالات اور آخر میں ان کا ایک غیر مطبوعہ مقالہ "ایک عودہ" بھی شامل ہے۔ ان تمام خصوصیات نے اس کتاب کو لازماً بنایا ہے۔ **قیامت** ایک روپیہ آٹھ آنے۔

سیرت سیدہ فاطمہ: جنب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی سیرت اور پاک زندگی کے حالات مہدیان مولانا ہبسون اور انہیں سب کے لئے سبق آموز ہیں۔ یہ کتاب اعلیٰ مفید اور دلنشین پڑھنے کو بھی چاہتا ہے۔ **قیامت** دو روپے بارہ آنے۔

کتب سماوی پر ایک نظر: حرات و انجیل کی تائید حیات اور ان کی قیامت کا قرآن پاک کی تائید اور ان کی قیامت سے موازنہ۔ اردو زبان میں یہ پہلی تحقیقی تصنیف ہے جو یہودیہ کے اصول تحقیق پر کھنسی گئی ہے۔ قرآن پاک کے ہر ماننے والے کو اس کتاب کا مطالعہ لازمی ہے۔ **قیامت** دو روپے بارہ آنے۔

منہجہ اَلَاکَر کے علاوہ ہر پاس علمائے اقبال کی جملہ تصانیف موجود ہیں اور مطالعے کے سلسلے میں جو کتابیں ضرورتاً پڑھنی ہیں وہ اکثر دشیر موجود ہیں اگر آپ اسلامی اور سیاسی شعور کا مطالعہ کرنا چاہیں تو ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں

منہجہ اقبال اکیڈمی 54 (الف) ہر کلر روڈ بیرون پوچی گیٹ لاہور

سندھیا انیمیشن کمپنی لمیٹڈ

ہندستان میں تجارتی جہاز رانی کے پٹر

(ایجنٹ)

نورتم مراجمی اینڈ کمپنی



مال اور مسافروں کی سروس

مال اور مسافروں کی جنگ اور زندگی کی تاریخوں کے لئے
بمبارہ کرم سندھیا ہاؤس سے خط و کتابت کیجئے
کوئٹہ کراچی اور ساحلی سروس کے لئے

ملحق کمپنیاں

دی بنگال اسٹیم نیویگیشن کمپنی لمیٹڈ

دی انڈین کاہریو اور ٹرانسپورٹ کمپنی لمیٹڈ

دی رینا گراسٹیم نیویگیشن لمیٹڈ

دی ریج لائن لمیٹڈ

دی ہسٹی اسٹیم نیویگیشن کمپنی لمیٹڈ

دی ایسٹرن اسٹیم نیویگیشن کمپنی لمیٹڈ

ہندوستان اور سیلون کی مقام
اہم بندرگاہوں پر برقی آتش
یجنیں موجود ہیں

سندھیا ہاؤس - بلاسٹ اسٹیٹ بمبئی

تیسرا باب

پاکستان کی مالیات

دنیا عالم اسباب ہے اور یہاں ہر کام اور ہر عمل کے لئے ذرائع اور وسائل کی ضرورت ہوتی ہے اور خواہ ایک فرد ہو یا ایک قوم اسے ہر عمل اور ہر اقدام سے پہلے اپنی معاشی حالت کا جائزہ لینا ہی پڑتا ہے اور اپنی معیوں کو ٹھونڈا پڑتا ہے۔ یہاں جذبات سے کام نہیں لیتا۔ اور ہر اقدام کی کامیابی کے لئے یہ بھی سمجھتی ہے کہ اس کے کاروباری بیورو کو کبھی سامنے رکھ جائے۔ جو وہ جذباتی طور پر پاکستان کی مخالفت کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح غالی الذہن اور غیر عملی و گسب میں مبتلا ہیں پاکستان کا سوال یہ ہے کہ اگر پاکستان مسلمانوں کے لئے مفید ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی مخالفت کی جائے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مطلقاً جذبات سے غاری ہو کر پاکستان کا اس طرح جائزہ میں اس طرح غم کی تباہی کا رویہ کو شروع کرتے وقت اس کے تمام نفع اور نقصان کا جائزہ لیا کرتے ہیں۔

ہمارے سامنے اس مسئلے میں جو سب سے اہم سوال آتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا پاکستان ایک متحدہ آزاد سلطنت کی شکل میں اپنے بیوروں پر بھروسہ کر سکتا ہے؟ کیا اس سے مسلمانوں کی زندگی زیادہ بہتر اور فارع الہاں اور خوشحال بن سکتی ہے؟ یہ سوال ہے جس پر ہر کس و نا کس کو اپنی زبان پر پاکستان کا لفظ کاٹنا یا بچا کر طرح سوچ بچار کر لینا چاہئے۔ اور اگر وہ خیر سمجھے تو جیسے اور اس سے نشیب و فراز پر غور کے بغیر ہی "پاکستان" کا لفظ محض غرے کے قلم پر استعمال کرتے ہوئے تو فیہی و غالی کا دست نہیں بلکہ سب سے بڑا دشمن ہے۔ اور ان کے حق میں کاشے ہو رہا ہے۔ آئیے اب اسے پہلو کاٹیں اور پر جائزہ لیں۔

پاکستانی صوبوں کی آمدنیاں | اگر ہم پنجاب، صوبہ سندھ اور بلوچستان کی مجموعی آمدنی کا اندازہ لگایا جائے تو اس حسب ذیل ہوگی :-

پاکستانی صوبوں کی مجموعی آمدنی

(۱۹۳۳-۳۴ء میں)

نمبر شمار	صوبہ	آمدنی
۱	پنجاب	۱۳,۳۹,۱۰,۰۰۰ روپے
۲	صوبہ سندھ	۱,۹۹,۵۵,۰۰۰
۳	سندھ	۳,۸۰,۶۵,۰۰۰
۴	بلوچستان	۱,۰۱,۰۰,۰۰۰
میزان		۲۱,۳۰,۳۰,۰۰۰ (اکیس کروڑ ۳۰ لاکھ)

نویک این پاورس موبوں کی مجموعی آمدنی ۲۲-۲۱ کروڑ سے زیادہ نہیں رہی۔ اور واضح رہے کہ جنگ کے زمانے کی آمدنی ہے۔ ویسے پنجاب کی آمدنی دس گیارہ کروڑ سالانہ سے زیادہ نہیں رہی (۲۰۲۰-۲۱)۔ یہ پنجاب کا بجٹ ۱۰ کروڑ ۹۰ لاکھ آمدنی اور ۱۰ کروڑ ۸۸ لاکھ خرچ کا تھا) اور مجموعی طور پر ان تمام موبوں کی آمدنی ۱۶-۱۷ کروڑ سے آگے نہیں جاتی۔ موبہ سندھ اور سرحد کی مندرجہ بالا آمدنی میں وہ رقم بھی شامل ہے جو ان دونوں موبوں کو حکومت ہند سے سالانہ اجور ملتی ہے۔

غیر پاکستانی موبوں کی آمدنیاں

(بہ ماہی صفو تاہل)

(۲۲-۲۱ کے اعداد)

نمبر نمبر	موبہ	آمدنیاں
۱	اجیر ماڈرواڈ	۲۱,۰۰۰,۰۰۰ روپے (اکیس لاکھ) روپے
۲	آسام	۲۱,۲۶۰,۰۳۱,۲۳۱ روپے (پچاس کروڑ ۲۶ لاکھ) روپے
۳	بہار	۶,۹۸,۲۱,۵۵۸ روپے (چھ کروڑ ۹۸ لاکھ) روپے
۴	بھارت	۳۲,۹۸,۰۳,۸۰۰ روپے (تیس کروڑ ۹۸ لاکھ) روپے
۵	موبہ سندھ	۳,۵۸,۰۳,۹۶۳ روپے (تین کروڑ ۵۸ لاکھ) روپے
۶	گواٹ	۱۱,۰۰۰,۰۰۰ روپے (گیارہ لاکھ) روپے
۷	ہمل	۴,۰۰۰,۰۰۰ روپے (چار لاکھ) روپے
۸	مدراں	۳۵,۶۶,۶۱,۳۹۵ روپے (تیس کروڑ ۶۶ لاکھ) روپے
۹	اڑیسہ	۸۴,۶۵,۳۶۸ روپے (۸۴ لاکھ) روپے
۱۰	موبہ سندھ	۱۶,۸۵,۵۲,۸۸۱ روپے (سولہ کروڑ ۸۵ لاکھ) روپے
بیزان		۹۶,۳۳,۰۵,۳۰۶ روپے (پچاس کروڑ ۳۳ لاکھ) روپے
سندھ موبوں کی مرکزی		۲۴,۰۰۰,۰۰۰ روپے (تیس کروڑ) روپے
میںوں کی آمدنی		۱۱۶,۳۳,۰۵,۳۰۶ روپے (تیس کروڑ ۳۳ لاکھ) روپے

کمزور موبوں کو حکومت ہند کی سالانہ اسد

علہ

نمبر نمبر	موبہ	اسد
۱	آسام	۳۰ لاکھ
۲	اڑیسہ	۳۰ لاکھ
۳	موبہ سندھ	۱ کروڑ
۴	موبہ سندھ	۱ کروڑ ۵ لاکھ

ہم سے یہ پتہ چلے کہ پاکستان کے یہ دوسرے جن میں حق مسلم اکثریت ہے مالی حیثیت سے دوا لیا یہ اور ان کی آمدنی اتنی بھی نہیں کروہ اپنے کھانا بھر کر کھانا کھا رہا ہے۔

کاروبار سنبھال لیں، پچانوے برس مال اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے مرکزی حکومت کا دست نگر رہنا پڑا ہے۔ یہاں سولہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ سندھ و ستان سے ملحقہ گئے میدان صوبوں کا خزانہ کون پورا کرے گا؟ ظاہر ہے کہ صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کا بار بار مارا مارا پنجاب پر پڑتا ہے، کیونکہ پاکستانی صوبوں میں لے دیکر پنجاب ہی ایک ایسا صوبہ ہے، جو اپنے پیروں پر کھڑا ہے۔ اور اپنے اخراجات کے لئے مرکز کا دست نگر نہیں۔ لیکن پنجاب کے لئے باریقینی ناقابل برداشت ہوگا۔ پھر پنجاب بھی موجودہ پنجاب نہ رہے گا اور پنجاب کے ۱۳ اضلاع کے نکل جانے سے، جو پنجاب کے بہترین زمین پر ملائے ہیں، پنجاب کی آمدنی تقریباً نصف ہی رہ جائے گی۔ خوشنیک پاکستان کی مجموعی آمدنی اس کے زمانے میں ۱۵-۱۶ کروڑ سے کم نہیں ہو سکتی۔

حکومت پاکستان کے اخراجات

پاکستان کا تصور ایک آزاد سلطنت کا پیش کرتے ہیں، جو اپنے تمام معاملات میں، دنیا کی دوسری قوتوں کی طرح آزاد ہوگی۔ لہذا ظاہر ہے کہ ایک آزاد سلطنت کو اپنی پوزیشن برقرار رکھنے اور تمام کاروبار حکومت کو چلانے کے لئے کروڑوں روپے سالانہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب ماسن پاکستان یہ دیتے ہیں کہ اس وقت حکومت بند کون صوبوں سے جو مرکزی میونسپل کی آمدنی ہے وہی پاکستان کو مل جائیگی اور بٹلن پاکستان کی مرکزی حکومت کے اخراجات کے لئے کافی ہوگی۔

بظاہر جواب تو نہایت مقبول معلوم ہوتا ہے، لیکن شاید اس پر دودھ بک سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کی گئی ہے۔ مرکزی میونسپل سے حکومت بند کو جو آمدنی ہے وہ یہ ہیں (۱) بجلی (۲) ایکسائز (۳) ٹنک (۴) پوسٹ و ٹیلی گرام (۵) ریلوے (۶) اور دوسرے مرکزی ٹیکس۔ ۱۹۳۸-۳۹ء کے سال میں ان تمام کو ملنے سے حکومت بند کو جو آمدنی ہوئی ان کے اعداد حسب ذیل ہیں:-

بجلی	۳,۳۸,۰۰,۰۰۰	(۴ کروڑ ۳۸ لاکھ)
ایکسائز	۱,۰۰,۰۰,۰۰۰	(۱ کروڑ ۹۲ ہزار)
کارپوریشن ٹیکس	۱۵,۲۸,۰۰۰	(۱۵ لاکھ)
ٹنک	۴,۰۰,۰۰,۰۰۰	(۴۶ لاکھ ۹۵ ہزار)
ڈاک و تار	۲,۳۴,۰۰۰	(۲ لاکھ ۳۴ ہزار)
ریلوے	۱,۵۰,۰۰,۰۰۰	(۱ کروڑ ۵۰ لاکھ)
دوسرے مرکزی محاصل	۱,۰۲,۰۰,۰۰۰	(۱ کروڑ ۲ لاکھ)
میزان	۹,۳۶,۰۰,۰۰۰	(۹ کروڑ ۳۶ لاکھ)

خوشنیک پاکستانی صوبوں کو ۱۰۰ کروڑ مالانہ کی آمدنی ان مرکزی میونسپل سے ہے۔ آجے اب ان کا پانچویں جائزہ لیں۔

مندرجہ بالا رقم میں سب سے بڑی رقم بجلی کی ہے۔ پھر تار و کابل بند کی آمدنی ہے۔ تقریباً مارٹسے چار یا زیادہ سے زیادہ پانچ کروڑ مالانہ ملتا ہے۔ سندھ، سرحد اور بلوچستان کے صوبوں سے کوئی بند نہ کوئی مل جاتی ہے۔ یہ رقم یعنی پاکستان کو مل سکتی ہے۔ لیکن کوئی بند نہ کوئی مل سکتی ہے۔

خوشنیک

کے اربوں روپے سے بنی ہے۔ اور جب تک پاکستان یہ اربوں روپے ادا نہیں کر دیتا، یا اس کا کروڑوں روپے سالانہ سود دینا منظور نہیں کر لیتا، پاکستان کو قریبی بندر نہیں مل سکتا۔

ایکساڑ

پاکستانی صوبوں کے مرکزی ایساز سے حکومت، بندہ کو تقریباً ایک کروڑ سالانہ ادائیگی ملتی ہے۔ بلاشبہ یہ آمدنی پاکستان کو ملنے سے بھی زیادہ کم ہے۔ اسے لیا قبول کرے کیونکہ مسلمانوں کو یہ یقین دلایا جا رہا ہے کہ پاکستان کی حکومت اسلامی اور فرائض حکومت ہوگی۔ لہذا ایک اسلامی حکومت شراب، ایفون، گانجہ، چرس، بھانگ، ناڑی وغیرہ کے استعمال کو کس طرح جائز قرار دے سکتی ہے اور اس کی 'وام' آمدنی سے اپنے بیت المال کو ناپاک کر سکتی ہے؟ جب کہ 'کمز صوبوں' میں خلیات کا استعمال قانونی طور پر مروج ہوگا۔

نمک

نمک کے معاملے سے پاکستانی صوبوں کو، ۱۰ لاکھ سالانہ ادائیگی ملتی ہے۔ لیکن اس انسانیت سوز ٹیکس کو کوئی بھی قومی حکومت، بدعا، عامی حکومت جائز قرار نہیں دے سکتی۔ جس طرح ہوا اور پانی برائش کے لئے ضروری ہے، اسی طرح نمک بھی ضروری ہے۔ اور جس طرح ہوا اور پانی پر کوئی ٹیکس نہیں لگا جاسکتا، اسی طرح نمک پر بھی کوئی ٹیکس نہ لگنا چاہیے۔ چنانچہ اسی اصول کے تحت کہ ٹیکس کوئی بار نمک کے قوانین کو توڑنے کے لئے سنا کر لگا کر ہے۔ ہر حال یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ ایک مسلم حکومت، اپنے مسلم باشندوں پر یہ انسانیت سوز ٹیکس عائد کرے۔

ریلوے

ان - ڈبلو - ریلوے (N.W.R.V.) سے پاکستانی صوبوں کو تقریباً ڈیڑھ کروڑ سالانہ ادائیگی ملتی ہے۔ چنانچہ اس آمدنی کے سامنے پاکستان دعویدار ہیں۔ لیکن ان - ڈبلو - ریلوے پاکستانی صوبوں کی ملکیت نہیں۔ بلکہ یہ اسٹیٹ ریلوے ہے۔ اور یہ ساری کی ساری حکومت ہند کی ملکیت ہے۔ ابتدا میں یہ ریلوے حکومت ہند کی ملکیت نہ تھی لیکن ۱۹۴۷ء میں حکومت ہند نے اسے خرید لیا۔ ۱۹۴۷ء میں اس ریلوے کا مجموعی سرمایہ ایک ارب ۲۲ کروڑ ۹۵ لاکھ ۶۳ ہزار تھا، جواب بڑے بڑے تقریباً ڈیڑھ ارب ہو گیا ہے۔ لہذا انڈیا حکومت پاکستان حکومت ہند کو یہ ڈیڑھ ارب روپے ادا نہیں کر دیتی، حکومت ہند اتنی بڑی جائیداد عطیے کے طور پر نہیں بخش سکتی۔ غرض کہ پاکستان اتنی بڑی رقم ادا نہیں کر سکتا، لہذا دوسری صورت میں اسے اس سامنے پر مال بھال سودا کرنا پڑے گا جو بطور خود کروڑوں کی رقم ہوگی، غرض کہ ان - ڈبلو - ریلوے سے پاکستان کو فائدے سے زیادہ نقصان پہنچے گا لہذا یہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اس وقت چینی ریلوے ہیں، ان پر خسارہ ہوتا ہے۔ جنگ کے زمانے کی ادرا بات ہے، دہنداس کے زمانے میں ہر مل ریلوے پر خسارہ آتا ہے۔ چنانچہ حکومت ہند نے یہ طریق اختیار کر رکھا ہے کہ تمام اسٹیٹ ریلوے کا منافع (اگر ہوا تو) اسٹیٹ ریلوے پر تحسیم کر دیتی ہے، اور جو خسارہ ہوتا ہے اسے خود برداشت کر لیتی ہے۔ لہذا ریلوے کے خسارے کا یہ بوجھ تنہا کسی صوبے پر نہیں، بلکہ سارے صوبے پر پڑتا ہے۔ لیکن پاکستانی صوبوں کے لئے یقینی یہ خسارہ ناقابل برداشت ہوگا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پاکستانی حکومت کا بجٹ ہر سال گڑبڑ ہوتا رہے گا۔

بیس یہ بھی ڈربے کہ ظلم کے بعد ان - ڈبلو - ریلوے کی موجودہ آمدنی بھی برقرار نہ رہے گی، کیونکہ مال اور سافروں کی جو موجودہ وقت میں ایک لاکھ ہونے کے سبب بے روک ٹوک آمدورفت ہے، وہ بھی اور پاسپورٹ کی دیوار حائل ہوجانے کے بعد یا نہ ہوگی، اور اس ریلوے کے ٹنگ دود اور سے کہ پشاور تک ہی محدود رہے گی۔ اور بقیہ ہندوستان کے لوگ پاکستان کو ایران اور افغانستان کی طرح غیر ملک تصور کر کے، اندر درخت لکھ کر دیں گے۔

ڈاک اور تار

فارسہ کہ جب پاکستان ایک غیر ملک قرار دیا جائے گا تو ان حالت سے اس کی موجودہ آمدنی پر کوئی اثر پڑے گا۔ غیر ملک ہونے کے سبب تار کا نرخ اور اسٹامپ کا نرخ وہی ہوگا جو عرب ایران یا افغانستان

یاد دوسرے مالک کا ہے، اور اس طرح یہ سلسلہ بھی بڑی حد تک ختم ہو جائے گا۔

علاوہ ازیں، ہندو گاہ کراچی اور ان ڈبلو۔ ریلوے کی طرح پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف کا بھی جملہ اثاثہ اور سرمایہ حکومت ہند ہی کی ملکیت ہے جسے ایک کنٹرولڈ ادا کر کے خرید لیا جائے گا۔

یہاں پنجاب کی نہروں کا ذکر تاہی ضروری ہے، جن کی آب پاشی کی بنا پر سارے پنجاب کی زراعت کا دار و مدار ہے پاکستان میں جانے کے بعد یہ نہروں کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا۔ کئی نہریں غیر پاکستان علاقے میں چلی جائیں گی اور کئی نہروں کے واسطے ہندوستان میں پمپ جائیں گے۔ فزیکل ان نہروں کے سبب پاکستان کے ایک بڑے علاقے کی زراعت تباہ ہو جائے گی جس کا اثر صوبے کے مالیہ پر پڑے گا اور کئی نہریں بنانے میں کروڑوں روپے درکار ہوں گے۔

فزیکل مرکزی میٹروں کی آمد نہی کا کوئی بھر دوسریں ادا کر بغرض محال یہ تمام کی تمام چیزیں پاکستان کو مل سکیں تو پاکستان ہمیشہ اس بوجھ کے نیچے دبا رہے گا، اور دوسرے معنوں میں حکومت ہند کا غلام بننا پڑے گا۔ جس طرح آج انگریزوں نے کینیڈا کے یورپین سرمائے کے بوجھ سے دیکر ایران غلام بنا ہوا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم مسئلہ دفاع کا ہے۔ اور موجودہ دنیا میں دفاع کو جو اہمیت حاصل ہے وہ ظاہر ہے کہ آزاد ملک کے بحوث کی تقریباً ۵ فیصدی رقم اسی کے لئے وقف ہوتی ہے۔ پاکستان کے دفاع (DEFENCE) کے سلسلے میں دو سوال پیدا ہوتے ہیں (۱) آیا پاکستان اور ہندوستان کی دفاع مشترک ہوگی یا (۲) پاکستان اپنی دفاع کا انتظام خود کرے گا۔

ظاہر ہے کہ اگر پاکستان اور ہندوستان کی دفاع مشترک ہوگی تو حکومت ہند کو کم از کم اتنی رقم ضرور ادا کرنی پڑے گی جو موجودہ صورت میں مسلم صوبے، مرکزی میٹروں کے ذریعہ حکومت ہند کو ادا کرتے ہیں۔ یعنی ملکی دفاع میں ان کا چندہ خود اس کر دے سالانہ کم نہیں ہو سکتا۔ لیکن بصورت دیگر اگر پاکستان اپنی دفاع کا انتظام خود کرے گا تو اس کی صورت دوسری ہوگی۔

پاکستان کی دفاع

پاکستان کی دفاع کو ذہن میں رکھ کر پاکستان کے نقشے پر نظر ڈالتے ہی ہمیں دوسری چیزیں نظر آتی ہیں جن کی مخالفت پاکستان کو کرنی پڑیگی (۱) اول شان و مغزری سرحد اور دوسرے (۲) مشرقی سرحد یعنی پاکستان اور ہندوستان کی درمیانی سرحد۔

جنگ کے دوران میں حکومت ہند تقریباً ۳-۴ ارب روپیہ سالانہ صرفت دفاع پر صرف کر رہی تھی۔ لیکن امن کے زمانے میں حکومت ہند تقریباً ۵-۶ کروڑ روپیہ سالانہ دفاع پر صرف کرتی ہے۔ جس میں ۵-۶ کروڑ سالانہ کی رقم

شمالی و مغربی سرحد

اس رقم میں حکومت ہند کا چندہ حسب ذیل تھا

۱۹۳۲-۳۳ ۳ ارب ۲۵ کروڑ ۸۸ لاکھ

۱۹۳۳-۳۴ ۳ ارب ۲۳ کروڑ ۸۸ لاکھ

ہندوستان کے دفاعی اخراجات

۱۹۳۲-۳۳ ۵ ارب ۹۲ کروڑ ۷۰ لاکھ

۱۹۳۳-۳۴ ۵ ارب ۲۳ کروڑ ۸۸ لاکھ

شمالی و مغربی سرحد کی دفاعی بحریہ ہوتی ہے۔

شمالی و مغربی سرحد پر حملے کا سبب ہے۔ یہ سرحد شمالیہ سے ملی ہوئی، تقریباً ایک ہزار میل تک پھیلی ہوئی ہے (لاحظہ ہو نقشہ نمبر ۱) جس میں ۸ دوسے ہیں اور اس کی پیمائش کسی مقام پر بھی ۶ ہزار فٹ سے زیادہ نہیں۔ ان دونوں میں قریب اور پورے دو دوسے بہت آسان ہیں اور اکثر آدھ دوسے ان کی دونوں کے درمیان ہوتی ہے۔ ان میں ایک دوسرے کا راکوہم کی چٹائیوں سے مکمل کر سکتا ہے یعنی چین کی سرحد سے بھی جاتا ہے۔ اسی میں ہندوستانی پرچم تدریجاً ہوتے ہیں وہ ان ہی دو راستوں سے ہوتے ہیں۔ حکومت ہند کو جو سب سے بڑا ٹھکانہ رہا ہے، اور جو برطانیہ کی سرحد کی پالیسی پر فیصلہ کن اثر ڈالتا رہا ہے وہ روس ہے۔ لیکن یہ خطرہ روس کی موجودہ قابل رشک طاقت کے سبب اب اپنی انتہائی منزل پر پہنچ گیا ہے۔ یہ خطرہ صرف ہندوستان کے لئے نہیں بلکہ مشرقی قریب کے تمام ممالک یعنی ترکی سے لے کر ایران اور ہندوستان تک کے لئے یکساں ہے۔ روس بڑے بڑے ہندوستان کی سرحد سے آگاہ ہے۔ اور ہندوستان اور روس کے درمیان صرف افغانستان کا ایک چھوٹا سا ملک رہ گیا ہے۔ جس مقام پر وہ ہندوستان اور روس کے درمیان صرف ۵ میل کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ شمال کشمیر میں گلگت کے پاس ہی یارقند کا روسی صوبہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہندوستان، چین، روس اور افغانستان، چار ممالک کی سرحدیں ملتی ہیں۔ کیونکہ یارقند سے چوبیس کلومیٹر کا چینی صوبہ روسی سرحد سے بالکل مل جاتا ہے۔ روس میں طرح اپنا اپنی چیز سارے ایشیا پر ڈالنا چاہتا ہے وہ دیاں ہے۔ بیسویں صدی کے وسط میں روسی سرحد کو یہ سمجھ کر چکا ہے، اور آج ترکی سے لے کر ایران اور ہندوستان تک ہر ملک پر اس کے دانت گراوے ہوئے ہیں۔ کوہ قاف میں اس کے زبردست فوجی اڈے ہیں، اور ایران میں اسی اسی کے فوجی دے موجود ہیں وہ اپنے آج برطانیہ کو سب سے بڑا خطرہ روس کی ہے اور وہ ہندوستان کو جو کچھ دینا چاہتی ہے اس میں اس کی یہ غرض پوشیدہ ہے کہ ہندوستان میں ایک قوی حکومت قائم کرے، سارے ملک کو روس کے غلامت آدھ کر دیں۔ اور ہندوستان کی بعض جاتیں، جیسے کیونسٹ پارٹی اسی لئے ایک قوی قوت کے قیام میں روکے رکھا رہی ہے کہ ہندوستان کو کمزور اور منتشر رکھا جائے تاکہ روس، بلقان کی طرح، ہندوستان میں بھی جلاوطنی داخل ہو جائے۔ دوسری طرف ایک آزاد اور زندہ چین ہے جو پاکستان کے لئے ایک ٹھکانہ خطرہ بن سکتا ہے، چین کی موجودہ پالیسی خواہ کچھ بھی ہو۔ لیکن طاقتور رہے جو کی موجودگی میں دفاع کا قوت خاطر وہ انتظام کرنا ہی پڑتا ہے۔

بھلنے سے زیادہ آئین کا ذکر نہیں کیا، جس کے آزاد خیالی، جو زمانہ تدبیر کے آج تک کسی کے غلام نہیں بن سکے اور ایک طرف اگر بیش سارے اپنی سادگی و قوت کے ساتھ انھیں زیر کر کے سے عاجز رہا، خود سری طرف افغانستان ان کا مذہب اور مذہب کے لئے ہوتے ہیں، انھیں اپنے میں نہ چھوڑا، کیونکہ اس نے ان قبائل سے متعلق مسلمان ہونے کے ساتھ مسلمانوں کو خانا کچھ خوش نہیں ہو۔ لیکن ان قبائل کی موجودگی شمالی و مغربی سرحد کی اہمیت میں مزید اضافہ کر رہی ہے۔

الغرض ہندوستان سے ملحد کی سب سے بڑا خطرہ ان ممالک کا ہو گا، اور سب سے زیادہ شمالی و مغربی سرحد کی طرف سے۔ موجودہ صورت میں حکومت ہند ان کے سامنے ہیں اسی سرحد پر ۶۰ ہزار انگریز فوج، اور ایک لاکھ ۶۰ ہزار ہندوستانی فوج کھینچی ہے، جس پر حکومت ہند کو ہمارے سالانہ کم از کم ۲۰ کروڑ روپے برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک آزاد پاکستانی حکومت کو بھی اگر وہ اس میں مزید اضافہ نہ کرے گی، تو کم از کم اس تعداد کو کم از کم ایک دھنک بڑھائے گا۔ جس کے سنی یہ ہیں کہ پاکستان کو ۲ کروڑ روپے سالانہ کی رقم صرف اس کام کے لئے دے دے گی، اور اس کی مجموعی آمدنی سے بھی دو ٹوٹی ہے۔

مشرقی سرحد

لیکن شمال مغربی سرحد سے کہیں زیادہ خطرناک اور جھگڑاؤں سے بھرا ہوا سرحد ہوگی جو ہندوستان اور پاکستان کی حد فاصل ہوگی۔ یہ سرحد دھماکہ خیز
انفجریہ، شعلہ، پہاڑی سے آتش کر شرع ہوگی اور آتش زیر و زور، جہاد پور، خیر پور، اور سندھ کو عبور کرتی ہوئی کچھ کے تعلق
سے جملہ گی۔ یہ سرحد تقریباً ۵۰۰ میل لمبی ہوگی، یعنی اس حد کی لمبائی اتنی ہی ہوگی جتنی روس اور چینی (چین) گراؤں کے تکرار و تکرار کے مابین کا خطی فاصلہ ہے
اس سرحد پر کوئی قدرتی روک ٹوک نہیں رہے گا۔ یہ سرحد ایک ایسا زون ہے جہاں ہندوستان اور پاکستان کے مابین کوئی فاصلہ نہیں رہے گا۔
اس سرحد کی حفاظت کے لئے کمزور رہے گا۔ ہندوستان کے لئے یہ سرحد ایک ایسا زون ہے جہاں ہندوستان اور پاکستان کے مابین کوئی فاصلہ نہیں رہے گا۔
ان دونوں ملکوں میں جتنی جھگڑا بھی ہوگا یہی ہوگا کہ یہ سرحد ہندوستان اور پاکستان کے مابین ایک ساتھ نہیں رہے گا۔ تو پھر دو کارروائیوں پر مبنی ہوگی کہ
طرح بغیر فیس سے روکتی ہیں۔ اور ان دونوں کے پاس کوئی بھی نہیں ہے۔ یعنی پاکستان میں ہندوستان کی موجودگی، اور ہندوستان
میں مسلمانوں کی موجودگی جو ایک جہازوں کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ پاکستان یہ کہی نہ جھوٹے گا کہ انگریزوں نے ہندوستان کے مسلمانوں پر کس طرح عرصہ حیات تنگ کر
دیا تھا اور ہندوستان یہ کہی نہ جھوٹے گا کہ پاکستانی صوبے ہندوستان کا جز ہیں، اور انھیں ہر قیمت پر واپس لینا چاہئے۔ جس طرح آج جنگ کے بعد
ہر طاقت و ملک پرانے عرصے کو کھڑا رہا ہے، اور اپنے ملک کے منافع شدہ اصرار کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

اغرض پاکستان کو اس آگ سرحد کی حفاظت کرنی پڑے گی جس کے لئے چالیس پچاس کروڑ سالانہ کی رقم ملے گی چاہئے۔ علاوہ انہی موجودہ
ملک انسانی کی نہیں بلکہ زمینوں کی جنگ ہے اور ایک ایک دے کے لئے کروڑوں کاماں، حرب و کار، جو آج ہے۔ غرضیکہ پاکستانی فوج کو یہی
آہستہ سے سلا کرنے کے لئے علمہ، ایروں، بلکہ کھوپڑی کے ضرورت ہے جس کے متعلق شاید پاکستان سمجھ ہی نہیں سکتا۔
یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ جنگی صنعتوں (WAR INDUSTRIES) کے لئے بھی وہی معنیات ہیں، یعنی 'لوہا' کو کر سیکڑ وغیرہ
کی ضرورت ہوتی ہے، جس کا پاکستان میں فقدان ہے۔

لیکن دوسری طرف ہندوستان تمام قدرتی وسائل سے مالا مال ہوگا، اور ۵۰ لاکھ کی مستقل فوج بڑی آسانی کے ساتھ رکھ سکے گا۔
بلکہ ہندوستان تو پاکستان سے اپنا مقابلہ بھی توہین سمجھے گا اور اس کے مقابلہ میں یا تو روس ہو سکتا ہے، یا چین اور ان دونوں
کی ہر کارروائی میں پاکستان کو ٹھیک کی طرح بھاری دھمکی پناہ پڑے گا۔

میں نے بھری جیسے کا ذکر کیا جو پاکستان کے ساحل اور خاص کر کرکچی بندر کے حفاظت کے لئے درکار ہوگا، اور جس کے لئے پاکستانی
حکومت کو ۵۰۰۰ کروڑ کی سالانہ رقم اٹھانی پڑے گی۔

غرضیکہ دفاع کا مسئلہ اب اتنا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے ملک اسے سمجھ ہی نہیں سکتے اور وہ اسی لئے کسی بڑے ملک سے
مدد ماننے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ وہ اپنی فیل آہنی کو سپاہیوں اور جنگی سامانوں پر خرچ کر سکیں۔ اپنی قوم کی فطرت و دیوہ پر
عزت کریں۔ اس جنگ کے چھوٹے چھوٹے ملکوں کے دور کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا۔ یورپ جس حق خود ارادیت و کیر سیکڑوں چھوٹی چھوٹی
ریاستیں بنائے کا شہرہ جی ہم نے دیکھ لیا۔ لیکن انہیں آج جب کہ خطا، اندیشہ، اندوچا، ہندوستان سے مل کر متحدہ اتحاد بنانے کی کوشش

۵۰ ایک برٹانی ٹینک کی قیمت ایک لاکھ ۵۰ ہزار روپے ہوتی ہے۔ خطا، کی قیمت ۲۰ لاکھ، فرانسیسی توپ ۲۰ لاکھ، ہزار، برٹنی توپ ۵۰ ہزار، وغیرہ وغیرہ

کر رہا ہے، ہمارے جائی اس وقت کے موجود ہوتے ہوئے اور اس عظیم الشان ملک کا ایک جزو ہوتے ہوئے بھی اس سے گھرانہ فوت کر رہے ہیں اور اسے غور کر ایران، شام، فلسطین وغیرہ کی طرح غصہ، تعلق اور پریشان ہونا چاہتے ہیں۔

عجیب و غریب منطق | غصہ یہ ہے کہ اقتصادی طور پر پاکستان کے پاس اتنے وسائل موجود ہیں کہ وہ ملک آزاد حکومت کا بار برداشت کر سکے، لیکن اس سلسلے میں حاسنین پاکستان ایک عجیب و غریب منطق پیش کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ پاکستانی ہیں میری دلی مال کی درآمد کرنا اور اس کے نتیجے کے طور پر پاکستان کی جنگ کی آمدنی میں بھی اضافہ ہو گا۔ ملاحظہ ہو۔

”میلو کی گے بعد، مقامی صنعتوں کی عدم موجودگی کے سبب ہمارے صوبے پر یہی برآمد کو بہت زیادہ بڑھادیں گے جس سے کراچی کی جنگ کی آمدنی میں مزید اضافہ ہو گا اور جس اس سے کافی مدد ملے گی۔“

(”سپریشن“، صفحہ ایک، جنابلی، صفحہ ۳۳)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پاکستانی حضرات غیر ملکی مصنوعات کی درآمد کو کم کرنے اور اپنی ملکی مصنوعات کو ترقی دینے کے بجائے زیادہ سے زیادہ جنگی حاصل کرنے کے لئے درآمد کی مقدار بڑھانا چاہتے ہیں، ایسی نبردست کاروباری سوجھ بوجھ شاید ہی دنیا کے کسی ملک کو ہو جس قدر ہمارے ان پاکستانی جانیوں کو ہے، جنگی توجہ ہی ملے گی، جب پاکستان زیادہ مال خریدے گا، تب بھی جب پاکستان دس کروڑ کا مال خریدے گا، تب بھی دس لاکھ روپے جنگی کے ملیں گے، بالفاظ دیگر آپ دس کروڑ روپے غیر ملکی کو نقد کر کے لے کر دس لاکھ روپے جنگی کے حاصل کریں گے۔ قربان جانیوں اس بوجھ کے۔

انتہائی نہیں یہ جنگی کی لالچ پاکستان میں صنعت و حرفت کو کبھی بڑھنے کی نہ دے گی کیونکہ ملکی دولت رفتہ رفتہ دوسرے ممالک کو جاتی رہیں گی اور پاکستان کے پاس نہ پیسے ہوں گے نہ صنعت و حرفت نہ وہ آگے بڑھ سکیں گے۔ لیکن اس سے زیادہ عبرت انگیز وہ ذہنیت ہے جس کا مظاہرہ مرحوم سر عبد اللہ ہارون نے کیا تھا۔ لکشاؤں کے پارچے ہانوں کے وفد سے ملاقات کے بعد آپ نے ۲۵ مئی ۱۹۳۷ء کو عثمانیوں کو حب ذیل بیان دیا تھا۔

”جہاں تک اعداد و شمار مجھے مل سکے ہیں، یہ امر عیاں ہے کہ تجزیہ جنگی کے تخفیف کے باوجود، پچھلے پانچ برسوں میں لکشاؤں سے ہندوستان کی درآمد ۳۵ء سے ۵۰ فی صدی تک گھٹ گئی ہے۔ لہذا یہ ایک قدرتی بات تھی کہ لکشاؤں کا وفد ہندوستان سے اس قدر درآمد کرنے کے لئے کوشاں نہ تھا جو آج دس یا پندرہ سال قبل حاصل تھی۔ مینی ایک ارب ہیں کہ دروازہ سالانہ، بلکہ اب وہ چالیس کروڑ گز سے کچھ اوپر کی خریداری چاہتا تھا، جو اس کی (لکشاؤں) گزشتہ تین برسوں کی سالانہ اوسط ہے۔ اس کے بعد سے میں لکشاؤں ہندوستانی روٹی زیادہ مقدار میں خریدنے کے لئے تیار تھا، جب کہ گزشتہ تین برسوں سے اس کا قاعدہ رہا ہے۔ لیکن ہندوستانی صنعت پارچہ بانی کے نایندوں کے خود غرضانہ رویہ کی بنا پر کوئی کھد نہ ہو سکا۔ کیونکہ یہ نایند سے لکشاؤں کو خاطر خواہ ترانج دینے کے لئے تیار نہ تھے جس سے لکشاؤں ہندوستانی بازار میں اپنے مال کی ایک مناسب مقدار پر بیچا سکتا۔ ہر حال کسی طرح مجھے معلوم ہوا کہ اگر لکشاؤں داموں کو اس قدر کم کر دیا جائے کہ ان کی اجازت دیدی جاتی جو گزشتہ پانچ برسوں

ہیں ان کا واسطہ ہے تو وہ ہیں ہری رومی کی خریداری کا یقین دلانے کے لیے تیار تھے۔

یعنی آپ کا یہ مطلب ہے کہ اپنی رومی بیچنے کے لیے ہیں چاہے کہ ہم شکاڑا لڑا زیادہ سے زیادہ کچرا خریدیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔
لکا شاز کے ہاتھ میں لاکھ روپے کی رومی بیچ کر چاہیں کہ وہ گڑ گڑا کچرا خریدے کی دانش مندی ہندوستان کے فترت پروردوں کے سرا
کس کو سوجھ سکتی ہے، یہاں تاخیر کو کسم فترت پروردوں کا وہ شاہکار یاد دلانا چاہتا ہوں جب کہ انھوں نے وہی میں ایک لکھ مسلمان اس
غرض سے قائم کی تھی کہ لاگوس کے ایک کاع کا لکا شاز پر کوئی اثر نہ پڑے اور ولایتی مصنوعات کو مسلمانوں میں مقبول بنایا جائے۔

بہر حال آپ کمال زیادہ دہائیوں پر بیچنے کے لیے تیار شدہ مال خریدتے ہیں گے اور جب تک مالک فیر سے تیار شدہ مال آتا رہے گا
کوئی ملکی صنعت و حرفت فروغ نہ پاسکے گی، اور یہ چکر چلتا ہی رہے گا، درندیاں کیا مال رہے گا نہ صنعت و حرفت یہاں تک کہ پاکستان ہمیشہ
ایک زراعتی ملک بنا رہے گا، اور اقتصاد ہی طور پر دوسرے ملک کا غلام رہے گا۔ جو بڑے بڑے ملک ہی تو چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا ملک ہاتھ آئے
جو کمال انھیں پہلائی کرتا رہے، اور ان کا تیار شدہ مال خریدتا رہے گا۔ اور یہ چیزیں انھیں پاکستان میں بدرجہ اتم حاصل ہو سکتی ہیں۔
بہر حال ان تمام چیزوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد ہر ذی ہوش انسان یہ فیصلہ کرے گا کہ ان عموہوں کا فائدہ ہندوستان کے رہنے میں ہے
کیونکہ اس طرح وہ ہندوستان کے درخشاں مستقبل کے جھٹ دار بن سکتے ہیں۔ آج ہندوستان قدرتی طور پر ایشیا کا میڈر ہے اور جاپان کے
خاتمے کے بعد ایشیا میں ہندوستان ہی وہ ملک ہے جو صنعت و حرفت میں سب سے آگے ہے اور جو اس وقت تمام ایشیائی ممالک اور مشرقِ قریب
کے مسلم ممالک کو کچرا اور دوسرا سامان ہم بھجوا رہا ہے جب یہ عظیم شان ملک آزاد ہوگا تو دس سال کے اندر امریکہ اور یورپ کا مقابلہ کر سکے گا۔ اس
بھڑی ترقی میں ہمارا بھی حصہ ہوگا اور ایک نسلی آزاد ہندوستان ارمی اور بحریہ روپے جو تعلیم اور دوسرے رفاه عام پر خرچ کرے گا اس
سے مسلم صوبے بھی مستفید ہوں گے اور ایک مشترک ملک میں ہمارے لئے نہایت ایک مغلوں احوال ملک کے ترقی کے زیادہ مواقع ہمیں گئے اہم ہیں
کی عظمت میں برابر کے حصہ دار ہوں گے۔

فلس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

[نوٹ:- مسند پاکستان پر انیس الرحمن صاحب کے مندرجہ بالا مضامین آپ کی ایک مبسوطہ عنین کے مختلف ابواب ہیں جو
اس سلسلے سے شوق منی جا رہا ہے، یہ عنین ہنوز زیرِ ترمیم ہے، اور امید کی جاتی ہے کہ بہت جلد مکمل ہو کر شائع ہونے والی ہے۔

[المیثیر]



دنیا کے میں کروڑ غلام مسلمان

ملک	مسلم آبادی	سیاسی نوعیت	ملک	مسلم آبادی	سیاسی نوعیت
۱۔ ہندوستان	کرور	حکوم (برطانیہ)	۲۳۔ عدن حضرت	۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)
۲۔ سعودی عرب	۳۰۰۰۰۰	نیم آزاد (برطانیہ)	۲۴۔ عراق	۲۸۰۰۰۰	نیم آزاد (برطانیہ)
۳۔ یمن	۵۰۰۰۰	نیم آزاد (برطانیہ)	۲۵۔ مراکش	۳۶۵۰۰	حکوم (برطانیہ و فرانس)
۴۔ کویت	۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۲۶۔ افغانستان	اکرور	آزاد
۵۔ شیخ عرب	۱۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۲۷۔ ایران	۱۸۳۵۰۰۰	آزاد
۶۔ قطار	۲۵۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۲۸۔ البانیا	۶۸۸۲۸۰	حکوم (اطالیہ)
۷۔ بحرین وغیرہ	۱۲۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۲۹۔ حبش	۴۰۰۰۰۰	نیم آزاد (برطانیہ)
۸۔ مصر	۱۲۹۲۹۲۹۰	نیم آزاد (برطانیہ)	۳۰۔ چین	۳ کروڑ	آزاد (جاپانی)
۹۔ کنیا	۱۵۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۱۔ شام وغیرہ	۱۵۱۲۴۵۵	حکوم (فرانس)
۱۰۔ زنجبار	۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۲۔ الجزائر	۶۳۰۰۰۰	حکوم (فرانس)
۱۱۔ برطانوی ہمالیہ	۳۲۲۴۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۳۔ تیونس	۲۱۶۰۰۰	حکوم (فرانس)
۱۲۔ جنوبی افریقہ	۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۴۔ فرانسیسی	۱۰۰۰۰	حکوم (فرانس)
۱۳۔ لائبیریا	اکرور	حکوم (برطانیہ)	۳۵۔ سومالی لینڈ	۵۰۰۰۰۰	حکوم (فرانس)
۱۴۔ اشانتی	۱۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۶۔ فرانسیسی	۲۵۰۰۰۰	حکوم (اطالیہ)
۱۵۔ سوڈان	۵۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۷۔ اطالوی اتریا	۵۰۰۰۰۰	حکوم (اطالیہ)
۱۶۔ ٹنگنیکا	۲۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۸۔ اطالوی مالی لینڈ	۶۲۵۰۰۰	حکوم (اطالیہ)
۱۷۔ برطانوی بوریو	۱۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۳۹۔ طرابلس	۵۸۴۳۸۸۸	حکوم (فرانس)
۱۸۔ قبرص	۶۲۲۳۸	حکوم (برطانیہ)	۴۰۔ مراکش	۷۲۵۰۰۰	حکوم (اسپین)
۱۹۔ طایف و فاتی	۱۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۴۱۔ جادہ و مارتہ	۳ کروڑ	حکوم (ترکی)
۲۰۔ طایف و فاتی	۱۰۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۴۲۔ ترکی	۱۳۳۰۰۰۰	آزاد
۲۱۔ فلسطین	۸۵۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۴۳۔ یوگوسلاویہ	۱۵۶۱۰۰۰	آزاد
۲۲۔ شرق یمن	۲۶۰۰۰۰	حکوم (برطانیہ)	۴۴۔ رومانیہ	۲۶۰۰۰۰	آزاد
			۴۵۔ سیام	۵۰۰۰۰۰	آزاد
			۴۶۔ روس	۳ کروڑ	آزاد

طرز میں مختلف ہیں



نفس اسلام

لیکن یہ تمام کیلیں کون سے کپڑے ہیں

WWW.NATSEISLAM.COM

کیلیں کے کپڑوں کو سارے ہندوستان کے نفاست پسند اور شوقین حضرات خریدتے ہیں۔ انکی نظر انتخاب صرف کیلیں کو پر اسلئے جاتی ہے کہ اس کے کپڑے دیکھنے میں خوشنما، مضبوطی اور بناوٹ و نفاست میں لاجواب اور انتہائی مرغوب نگوں کے بنے ہوتے ہیں

کیلیں کو یعنی وہ دیدہ و زیب کپڑے جن کی پائیداری مشہور ہے

اقبال جوش فراق

اقبال (امامی تبرہ) جنوں گورکھ پوری
عیش و فریش (نظم) جوش مجاہدانی
جنت و حکایت (نظم) " "
خوش و نگار (نظم) " "
روح کائنات (نظم) جنگ کے اندر سچے ہر کتاب
فراق گورکھ پوری

پرواز (نظم) علی سردار جعفری
اردکان شوق شاعری تنقید (غزل) غرق دور کو پوری
سرخ سبزه (نظم) محمد رفیع الدین
رب سب (نظم) علی جواد زیدی
شب تاب (نظم) مجاز
بے حجاب جبریں (دروازے) راجند سنگھ بیدی
تقی ننداد (تنقید) پروفسر عزیز احمد

بنک روڈ۔ الہ آباد

افکار آزاد

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے نامور غنائی کا مجموعہ شایع ہو گیا
 شریعہ مولانا محمد عثمان صاحب (ناظر قلم)
 انکسار آزاد۔ اُن عقائد اور اصولوں اور عقائد اور عقائد جو ہے جن کی اسلام
 حکم کو پیشہ ضرورت ہے کہ
 اُن جاہل باروں سے پرہیز کرنا ہے کہ علم سے روش اُٹھ کر کو
 انکسار آزاد۔
 میں آپ کو مذہب و اعتقاد، سیاست و تمدن و ادب کے نفسیات
 انکسار آزاد۔ اعتقاد و ایمان، اجتہاد و فقہ، شریعت و اصول، قول و فعل اور
 اعتقاد و عمل کے حق کی سوسنی یعنی نظریات ہیں۔
 انکسار آزاد۔ اسلامی شریعت و جہاد کی شریعت و ایمان، ملی سیاست کے پہلو
 و اصول کا کہتے ہیں، جو کہ قومی، اسلامی اور انسانی کے مستند و قیاسی
 اور راہ ہدایت کی جامع بات ہے۔
 اکثر و بیشتر اُن مصنفین اور محققین کے جو ایک دفعہ شایع ہو چکے
 بعد دوبارہ نظر عام پر نہ آئے اور جن میں سے کچھ کے مرنے کے
 ہو گئے ہیں، مگر اُن کی تہذیبی و تاریخی و فنی مہمیں آج بھی آ رہی ہیں۔

قیمت دوویے چار آنے

مکتبہ آزاد، موہن لال روڈ۔ لاہور

نصفون جہد کی سے مشہور عالم
مدن منجری گولیاں

تنبہ پہنچی دہر کے توت تانے کر گئی ہیں خوراک بھی ملے محکم کھانے کے
غریب بیکار کیوں رہا خدا جگر کو توت تانے میں توت تانے والی کیا
ہو کر رہی ہے نہ کھانے کی سہولت نہ توت تاننے کی سہولت نہ گویا ہر قسم
گر بھارت چورن

ان دو کتے استعمال و حریف کی قیام کی اور ہر گزرت پر صاف غلام ہوتا ہے
 جو کہ لڑائی میں اپنے حریف کی شکست اور ہجرت کو مل کے صحت میں استعمال کیے
 مل کے پر ہر گزرت کی کہ جو چند سالہ عمر میں اپنا ہر گزرت کیلئے اپنے
 انہماک کو حریف کی شکست و حریف کی رہا ہے

مدن مخبري فارسي - جام نگر کاسنیس اور
ال آباد - جنت علیہم ورحمہم بادشاه و ملکشور و جانشین
کھنڈو کرم نیک علی بن احمد بن شمس احمد لالیہ سندھ و
کامپور - مدن وال آباد کچھن روٹ -

پہنچو دالہ کو کہ حکیم سی پڑا وال علیہ السلام

یاں جموں گمٹی

بال جمن گمشو
 بچوں کی ہر ایک بیماری کو دلورس
 کوڑھوں کو سندرت و طاعون بھائی
 داسی دوزخاں چٹا دینے سے بچا بھی ہر کوڑیا نہیں ہوئے۔
 طاقت بڑی آسانی سے عمل آدیں گے۔ سب جگہ فروخت ہوتی
 ہے۔ لیکن نقل و حمل گھٹیں سے نہیں۔ نیت ل شیئی ہر
 زمین و آسمان و مہول۔ نئے سوکار کو نہ مفت ملگاؤں۔
 دوسرا نہ وہ بچے دیکھائے گی کہ اس کتاب کو
 مفت لو۔ نہ کہ آپ کو بچے دیکھ کر نئے ہی مفت میں ہے۔
 الشتر۔ بال جمن کا یا یہ علی گڑھ (یو۔ پی)

نوگیت تھریٹ کا ایک سسٹمی خیر سماجی شاہکار

کمرہ نمبر ۹

ایک عجیب و غریب واقعہ جو شائد ہی کسی دو انسانوں کو مشترکہ طور پر پیش آیا ہو

ڈاکٹر گشتی: ویدی

اسکرین پہلے: شاہد لطیف

گاہنے: نکتہ

موسیقی: رشید اترے

مستکرم ہے:

گیت یا نظامی

شیام

کے ان - جگہ - دار کا کٹھنی، سر و ج بورد
پیسری راج، بشواس، رہنمیسر

تعمید کے مراحل طے کر رکھا ہے

دن رات

رہنمیسر ہو چکا

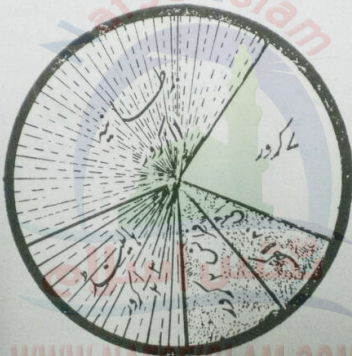
ڈسٹری بیوٹس: پیسریس پکچرز - بس بی ۴

کتاب دوم

کلمے والے

مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی
 ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب
 ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب حیدر آبادی
 مولانا حفظ الرحمن صاحب انظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند
 مولانا سید طفیل احمد صاحب منگلوری
 سر آر دیشور دلال رکن مجلس تنظیم حکومت ہند
 پروفیسر عبدالجبار خان فرین کریمین کلج لاہور
 سید علی ظہیر صاحب بانیۃ الامداد لاہور
 مولانا محمد میاں صاحب انظم جمعیۃ العلماء ہند

ذیل کے ڈائجرام سے آپ مسلمانوں کی آزادی اور غلامی کی تعداد معلوم کریں



WWW.NAFSEISLAM.COM

پاکستان کیا ہے؟

حقیقتِ پاکستان اور اُس کا پس منظر

از شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی (مفت اعظم پاکستان) دہلی اور صدر کالج اسلامیہ بورڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وكفى وسكنا على عباده الذين اصطفى آمین

اس زمانہ میں پاکستان کے متعلق بہت زیادہ شور و غوغا ہے اور اس کو اس قدر اہمیت دی جا رہی ہے کہ اُس کو ہمارا کلشن قرار دیا جاتا ہے! اور اُس کے نام پر دھڑک رہا ہے! اور اُس کو زہارِ لیگِ مسلمانانِ ہند کی جملہ مشکلاتِ کامل بتلا رہے ہیں۔ اخباروں اور میگزینوں کے صفحات کے صفحات اس کے محاسن اور قیام سے بھرے جا رہے ہیں۔ پلیٹ فارموں اور ویب سائٹس میں اُس پر دھواں دھار تقریریں ہو رہی ہیں۔ میں بھی ان ہی وجوہ سے غور و غوض کی ضرورت پیش آئی۔ مگر باوجود جدوجہدِ تبلیغ اس کی نزاکت سمجھ میں نہیں آئی۔ بلکہ اس کے برعکس پاکستان میں ہم نے مسلم اکثریت والے صوبوں و مسلم اقلیت والے صوبوں دونوں کے مسلمانوں کے لئے نقصان اور ضرر ہی کو غالب پایا۔ اپنی غشیش اور افلاکات کی سوجھ بوجھ میں قدرِ ملومات حاصل ہوئی ہیں اُن کو پیش کن ضروری سمجھا! ناظرین سے ہماری درخواست ہے کہ مندرجہ ذیل اُمور پر غور و غوض سے دل سے غور فرمائیں۔ بعض جذبات کی دھند میں نہ پھریں! سب سے پہلے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کا منہج اور اہداف تلاش کریں اور اس کے بعد دیگر ضروری اُمور پر نظر ڈالیں۔ لیکن شیخ کی سرانجامی سے پہلے بطور تہیہ ہم چند ضروری باتیں عرض کرنا واجب سمجھتے ہیں۔

(۱) موجودہ دور میں شہنشاہیوں اور حکومتوں کا ہر حربہ نسبتِ مگرداری و ماریاقت کے اوتھاد و ایت اور اس کے ذرائع و اقسام پر غور ہے۔ تجارت اور اس کے ذریعہ صنعت اور اُس کے شعبے اور ذرائع بہت پیش نظر رہتے ہیں۔ معاون اور اُن کے محاصل و فوائد سب سے زیادہ ملحوظ نظر ہوتے ہیں۔

یہ ہیں اقوام اور ان کے بسوسوں کی نقل و حرکت اور فرقہ ویشیاں وغیرہ میں ملکداری اور آمد و رفت اسی بنا پر شروع ہوئی اور اب بھی ان ہی امور کی بنا پر بنگالہ کے مغیرہ پورچر ہوئے۔ برطانوی اقوام کا ہندوستان میں آنا اور قدم جانا اسی وسیلہ سے ہوا۔ پہلے پہل تو ان کی سوداگری پھیری والوں کی طرح رہی پھر رفتہ رفتہ دکانداری کا طریقہ اختیار کیا اور یہ دور منسلک سے تقریباً منسلک تک رہا۔ اس کے بعد ان کی باقاعدہ کمپنی بن گئی اور جو تاجر عائدہ عائدہ کاروبار کرتے تھے اور جن کی مقدار سو تک پہنچتی تھی سب کی مشترک جماعت بنا دی گئی "جن کو ایسٹ انڈیا کمپنی" کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اُس نے باقاعدہ مراکز قائم کئے، گوثیاں کھولیں، مختلف سوالیہ پٹے بنائے، زمینیں قائم کیں، مختلف میلوں سے ذابوں، راجاؤں، بادشاہوں کے درباروں میں رسوخ حاصل کیا، سٹریٹ اور مخصوص تجارتی امتیازات کیے بعد دیگرے حاصل کرے گئے۔ ایسے ایسے خود غرضی کے قوانین تجارت بنائے کہ جن میں نہ تعذیب تھی نہ انسانیت! اور قبولِ ولیم دہلی سنگھ سے ہندوستان پر تجارتی تسلط قائم کر دیا اور تجارتی ٹوٹ کھسٹ اس طرح جاری کر دی کہ ہندوستان ادموا پور کر گیا۔ یہ دور منسلک سے ۱۷۵۷ء تک رہا اس کے بعد جاس کی جنگ ہوئی اور نورجنگ ڈاکوؤں کی جماعت تک جابرانہ تسلط قائم کر دیا اور ہر زمانہ اور دولت پر اپنا قبضہ بھار سنگھستان کو منتقل کر دیا۔ اسی زمانہ میں تجارت غالبانہ سے بھی ٹوٹ کھسٹ ہوتی تھی۔ اور حکومت جابرانہ سے بھی برابر ڈاکوئی جاری رہی۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں ملائیہ طور سے ہندوستان سے دولت کے ہڈیاں انگلستان کو بیٹے رہے ہیں کہ "لارڈ ڈیکلے" کہتا ہے۔

"ہندوستان کے بیشتر خزانے اسی زمانہ میں انگلستان کو منتقل ہوئے۔"

یہ تسلط ۱۷۵۷ء سے ۱۸۵۷ء تک رہا اس کے بعد تسلط بذریعہ پوسٹ قائم کیا گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی خالص بادشاہ بن گئی۔ اُس نے قانونی اوشاہت قائم کر کے منائے خود غرضی کے قوانین حکومت ایسے میٹھے الفاظ میں بنائے جن میں خوش معاملگی کا دکھاوا ہوتا رہا اور ہندوستان قوم اور ان کے احوال وغیرہ کو از سرِ بالا اپنی اغراض کی بحیثیت چڑھا دیا۔ یہی وہی گھٹا ہے!

"مگر اس میں شک نہیں کہ قریب بھی ہندوستان اس سے زیادہ شرمناک طور پر لوٹا جا رہا ہے۔ جتنا اس سے پہلے کبھی ٹوٹا گیا تھا، ہماری حکومت کی باریک چابک اب اپنی زنجیر بن گئی ہے۔ گلا پور اور ہنگام کی ٹوٹ اس نکاس کے سامنے، بچ ہے جو کہ ایک ملک کا خون جان بھار دوسرے ملک کو مالامال کر رہا ہے۔"

پلے ملک کی صنعت چڑھانے کے لئے ہندوستان صنعت کا گلا گھونٹا۔ ہندوستانی تجارت کو فنا کیا۔ معادن پر قبضہ کیا۔ زراعت پر بھاری بھاری ٹیکس لگائے۔ پلے ملک کی مصنوعات کو محفوظ کرنے اور ترقی دینے کے لئے انگلستان میں ہندوستانی مصنوعات پر دوائی تجارت کا فلسفہ دکھاتے ہوئے "بھاری بھاری ٹیکس" لگائے۔ ادھر ہندوستان میں متاعوں اور کاریگروں پر مال اور جہانی تشدد عمل میں لائے گئے۔ تاہم ہندوستان کا باہر جانا بھی بند ہو گیا! اور صنعت پیشہ قومی کاروبار چھوڑنے پر مجبور کر دی گئیں "بھاری ٹیکس" کا گیت لگا دیا اور غیر معمولی یا نہایت تلیل محصول سے انگلستان کی مصنوعات ہندوستان میں داخل کی گئیں اور ہر برہمندی میں ریوں کے ذریعہ سے انگلستان کا مال پات دیا گیا۔ سوئی سموی گرنی پر لوگ بھوکے مرے گئے اسی وجہ سے صرف ایک صدی میں یعنی منسلک سے ۱۹۰۷ء تک میں ہندوستان میں اکتیس قوط چرسے!! اور تقریباً چار کروڑ ہندوستانی مرن بھوک کی وجہ سے موت کی نذر ہو گئے۔

انگلستان کی بنی ہوئی چیزیں ہندوستان میں ہر بازار میں پٹی ہوئی نظر آئے گی۔ انگلستان کے باشندے نہ صرف امیر بن گئے بلکہ زراعت وغیرہ پھوڑ کر صنعت اور تجارت میں شہک ہو گئے۔ انگلستان کی مصنوعات کافی حدیٰ چونکھتے ہندوستان میں کھینے لگا۔ ۱۸۲۳ء میں صرف کپڑے اور سوت کی قیمت میں اتنی گودڑ روپیہ انگلستان کو گیا۔ انگریز برطانویوں کی عیش پرستی اور خوشحالی کا بڑا حار ہندوستان میں ان کی مصنوعات کی کھپت بڑھے۔ یہ تمام دنیا کی منڈیوں میں سب سے بڑی منڈی برطانیہ کے ہاتھ میں ہے۔ جرمنی اور جاپان نے جب اس منڈی پر حریفانہ نگاہ ڈالی تو جنگ عظیم کے شعلے پیش اسنے گئے!

علاوہ تجارت پر قبضہ جالینے اور ہندوستانی صنعت و تجارت کو ذرا کر دینے کے ہندوستان کے نامہ ان عبادوں اور حکومت کے تمام شعبوں کو جن کو انگریز قبول کر سکتا تھا اپنے قبضہ میں کیا گیا اور ان کی اتنی بھاری بھاری تجارتیں مقرر کی گئیں کہ دنیا کے بڑے سے بڑے متول ملکوں میں کہیں نہیں پائی جاتیں۔ فرس کے اعلیٰ عہدوں سے ہندوستانوں کو بالکل محروم کر دیا گیا اور ان انگریزوں کو جو کہ چند دنوں پہاں ملازمت کرتے ہیں وہ وہاں ہندوستان کے خزانے سے مقرر کی گئیں جو کہ امریکہ، انگلینڈ، جاپان، جرمنی وغیرہ کہیں بھی تھیں حتیٰ کہ معمولی انگریزی سپاہی کے لئے بھی ہندوستان کے خزانہ پر اتنا عہد ڈالا گیا کہ ہندوستانی چار پانچ سپاہیوں پر بھی نہیں پڑتا۔ سٹرائیگر نے ۱۹۱۹ء میں ہاؤس آف کامنز میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ایک ہندوستانی سپاہی پر سالانہ (تھلے لاکس) دوپہ خرچ ہوتا ہے اور ایک برطانوی سپاہی پر ۱۸۰ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ ہندوستان کے ڈیفنس کے لئے کم از کم چاس، ساٹھ ہزار سپاہی انگلینڈ کے باشندے یعنی گورے لازم فرار دئے گئے انفرم اس طریقے سے سول اور فوجی ملازمین کی پنشنوں میں بقول "لے۔ جی۔ دسن آف ایسٹری ریویو" تین کروڑ پونڈ سالانہ ہندوستان سے وصول ہو کر انگلستان جاتا رہا۔

نیز ہندوستان میں انگریز ملازمین کی تنخواہوں کا پس انداز بقول ایگنس اسمیڈے (ماڈرن ریویو) تین کروڑ پونڈ سالانہ یعنی پینتالیس کروڑ روپیہ سالانہ جاتا رہا۔ اسی طرح انڈیا آفس لندن کے مصارف ہندوستان پر قومی قرضہ کا سود، ریلوں، نہروں، معدنوں، جہازوں، گاڑیوں وغیرہ میں جو روپیہ انگریزوں کا لگا ہوا ہے اور جس کی مقدار ۱۹۱۳ء تک پینتیس ارب پونڈ تھی اس کا سالانہ منافع پینتیس کروڑ پونڈ تھا اور اس رقم کے دیگر طریقے دولت کھینچنے کے وہ غیر معمولی سیلاب دولت ہیں جن کی نظیر تمام دنیا میں نہیں ملتی! اسی بنا پر منگڑی مارن ۱۹۳۲ء میں لکھتا ہے "اگر دولت کا ایسا مسلسل اور روز افزوں سیلان انگلستان سے ہونے لگے تو ایک ہی دن میں وہ بھی محتاج ہو جائے پھر خیال فرمائیے کہ ہندوستان پر اس کا کیا اثر پڑے گا جہاں معمولی مزدور کو دو تین 'پنس' روزانہ ملتی ہے!"

ڈلیو ایس بلنٹ لکھتا ہے "میں ہندوستان کے مالیہ کے اسرار۔ بہترین استادوں سے حاصل کر رہا ہوں اور یہ استاد گورنمنٹ کے سکریٹری اور کزنز وغیرہ ہیں میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر ہم اس طرح ہندوستان کو ترقی دیتے رہے تو ایک دن وہ آئے گا جبکہ ہندوستانی ایک دوسرے کو آپس میں کھانے لگیں گے! کیونکہ ان کے پاس کھانے کے لئے سوائے اپنے اباؤ جنس کے کچھ بھی باقی نہ رہے گا!!"

اس بیشمار لوٹ کھسوٹ سے اگرچہ ہندوستان موت سے گھاٹ اُٹ گیا مگر انگلستان کی خوشحالی، عیاشی، سرمایہ داری، روز افزوں ترقی دہی کرتی رہی اور اس کی سرمایہ اور دولت کی بھوک روز افزوں بڑھتی ہی رہی! جس طرح درندے کے اگر انسان حقوق مند کو لگ جاتا ہے تو وہ بھی بھی انسانی خوشحالی اور ی سے سیر نہیں ہوتا اور ہر کس دن اس کو دیکھ کر اس کی آگ بھڑک اٹھتی ہے یہی حال برطانویوں کا ہندوستان ہو گیا ہے۔

سندھ ٹائمز آف لندن ۲۵ مارچ ۱۹۲۳ء) لکھا ہے۔ ہمیں صاف طور پر اس بات کو واضح کر دینا چاہیے کہ انگریز ہندوستان میں بجا
صوت کی غرض سے مقیم نہیں ہیں بلکہ اُن کا مقصد وہ یہ پیدا کرنا ہے کہ ہم ہندوستان کو نہیں چھوڑ سکتے اس لئے کہ ایسا کرنا ہمارے مفاد و مصلحت
کے سراسر خلاف ہے۔ ہندوستان میں رہنا اور اپنا مقصد حاصل کرنا ہمارا فرض ہے۔

سرولیم جوائس میکس ہوم سکریٹری انگلستان کہتا ہے۔ "ہم نے ہندوستان ہندوستانیوں کی بھلائی کے لئے فتح نہیں کیا اور ہم ہندوستان
میں ہندوستانیوں کی بھلائی کے لئے نہیں ہیں۔" (تجہ دہلی مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۳ء)

الغرض جس فوٹ کھسوت کی ناپچ سے انگریز یہاں آئے تھے اور جس کے وہ دو تین صدی سے عادی ہو گئے ہیں اور جس کے بغیر اُن کو مستقل
کی زندگی بنایت بھیانک اور خطرناک معلوم ہو رہی ہے وہ ہندوستان کی آزادی کو ہر وقت انتہائی پریشانیوں میں مبتلا رکھتی ہے اور طرح طرح
کی ایکٹیں اپنے مفاد اور مقصد کے لئے تیار کرانی رہتی ہے۔

(۳) روسے زمین پر صرف دو ملک ہندوستان اور چین عظیم اُشان تعداد والے ہیں جو کہ اپنا مثل نہیں رکھتے آج جبکہ دس دس بارہ بارہ
کر دہائوں دس لک جرمی امریکہ دس دس جو کہ ہندوستان کی تقریباً ایک ایک تہائی یا اس سے کم آبادی والے ممالک ہیں اس قدر قوت و درجہ
گئے ہیں کہ برطانوی شہنشاہیت کو دھمکاتے رہتے ہیں اور دنیا کو الٹی میٹم اور دعوت جنگ دینے سے نہیں ہٹ سکتے تو یورپین اقوام بالخصوص برطانیہ کو
ضرور یہ عظیم الشان خطرہ پیش رہتا ہے کہ اگر چین اور ہندوستان ہر ایک آزاد اور متحدہ قومیت کا ملک اور قوی ہو گیا تو یقیناً تمام روسے زمین پر چھا
جائے گا اور نہ صرف ہماری نوآبادیات پر قابض ہو جائے گا یا اُن کو ہمارے اقتدار سے باہر کر کے آزاد کرادے گا بلکہ قوی خطرہ ہے کہ وہ ہمارے
سابقہ سیاہ کارناموں اور گزشتہ دشمنانہ بربریتوں کا بدلہ بھی لے اور کوشش کرے کہ انگلستان و غیرہ کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر بیدست و پا
کر دے بالخصوص اس وجہ سے کہ برد و جنگ عظیم میں ہندوستانی سپاہیوں کی جفاکشی اور بہادری یورپین اقوام کے مقابلہ میں تمام دہل و دپ
کے سپاہیوں سے زیادہ اور اعلیٰ ثابت ہوئی۔ جیسا کہ برطانیہ کے بڑے بڑے جرنیلوں اور فوجی اور سول افسروں جملہ دورا برطانیہ سنیڈ زور
اعتراف کرتے ہوئے شکر یہ ادا کیا ہے۔ خود لارڈ ویول موجودہ وائسرائے کہتے ہیں کہ "ہم نے یہ جنگ ہندوستان کے سپاہیوں اور ہندوستان
کے مال سے جیتی ہے۔" اس لئے یہ خطرہ اور بھی قوی ہو جاتا ہے اور یہ صحیح بھی ہے! اگر ہندوستانی اقوام اور سپاہیوں کو منظم طریقہ پر جوہر
اسلحہ جات مل جائیں اور اُن کی فوجی تعلیم مکمل ہو جائے اور قابل جرنیل کے ماتحت باقاعدہ جنگ جاری کی جائے تو کسی یورپین قوم سے ٹکرانے میں
کم نہیں رہ سکتے بلکہ ہر مخالف پر غالب آ سکتے ہیں اور یہی بڑی وجہ ہے کہ ان دونوں ملکوں کو ہر طرح کمزور کرنے کی پالیسی حکومتوں سے جاری ہے۔
اور اب یہی امر پیش نظر رہا ہے اور کم از کم یہ خطرہ تو ہر وقت سامنے رہتا ہے کہ ہندوستان کا معمولی سا جذبہ قومیت ہی ہماری شہنشاہیت کی برابری کا نہایت
نبردست ذریعہ ہے۔

پروفیسر سیلے اسپنشن آف انگلینڈ میں لکھتا ہے۔ "اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ ہی پیدا ہو جائے اور اس میں اجنبیوں کے کھانسی
کوئی ملی روج نہ بھی ہو بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد مل ہندوستانیوں کے لئے شرعاً ناگوار ہے تو اس وقت سے ہماری
شہنشاہیت کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور اس پر فاتحانہ حکمرانی نہیں کر سکتے ہیں اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنا
بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہو جائیں گے۔"
(عظیم جلد ۶، ۲۸ اگست ۱۹۲۵ء)

اور یہی وجہ ہے کہ مایان برعانیہ دانستہ یا نادانستہ قریب پر انتہائی درجہ چراغ پا ہو رہے ہیں اور بہت زبردست پروگنڈہ اس کے خلاف جاری کئے ہوئے ہیں۔ چونکہ بھارتی اقتدار کی بربادی کے لئے یہ انیم پلم یا اس سے بھی زیادہ قوی ہتھیار ہے اس لئے ہر انگریز کو اس کے خلاف پروگنڈہ کرنا اور کروانا اشد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے ہندوستانی بھائی بالخصوص مسلمان بالکل بھولے بھالے اور سیاسیات سے بالکل ناواقف ہیں۔ اور وہ لوگ جو سیاسی میدان میں اترے ہوئے بھی ہیں انگریز کے سامنے طفل کتب ہیں۔ وہ ٹوری انگریزوں کے چکے میں بہت جلد آجاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ مسلمان غیر مسلم اور مشرک کا ہم قوم کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور اس پر طرح طرح کے شرعی اور غیر شرعی دھمکی اور رواجی استدلال قائم کر کے عوام کو متفرق کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ ”سر سید مروجہ“ اس بارے میں بہت آگے بڑھے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے فرمایا تھا ”قوم کا اطلاق ایک ملک کے رہنے والوں پر ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہب ہی لفظ ہے در نہ ہندو مسلمان اور عیسائی بھی جو اس ملک کے رہنے والے ہیں اس اعتبار سے سب ایک قوم ہیں۔ جیسا یہ سب گروہ ایک قوم کہے جاتے ہیں تو ان سب کو ملکی فائدہ میں جو ان سب کا ملک کہلاتا ہے ایک ہونا چاہیے۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ ہندو مذہب کے خیال سے ایک ملک کے باشندے دو قومیں سمجھی جائیں۔“ (مجموعہ کچھ سر سید صفحہ ۱۶۷)

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا :-

”میں طرح آریہ قوم کے لوگ ہندو کہلاتے جاتے ہیں اسی طرح مسلمان بھی ’ہندو‘ یعنی ہندوستان کے رہنے والے کہلاتے جاتے ہیں۔“ (سر سید کے آخری معنائیں صفحہ ۵۵)

سفر پنجاب میں ہندوؤں کو خطاب کرتے وقت فرمایا:

”آپ نے جو لفظ اپنے لئے ’ہندو‘ کا استعمال کیا ہے وہ میری رائے میں درست نہیں کیونکہ ہندو میرے رائے میں کسی مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ ہر ایک شخص ہندوستان کا رہنے والا اپنے تئیں ہندو کہہ سکتا ہے۔ پس مجھے بنیاد افسوس ہے کہ آپ مجھ کو یاد جو اس کے کہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں ’ہندو‘ نہیں کہتے۔“

(سفر نامہ پنجاب سر سید صفحہ ۱۳۹) (روشن مستقبل صفحہ ۲۶۱، ۲۶۲)

پس بقول سر سید احمد مروجہ اگر قوم بمعنی انیشن لیا جائے جو کہ اہل یدپ کی اصطلاح ہے تو یقینی طور پر تمام ہندوستان کے باشندے ایک قوم ہیں ہندوستان کا وصف سب میں مشترک ہے، مفاد سبوں کا مشترک ہے، غیر ہندوستانی جہاں بھی ہیں ان تمام ہندوستانیوں کو اپنے سے غیر اور اجنبی محسوس کرتے ہیں۔ خواہ ہندوستانی مسلمان ہو یا سکھ یا ہندو یا پارسی۔ سیاحان ممالک اور دارین ہندوستان امریکیوں، جاپانیوں، چینیوں، انگریزوں، فرانسیسیوں، جرمنوں سے پوچھو اور دیکھو۔ وہ مذہبی تفرقہ کو محسوس بھی نہیں کرتے۔ بلکہ سب کو ’ہندوستانی قوم‘ سمجھتے اور کہتے ہیں۔

اور اگر عربی، فارسی اصطلاح دعوت کو دیکھیں، یا قرآن شہادت میں کلام کریں تو اسباب قیامت صرف مذہب میں منحصر نہیں ہوتے۔ کبھی متحدہ قیامت جغرافیائی حدود اور وطنیت سے ہوتی ہے تو کبھی نسل کی حیثیت سے، کبھی پیشہ کی حیثیت سے اور کبھی رنگت و غیرہ وغیرہ سے، قرآن شریف میں نسل یا وطنی اسباب کی بنا پر بار بار کفار کو انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کا ہم قوم قرار دیا گیا ہے۔ بہر حال یہ تین اور مذکورہ بالا برطانیوں اور بالخصوص ان کے کو ہمیشہ ہندوستان کی آزادی سے پریشان رکھتے ہیں۔ انگریز اگرچہ سب کے سب اپنی قوم اور شہنشاہیت کے غیر خواہ اور فدا ہیں مگر ان میں نیک دل اور انصاف پسند بھی ہیں۔ جو کہ وعدوں کو وفا کرنا، بندگان خداوندی کے ساتھ انسانیت کا برتاؤ کرنا، سب کے ساتھ حتیٰ الوسع انصاف کرنا اور ان کو فطری

حقوق دینا' دغیرہ ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر تمام قوم برطانیہ میں سب سے گرسے ہوئے اور اپنی اغراض کے دیوانے اور دوسری اقوام کی حق تلفی کے جریں وچوں اپنی شہنشاہیت کے ہر جائز اور ناجائز قول اور عمل کے شدید ترین حامی' یہی ٹوری ہیں۔ یہ کنسرویٹو پارٹی (قدامت پسندوں) سے بھی زیادہ گرسے ہوئے لوگ ہیں۔ ان کا ہمیشہ سے نظریہ یہی رہا ہے کہ ہندوستان کو ذرہ برابر بھی آزادی نہ دی جائے اور ذمہ داران برطانیہ نے بین الاقوامی (انٹرنیشنل) یا سیاسی (پولٹیکل) یا انصافی مجبوریوں سے جو جو اعلانات مختلف اوقات میں آزادی کامل یا نیم آزادی یا انسانی اور فطری حقوق کے متعلق ہندوستانیوں کے لئے کئے ہیں ان کو کبھی بھی برمودے ایفانہ آنے دیں اور جس طرح بھی ممکن ہو مثال مٹول کرتے ہوئے اپنے استبداد اور جبروت و تشدد سے ہندوستان کی لوٹ کھسوٹ قائم اور جاری رکھیں اور اس کے لئے طرح طرح کے بہانے گڑھتے رہیں۔ کون دکتوریہ اور دیگر ذمہ داران برطانیہ کے اعلانات اور وعدوں کو نئے نئے لباس میں ڈھالتے ہوئے آج تک برطانیہ نے سامراج ان کی بدولت قائم رکھا۔ کنیڈا' آسٹریلیا' ساؤتھ افریقہ' کیپ کالونی' آئرلینڈ' مارشیس' نیجی' نیوزی لینڈ' دغیرہ و دغیرہ کو حقوق و کثوریہ کے اعلان کے بعد اور پہلے دئے گئے اور دئے جاتے رہے ہیں مگر ایک ہندوستان ہے کہ تقریباً تمام انسانی حقوق سے آج تک محروم ہے اور جو کچھ سمون حقوق دئے بھی گئے ہیں وہ نہایت ناقص اور نکتے ہیں! مگر عرصہ سے چونکہ ہندوستانیوں میں روز بروز بیداری پیدا ہوتی جاتی ہے اور ہندوستانی ظلمیت کا آوازہ امریکہ' روس' جاپان' چین اور دیگر ممالک میں بکثرت پھیل چکا ہے اس لئے ان کو نظر آنے لگا ہے کہ اب ہندوستان مثل سابق غلام نہیں رہ سکتا لہذا ہندوستانی فوجیوں اور اپنے ہر ہر رخاد کو قائم رکھنے اور جاری کرنے کے لئے نئی نئی صورتیں اور نئی نئی اسکیمیں عرصہ سے سوچی گئیں اور سوچی جا رہی ہیں! انھیں دس سے یہ اسکیم' پاکستان' بھی ہے جس کا سرخشیہ اور ضیع وہی برطانوی ڈپلومیسی کی تحصیل ہے۔

۱۹۴۷ء میں جبکہ ہندوستانی ڈیلی گیٹ انگلستان میں دوسری رلنڈ ٹیبل کانفرنس میں گئے ہوئے تھے یا جانے والے تھے مسلم نمائندوں دغیرہ کے دماغ میں ٹوریوں سے بھی نئی ڈالی ہے اور وہ زمانہ میں آگسٹورڈ اور کیمبرج میں شائع ہوکر ہندوستانی اسٹوڈنٹس کو گور کرتی ہے۔

مسلمانوں کے وہ نمائندے جو کہ یگ اور مسلم کانفرنس کی نمائندگی کے واسطے سے بھیجے گئے تھے ان ٹوری ہادد گروں سے کور ہوکر ان کے دامن میں پناہ گزین ہوتے ہیں اور جو کچھ نہ کرنا چاہئے تھا کر بیٹھے ہیں۔ اور مسلمان ہند کو ان ٹوری ہادد گروں کے قدموں پر بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔

چنانچہ مدینہ مجزیم فردی ۱۹۴۷ء جلد ۲۱ نمبر ۹ میں لکھتا ہے۔

"لیکن ان سب سے زیادہ گروہ طرز عمل ان تعاون کرام کا یہ تھا کہ جب گاندھی جی نے مسلمانوں کے وجود کے چورہ مطالبات منظور کرنے پر آمادگی کا اظہار کر دیا تو ان امتی اور فریب خوردہ حضرات نے اچھوتوں کی حمایت کا بیڑا اٹھالیا حالانکہ ہندوستان وہ صرف یہ عہد کہ سے پہلے تھے کہ وہ مسلمانوں کے مطالبات کی تکمیل کرائیں گے۔ ان سے کسی شخص نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اچھوتوں کے حقوق کے محافظ بھی بن جائیں۔ ان کا دعویٰ حقوق سلیم کے تحفظ کا تھا اور ان کا ہرگز یہ حق نہیں تھا کہ وہ اپنے کمزور اور بودے کندھوں پر دنیا بھر کی اقوام کے تحفظ کا بوجھ بار کر لیں۔ اس کے سنی تو اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے کہ انھوں نے دانستہ اسلامی حقوق کی راہ میں روڑے اٹھائے۔ اس احمقانہ طرز عمل کی جو قیمت ان کو ملی وہ ان کے طرز بھی زیادہ شرمناک ہے۔ وہ یورپیوں کے ہاتھوں پر بک گئے اور ایک ایسے محضر غلامی پر دستخط کر دئے جس میں اپنے مطالبات کا تو گلا گھونٹ ہی دیا گیا تھا مقصد آزادی دھن کو بھی پا مال کر دیا۔ اور غیر ملکیوں کو تجارتی استیلا اور زائد از زائد حقوق آبادی دئے گئے تھے اور مسلمانوں کے لئے چند نشستیں چند ملازمتیں اور چند اعزاز قبول کر لئے۔ اور باب حقوق کا

طرز عمل شروع سے آؤنگ عدم تدبیر تنگ نظری غیر سیاست دانی 'دل و دماغ کی بے مائیگی اور ظلمات درزی عہد و مسلکی
ایک نہایت المناک مثال پیش کرتا ہے۔ سندرجہ ذیل شہادتیں ملاحظہ ہوں !

(مدینہ منورہ ۹ اگست ۱۹۳۱ء جلد ۵۷ نمبر ۵۷ ص ۲۰)

ہم کو اسٹیشن پائونیر اور دوسرے خالص اسلامی جرائد نے یہ بشارت کبریٰ سنائی ہے کہ دس کروڑ کے خالص اسلامی سرمایہ سے ایک تجارتی کمپنی
قائم کی گئی ہے جو ہندوستان کی تجارتی مصالح کو ترقی دے گی۔ اس کمپنی کا نام ایسٹ انڈیا کارپوریشن لمیٹڈ ہے۔ صدر دفتر دہلی ہے۔ اسٹیشن اور
دیگر اینگلو انڈین اخبارات اس کمپنی کا نہایت شاندار الفاظ میں خیر مقدم کر چکے ہیں۔ اس کے بعد کی دوسری شہادت ملاحظہ ہو !

(مدینہ منورہ ۲۱ اگست ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ نمبر ۵۹ ص ۴)

"گذشتہ اخبار میں ہم نے یہ چیز لکھی تھی کہ ہربائینس سرآغا خاں ایک کروڑ روپے کے سرمایہ سے بدیشی پارچہ کو فروغ دینے کی غرض سے ایک کمپنی قائم
کرنے والے ہیں۔ اخبار الامان سے اب معلوم ہوا ہے کہ نہ صرف ہربائینس سرآغا خاں نے بلکہ ملا سیف الدین طاہر صاحب۔ یورا قوم کے مقتدا اور
اسمبلی اور کونسل آف اسٹیٹ کے اکثر ممبروں نے دس کروڑ روپے کے سرمایہ سے ایک کمپنی قائم کی ہے جس کا صدر دفتر دہلی ہو گا۔ اس کمپنی کے قیام کے اصل
محرک کون ہیں؟ اور اس کے اصلی مقاصد کیا ہیں؟ اس کے صحیح حالات اب تک صیغہ راز میں ہیں۔ تاہم اس کے قیام پر اس خط سے کسی قدر روشنی
پڑتی ہے جو سٹرلپونڈن جج مالک متحدہ نے کسی مستفسر کے جواب میں لندن بھیجا تھا اور اتفاقاً سنڈے گرافک کے ہاتھ پڑ جانے سے شاخ ہو گیا۔ اور اسی غرض
سے ہم اس خط کا متن ذیل میں درج کرتے ہیں۔

دہلی سے ہندوستان کی صورت حالات قابو سے باہر ہو رہی ہے۔ ہم غیر پارلیمنٹری حکومت کا حتمی وعدہ کر چکے ہیں جو برطانوی افسران کے بغیر نہیں چل
سکتی۔ برطانوی افسر زیادہ عرصہ تک نہیں رہیں گے۔ سول سروس کے تمام شعبے یہاں تک ہندوستانیوں سے بھروئے گئے ہیں یا بھرے جا رہے ہیں کہ آئندہ
چند سال میں ان میں ڈھونڈنے سے بھی انگریز کا نام نہیں ملیگا۔ میں ان حالات میں ہندوستان کے مسئلہ کا ایک ہی حل دیکھتا ہوں کہ اُسے ہندو اور
مسلمان حصوں میں تقسیم کر دیا جائے، آرلینڈ میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کا تنازعہ ختم کرنے کے لئے ۳۵ سال کی مسلسل پارلیمنٹری جنگ کے بعد ایسا ہی
کرنا پڑا تھا !

ہندوؤں نے ہمیں ہندوستان کے ساتھ کاروبار کرنے سے روک دیا ہے اُسے ہمیں مالیہ صاف کر دینا پڑا ہے تاکہ کاشتکار زندہ رہ
سکیں۔ یہ ایک نہایت ہی یاس انگیز صورت حالات ہے اور اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس تعفن کو پھیلنے سے روکا جائے اور قدرتی تقسیم کے مطابق
ملک کے حصے کر دے جائیں۔ اگر ہندو کاروبار تجارت نہیں کریں گے تو ہمیں کی جگہ کراچی شہر تجارتی بندرگاہ کا کام دے سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ مزید
۲۵ یا ۳۰ سال کے لئے ہندوستان پر ہمارا اثر و اقتدار قائم رہے۔ اب برطانوی حکومت کے پُرانے طریق کار کی طرف عود کرنا ناممکن ہے۔ ہمارے پاس
اب کارکن اصحاب موجود نہیں ہیں ! اب ہم دور ماضی کو قائم نہیں کر سکتے۔ نیز ہم نے اپنا کام بھی کر لیا ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں ریلیں اور نہریں
وغیرہ قائم ہیں۔ اب اُسے ایسا طرز حکومت دیدو جو اس کے لئے موزوں اور قدرتی ہو۔ لیکن جب تک ہندوستان میں ہمارا اثر و اقتدار قائم ہے۔ ہمیں
تحریک مقاطعہ کو پورے زور سے روکنا چاہیے۔ خونریزی کو روکنے اور "دنیائے ہندو سسٹم" کا سد باب کرنے کے لئے ہمیں کراچی اور دہلی سے کام شروع
کرنا چاہیے ! جہاں دنیا کی ایک بڑی سلم طاقت قائم ہوگی۔ ہم خواہ کچھ کریں یہ ہو کر رہے گا !۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اُسے جلد از جلد معرض مل میں نہ لائیں۔ اور

اُس کے ساتھ سب سے پہلے تاجرانہ تعلقات کیوں نہ قائم کریں۔ جب بحیرہ فردین اور بحیرہ روم کی طرف وسیع ملکوں کا خیال جائے تو بڑے بڑے اسکاٹل نظر آتے ہیں!

مدینہ منورہ ۹ رجب ۱۳۳۲ء جلد ۲۰ نمبر ۶۹ نے بھی کرائیکل کے خاص نامہ نگار تقیم لندن کا مقالہ مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا گیا۔
 ”ہندوستان کو ہندوستان اور مسلم ہندوستان“ میں تقسیم کرنے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے تاکہ اس کے بعد ہمیشہ ہندوستان میں بھگڑا ہوتا ہے۔“

سبز جان گشترازمین ”کامن سینس“ امریکی اخبار میں طویل مقالہ لکھتی ہے جس کا اقتباس مندرجہ ذیل ہے۔
 ”اس برطانوی جملہ باہمی کھیل کا نتیجہ پاکستان کی صورت میں ظاہر ہوا ہے اور یہ ہندوستان میں مسلمانوں کی دودھلہ خیالی ریاستوں کا نام ہے جن کے درمیان باقی تمام ہندوستان پولینڈ کے کارپیدور (لانے والے را) کی طرح رہے گا۔ ابھی تک تو ذمہ دار مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی ہے لیکن اگر اس اسکیم پر عمل کیا گیا تو ہندوستان میں بھی بلقان بن جائے گا جہاں خانہ جنگیوں کا غیر منظم سلسلہ شروع ہو جائے گا۔“

(مدینہ منورہ ۹ رجب ۱۳۳۲ء نمبر ۲۳ جلد ۲۲)

مندرجہ بالا شہادتوں سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) پاکستان اور تقسیم ہندوستان (مسلم ہندوستان اور ہندوستان) لاہور کے لیگ کے اجلاس ۱۹۴۰ء کی پیداوار نہیں ہے بلکہ ۱۹۳۱ء یا اس سے پہلے کی پیداوار ہے۔ ہاں! ہندوستان میں اس کی شہرت لیگ کے اس اجلاس سے ہوئی ہے!
 (ب) جو دھری رحمت علی صاحب مہجوں نے ۱۹۳۳ء میں پاکستان کے متعلق بنام ”پاکستان“ نیشنل مومینٹ اور ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب حیدر آبادی اور دوسرے مصنفین سب کے سب اُسی چشمہ سے مستفید ہونے والے ہیں جن کا منبج ٹوڈی انگریزوں نے ۱۹۳۱ء میں یا اس سے پہلے بنایا تھا! اور جسکو اواخر ۱۹۳۱ء میں لندن میں نشوونما کی نوبت آئی۔

(ج) یہ اسکیم ”تقسیم ہندوستان“ اور علاقہ جات ہندوستان اور مسلم ہندوستان کسی مسلمان ہندوستانی کے دماغ سے نہیں ہوئی ہے اور نہ لیگی دماغ سے اس کا ظہور ہوا ہے بلکہ اس کا ظہور برطانوی اور ٹوڈی برطانوی دماغوں کا رہین منت ہے!
 سے کار زمان تست ملک افشانی! آما مافشاں
 از غلط تہمت با ہوئے حق نہ سادہ اند

(د) یہ ہندوستان کی تقسیم صرف برطانوی مفاد کی غرض سے کی گئی ہے۔ کیونکہ ہندو برطانوی مصنوعات اس کی تجارت کا باریکات اور مقاطعہ کر رہا تھا اور اس اسکیم کو حسب قوت زیادہ تر موثر بنانا چاہتا تھا۔ تاہم اس کی نیت یہ ہے کہ پر دیسی مصنوعات کو ایک قلم ہندوستان یا نہ آنے دے اور یہی، در اس وغیرہ سے ایسی مصنوعات کا داخلہ اور تجارت بند کر دے یا اُن پر اتنا بھاری ٹیکس لگا دے جو باہر کے مصنوعات کو بیس کے محصولات سے بہت زیادہ گراں کر دے جیسا کہ انگلستان نے ہندوستانی مصنوعات اور تجارت سے کیا تھا۔ یہ اسکیم یقیناً ہندوستان کے حوام کی زندگی اور بھلائی کے لئے اشد ضروری ہے۔

(۵) ۱۹۳۱ء میں مسلم ٹائمنڈوں کے لندن میں جانے سے پہلے یا بعد میں کوئی خفیہ پکیٹ ہوا ہے یا ہونا قرار پایا ہے جس میں مسلم ٹائمنڈوں کی طرف سے اطمینان حاصل کیا گیا ہے کہ وہ مسلم ہندوستان (پاکستان) میں برطانوی مصنوعات اور ان کی تجارت کو برقرار رکھیں گے اور اپنے ساحلی بندوں 'کراچی اور کلکتہ' کو برطانیہ کی تجارت گاہ بنائیں گے اور دہلی اُس کا مرکز ہوگا۔ (اینول ریسرچ سلسلہ ۱۹۳۱ء صفحہ ۶۱ میں ہے)

"لندن کے بعض ٹائمنڈوں نے اشارہ کیا تھا کہ ان لوگوں (فرقہ دار لیڈروں) نے برطانیہ کے ٹوری لیڈر بے خفیہ سازش کرنی تھی جن میں متاز ٹوری لیڈر 'لارڈ لائٹ'، 'لارڈ میفورد' اور 'لاسڈ سڈھنم' اور دوسرے لوگ تھے۔"

(نیز ریویو ٹریکیم نومبر ۱۹۳۱ء کو تار دیتا ہے)

"معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے کانگریس کے تحفظات سے اقلیت کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں نے قدامت پسند انگریزوں سے یہ خفیہ معاہدہ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے تحفظات منظور کرائیں گے۔ جو برطانوی اقتدار کو قائم رکھیں گے۔ اور کنزرویٹو انگریز مسلم مطالبات کی حمایت کریں گے۔"

(مدینہ مجوزہ ۵ نومبر ۱۹۳۱ء جلد ۲ نمبر ۷۹)

نیز اخبار ممبئی کرنگل کا خاص نامہ نگار نے لندن خبر دیتا ہے۔

شبشاہت پرست برطانوی مدبرین کو جب گاندھی جی کے نرم رویہ سے گاندھی جی اور والیان ریاست کو لانے میں ناکامی ہوئی تو اب وہ مسلمانوں کو اپنے مقصد کا آلہ کار بنا رہے ہیں۔ انھوں نے سلمان مندوبین کو اس لئے متھد کیا ہے کہ وہ کامل آزادی کے حصول میں گاندھی جی کو ناکام کر دیں۔"

(مدینہ مجوزہ ۲۸ ستمبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۰ نمبر ۶۹)

(۶) پاکستان کا بنانا اور اس کی تجویز کانگریسی حکومت کے قیام اور اس کے مظالم مشہورہ سے پہلے ہی قرار پائی ہے۔ مظالم کانگریس کو اس کا باعث قرار دینا 'محض عوام کو بھڑکانے کے لئے ہے۔ کانگریس کی حکومت ۱۹۳۶ء کے اواخر میں شروع ہوتی ہے اور پاکستان کی پیدائش ۱۹۳۱ء یا اُس سے پہلے ہوتی ہے اور اُس کا ظہور جگہ اُس کا پردہ گندہ ۱۹۳۲ء سے جاری ہو جاتا ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام پبلشٹ نمبر ۱۴ لیژن ۱۳۳۲ء مقالہ (ایس۔ وی۔ پاکستان) میں ہے۔

"پاکستان صوبوں کے اہلکار سے جڑت نہجی لیکر بنایا گیا ہے۔ پنجاب سے 'پ' شمالی مغربی صوبوں سے (جس کے سینے والے خصوصاً افغانوں، 'الف' کشمیر کے 'کاف' سندھ سے 'س' اور بلوچستان سے 'تان' !! ان خطوں کا نام ۱۹۳۶ء میں چودھری رحمت علی باقی پاکستان نیشنل کونسل نے 'پاکستان' تجویز کیا۔ الخ"

اور اس پر لاہور ٹریبون ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء اور لاہور ایسٹرن ٹائمز ۲۰ جون ۱۹۳۵ء اور اسٹیشنری دہلی سورج ۳ اگست ۱۹۳۵ء اور ۴ اگست ۱۹۳۵ء میں غفلت اور تنقید ہوئی اور اس تجویز کو حکومت برطانیہ اور ان صوبوں کے ہندوؤں کے لئے خطرناک دکھایا گیا۔

(ن) مسلم اقلیت کے صوبوں کے مظالم کو اس کا سبب قرار دینا۔ (دیکھو انسائیکلو پیڈیا مذکور) اگر یہ پایہ ثبوت کو پہنچتیں بھی تو بھی غفلت اور غلات سیاست ہے! (اولاً) اگر ان مظالم کے سبب سے پاکستان بنایا جا رہا ہے تو انھیں صوبوں میں مستقبل کے تحفظ کی کوئی راہ نکالی

7A جاتی تھی کہ وہ سو ہے اس کی وجہ سے اور خطرہ میں ڈال دے جائیں اور مسلم اکثریت والے صوبوں کے تحفظ پر زور دیا جائے (ثانیاً) اگر واقع میں یہ اسباب ہو سکتے ہیں تو یہ امر کتنا بعد الوقوع ہے پاکستان کی ایکم تو پہلے ہی سے بن چکی ہے اور اپنے منبع سے روانہ ہو کر زخاں لیاگ اور مسلم کانفرنس کے قلوب میں جاگزیں ہو چکی تھی۔ (ثالثاً) یہ مظالم بطور دعوتِ فرضی بنائے گئے ہیں یا قصداً اُن کو اٹھوایا گیا ہے تاکہ عوام کے جذبات کو ابھارا جائے اور اپنی سابقہ غداری یا غلی پر پردہ ڈال دیا جائے اور کانگریس کو بدنام کیا جائے اور لوگوں میں متفرق پیدا ہو۔ ان مظالم کے اثبات کے لئے بابور اجندہ پر شاد، مولانا ابوالکلام آزاد، پنڈت جواہر لال نہرو، اثبات و تحقیق کا مطالبہ بذریعہ چیف جسٹس اور جہان فیڈرل کورٹ وغیرہ بار بار کر چکے ہیں مگر سر جینا وغیرہ نے رائل کمیشن پر ہی تھوپ کر دیا اور پھر اس کیلئے کوئی وزنی اور موثر عمل کرنے سے قاصر رہے!۔

سرمجبان گنتھرا اپنے آرٹیکل میں لکھتی ہے۔

”۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے میں اور میرے شوہر سرمجبان گنتھر دونوں ہندوستان میں مسلم لیگ کے میڈر سر جینا سے بچنے کے موقع پر تین گھنٹہ تک گفتگو کی۔ ہم نے اُن سے پوچھا کہ آپ ہیں کوئی واضح اور قطعی مثال ان شکایتوں کی بتائے جو مسلمانوں کو انڈین نیشنل کانگریس سے ہیں؟ مگر وہ کوئی مثال پیش نہیں کر سکے۔ ۱۹۳۲ء میں سر اسٹیفورڈ کرسپ نے بھی اُن سے یہ سوال کیا لیکن اُس وقت اُنھوں نے جواب دیا اودایک شکایت بیان کی۔ کرسپ صاحب نے ذاتی طور پر تحقیق کرنے کا اظہار کیا تھا مگر بعد کو اُنھوں نے نیویارک میں اس کی اطلاع دی تو اُس میں اُنھیں کوئی اصلیت نظر نہیں آئی۔ اس کے بعد ستمبر ۱۹۳۲ء میں ہر برٹ سٹیموز نے لکھا کہ مسلم لیڈر (اُنھوں نے سر جینا کا نام نہیں لیا) کہتے ہیں کہ وہ جہنم میں سے نکلے ہیں۔ ’جلا‘ انتہائی چالاک اور خشک قانون دان آدمی ہیں۔ کبھی وہ انڈین نیشنل کانگریس کے سرگرم ممبر بن جاتے مگر پھر انھیں اپنی نجی خواہشات اور حوصلہ مندوں کے لئے برطانویوں کے پیش کردہ مواقع میں بہ نسبت ایتنا پیشہ کانگریس کے زیادہ ترقی نظر آتی۔ مگر پان اسلام ازم کی تمام بحث و گفتگو کے باوجود وہ ایک اچھے ہندوستانی قوم پرور اور محب وطن انسان ہیں۔ اگر برطانوی اُن کے ساتھ کھیل لیتے ہیں تو وہ بھی برطانویوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔“

(مدینہ منورہ ۹ جون ۱۹۳۳ء)

برو فیئر کیپٹن، بن کوکس فورڈ یونیورسٹی کی طرف سے ۱۹۳۲ء میں ہندوستانی مسائل کی تحقیق کے لئے بھیجا گیا تھا اور وہ تحقیقات ختم کرنے کے بعد سر اسٹیفورڈ کرسپ کے علاوہ شیران کے رکن ہو گئے تھے۔ اپنی یادداشت کے ساتویں باب ڈسٹرکٹ اور ڈیونین میں لکھتے ہیں۔

”پیر پور پورٹ میں سندھ، اور دیگر داستانہاے مظالم جو کانگریس وزارتوں کی طرف منسوب کئے گئے ہیں کوئی وزن نہیں رکھتے۔ میں نے سر جینا سے ان کے سلسلہ میں جس قدر گفتگو کی میں سمجھتا ہوں کہ وہ ان کو یا کانگریس کی اسلام دشمنی روشن کو نہیں ثابت کر سکے!“

(ح) یہ ایکم اس لئے بنائی گئی ہے کہ برطانوی اقتدار ہمیشہ ہندوستان پر یا کم از کم مسلم ہندوستان (پاکستان) پر قائم رہے۔ ہمیشہ سے یہی اصول برطانیہ کا ہندوستان پر قبضہ کرنے میں کام کرتا ہے اور یہی اصول اب تک اُس کی حکومت کے بقا میں کارآمد ہوا۔ یعنی ڈیوائڈ اینڈ رول، ”لاؤڈ اور حکومت کرو“ اگر ہندوستان کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے تو برطانیہ کو آپس میں لڑا سنے اور پھر وپدھری بن کر اُن کے تحفظ کے بہانہ سے حکومت کرنے اور دولت کے دباؤ انگلستان کی طرف بہانے کا موقع ہاتھ آئے گا۔ مگر ایک فیڈریشن ہونے کے وقت میں ہندوستان برطانیہ سے بالکل بے نیاز ہو گا۔ جس سے صلح کرے گا یا جنگ کرے گا وہ برطانوی طاقت ہوگی اُس میں برطانیہ کی جو دھراہٹ کی ضرورت نہ ہوگی نہ امن و امان کے بہانہ سے اُس کو مداخلت کرنے کا موقع ہو گا۔

ڈاکٹر سراقبال مرحوم اپنے خطبہ اجلاس لاہور ۱۹۳۳ء میں فرماتے ہیں۔

”لیکن حکومت برطانیہ کا موجودہ رویہ منظر ہے کہ وہ ہندوستان میں غیر جانبدار ثالث کی حیثیت سے عامل رہنے کی اہلیت نہیں رکھتی اور بالواسطہ گویا ہندوستانی اقوام یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک قوم کی خانہ جنگی کی طرف لے جا رہی ہے جو محض اس غرض سے انگریزوں نے اختیار کر رکھی ہے کہ ہندوستان میں اپنی پوزیشن کو سہولت کے ساتھ قائم رکھ سکیں۔“

چنانچہ سٹر جینا کا مندرجہ ذیل بیان اس پر بخوبی روشنی ڈالتا ہے!

نئی دہلی - ۲۹ فروری ۱۹۴۳ء نیوز کرائیکل لندن کی دعوت پر سٹر جینا نے پاکستان کے مسئلہ پر مندرجہ ذیل بیان دیا ہے!

”اگر یہ برطانوی حکومت ملک کے دو ٹکڑے کر دے تو تھوڑے عرصہ کے بعد جو ۳ ماہ سے زیادہ ہوگا ہندو لیڈر خاموش ہو جائیں گے۔ اور جب تک دونوں ٹکڑے آپس میں اس سے نہ رہیں تب تک برطانوی حکومت کا فوجی اور خارجی کنٹرول ضروری ہے۔ اس صورت میں مصر کی طرح کم از کم ہم اندرونی طور پر تو آزاد ہوں گے۔“

آج بھی اصولاً ۵ صوبوں میں پاکستانی حکومتیں مسلم لیگ کے ماتحت قائم ہیں اور ہندو وزیر اُن میں کام کر رہے ہیں۔ پاکستان کی قائمی میں ۲ ملک ہندوؤں کے زیر اثر ہوگا اور ۱ مسلمانوں کے نیز پاکستان کے قائم ہونے سے دائی اس کی اُسید ہے۔

(مدینہ مجوز نمبر ۱ جلد ۲۲ سورفہ ۵ راج ۱۹۴۳ء)

اس بیان پر ڈاکٹر عبداللطیف صاحب حیدر آبادی جو کہ پاکستان کے بہت بڑے حامی اور اس کے متعلق مفصل کتاب لکھنے والے اور ایک عرصہ تک

لیگ کے ذمہ دار عہدہ دار رہے ہیں، فرماتے ہیں:

”حیدر آباد - ۳ مارچ ۱۹۴۳ء ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب نے سٹر جینا کے اُس بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے جو انھوں نے نیوز کرائیکل کے نمائندہ کو دیا ہے فرمایا کہ

”اب مسلمانوں کو دیکھنا چاہیے کہ اُن کے قائد اعظم اُن کو کدھر لے جا رہے ہیں میں اب تو اہی سے جانتا تھا کہ سٹر جینا پاکستان کیلئے سنجیدہ نہیں ہیں! اب اُنھوں نے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ قطعی آزاد پاکستان کے خواہشمند نہیں ہیں! وہ دائی ملک کے بغیر ایک ایسی ریاست کے خواہشمند ہیں اور چاہتے ہیں کہ زیر سایہ برطانیہ ایک طویل مدت میں یہ علاقے مصر کی حقیقت تک پہنچ جائیں جو قانونی طور پر تو آزاد ہے مگر اپنے ہر کام میں برطانیہ کے چشم دابر و کانٹنٹر ہے۔ اُنھوں نے کراچی میں تقسیم کرو اور ہندوستان سے چلے جاؤ کا نعرہ لگایا تھا مگر اب وہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے اُن کا مقصد تقسیم کرو اور رہو تھا۔ وہ چاہتے ہیں کہ برطانوی طاقت ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ رہے اور دفاع اور خارجی مسائل کی مالک بنی رہے۔ یہ ہے سٹر جینا کی آئینی ترقی کے متعلق نظریہ۔ کیا کوئی انگریز اس کے لئے اُن کا شکریہ ادا کرے گا؟ میرے خیال میں برطانوی رجعت پسند بھی اس ایسی پراسوس ظاہر کریں گے۔ برطانیہ نے کرسٹیس اسکیم کی رو سے وعدہ کیا ہے کہ جنگ کے بعد ہندوستان کو متحدہ طور پر یا علاقوں کی تقسیم کے بعد مکمل آزادی حاصل ہو جائیگی۔ بجائے اس کے کہ سٹر جینا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسری جماعتوں سے اتحاد کرتے وہ موجودہ غلامی پر ہی قانع ہیں! کیا مسلم لیگ کے نام ممبران اس روش کی تائید کریں گے! (اقبل بسوی جلد ۱، ۶-۷ راج ۱۹۴۳ء)

مشرعینا نے اپنے اس بیان میں وہ بات کہی ہے جو رحمت پسند انگریز بھی میں کم از کم اپنے منہ سے نہیں کہتا خواہ اس کی نیت میں کتنا ہی فتور کیوں نہ ہو۔ ایسی حالت میں ڈاکٹر عبد العلیف صاحب یہ کہنے میں قطعاً حق بجانب ہیں کہ مشرعینا کی اس روش کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ وہ پاکستان کے بارے میں کبھی سنجیدہ تھے ہی نہیں وہ جو چیز چاہتے تھے یا ان کا دماغ جو اسلامی ریاست یا اسی کے ساتھ جیسا کہ وہ اکثر کہا کرتے تھے۔ غیر پاکستانی علاقوں کی آزاد ہندوستانی ریاست نہ تھی بلکہ وہ انگریز کی غلامی میں ایسی ریاستوں کا خواب دیکھ رہے ہیں جن کی حیثیت تقریباً وہی ہے جو ہندوستانی ریاستوں کی ہے اور ایک مدت مدید کے بعد بھی (جس کا فیصلہ یاد رہے کہ انگریز ہی کریگا) ان کی حیثیت مصر کی ہو جائے جسے باوجود اپنی آکادی کے ہر کام میں برطانیہ کے اشارہ چشم و ابرو کا منتظر رہنا پڑتا ہے۔

بہر حال ایک لحاظ سے بہت اچھا ہوا کہ مشرعینا نے سالہا سال کے بعد پہلی بار مغربی کے ساتھ بتا دیا کہ 'پاکستان' کے متعلق ان کا اپنا تخیل کیا ہے؟ اب مسلمانوں کو عام طور پر اور ان مسلم لیگی حضرات کو خاص کر جو مشرعینا کی ہر بات پر "آنا دمدنا" کا غرور بند کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ سوچنا چاہئے کہ مشرعینا انہیں کدھر سے جارہے ہیں؟ کیا یہی وہ چیز ہے جو ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کا منتہائے نظر ہونا چاہئے؟ اور کیا مسلم لیگ کی ذمہ نشاۃ ثانیہ "جس کے ساگ اہل مسلم لیگی حضرات کی زبانیں نہیں تھکتیں اسی مقصد عظیم کے لئے ہے؟ اگر اس کا جواب ملتی ہے تو میں اس پوری تنظیم اور اس کے مقصد و دونوں پر فاتحہ پڑھ دینا چاہئے اور اسی کے ساتھ یہ بھی کہہ دینا چاہئے کہ اگر ہندوستان کے دس کروڑ مسلمان اب بھی اسی جگر میں رہیں جس میں مشرعینا اور ان کے ساتھی انہیں رکھنا چاہتے ہیں تو ان کا بس اللہ ہی حافظ ہے کیونکہ اس کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ مسلمان خود بھی برطانیہ کا غلام بنا رہے اور اپنے ساتھ اپنے دوسرے کروڑوں ہوموطنوں کو بھی غلامی پر مجبور کر دے!! ہمیں امید ہے کہ مسلم لیگیوں کا سنجیدہ طبقہ اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرے گا اور کچھ عکاس کا وہ آفران چیزوں کو کب تک برداشت کریں گے؟ فیو مسلم لیگی خواہ کچھ سوچیں اور کچھ کریں ہیں تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ مسلمانانہ کی زندگی میں وہ فنیاتی ٹھٹھری اب قریب آئی جاتی ہے جب حالات انہیں اس بات پر مجبور کریں گے کہ وہ اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کریں اور اس میں تبدیلی کریں۔

دعا، برطانیہ کے یہ ٹوری حضرات اس طریقہ سے ہندوستان کو کمزور کر دینا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اس میں اتنی طاقت نہ پیدا ہو کہ وہ انگلستان اور دیگر یورپین ممالک کو آنکھیں دکھانے لگے اور ان کا حریت بن جائے۔ تقسیم کی شکل میں اول تو اس کو داخلی جھگڑوں میں مبتلا ہونا پڑے گا اور پھر دونوں ٹکڑوں (پاکستان اور ہندوستان) کے آپس کے جھگڑوں میں پھنس جانا پڑے گا۔ جس کے نتیجہ میں انتہا درجہ کمزور ملک بن جانا پڑے گا۔ ہاں اگر اس کام کو مرکزیت ایک ہی ہو جائے تو یقیناً تھوڑی ہی مدت میں وہ ایسی عظیم الشان طاقت بن سکتا ہے جس کا مقابلہ آسانی کوئی یورپین طاقت ہی نہ کر سکے گی۔

چنانچہ یوزر کرائیکل لندن کے ٹائمنے نے اپنے سوالات میں مندرجہ ذیل الفاظ کہے تھے۔

"س" لیکن یہ کس طرح ایک پسندیدہ صورت ہو سکتی ہے کہ ملک کو دو جھتوں میں تقسیم کر کے کمزور کر دیا جائے جس سے وہ بیرونی حملوں کا شکار ہوا؟ نیز ایک سوال حسب ذیل تھا۔

"لیکن خانہ جنگی ہونا۔ یقینی ہے۔ آپ ایک ہندوستانی المشرع قائم کریں گے جس پر آگے چل کر ہندو لوگ تجھ کو

ہندوستان کے نام پر لگن ہے کہ حملہ کریں"

نیز ایک سوال یہ تھا۔

مسٹر جینا اور ڈاکٹر عبد اللطیف کے اس بیان سے متعلق متنبہ لکھتا ہے۔

”مسٹر جینا کے پاکستان کی آزادی کا تصور بقول ڈاکٹر عبد اللطیف اس سے آگے نہیں بڑھتا کہ رفتہ رفتہ دہر کی موجودہ حیثیت کو بچھ جائے اور دہر کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟ مسٹر دلکی جیسے ہوشمند اور باخبر مدبر اور سیاست دان کی زبان سے نئے۔ آپ نے اپنی مشہور اور تازہ ترین ”ایک دنیا“ میں لکھا ہے کہ معر نام ملی اغراض کے لئے برطانوی سفیر سر ہائس لیس کا محنت ہے۔ اس کی رضامندی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ مسٹر جینا چاہتے ہیں کہ ہندوستان اور پاکستان بھی ان بالادستی کے تحت سے بہرہ مند ہوں“ (مدینہ ۱۳ مارچ ۱۹۴۷ء نمبر ۱۹ جلد نمبر ۲۲)۔

اجل بیٹی مورخہ، راسخ ۱۹۴۷ء میں اپنے ایڈیٹوریل میں جب ذیل بیان دیتا ہے!

مسلمانوں کے لئے لکھ نگر یہ! مسلم لیگ کے قائد اعظم مسٹر جینا نے لندن اخبار نیوز گرائیڈل کے نمائندہ کو جو رحمت پسندانہ بیان دیا ہے۔ ہم اس سے قبل تبصرہ کر چکے ہیں۔ اس بیان میں پاکستان کے بارہ میں مسٹر جینا اور انھیں کے ساتھ پوری مسلم لیگ کی (کیونکہ اس کے کردار مسٹر جینا ہی ہیں) پوزیشن کو مدد درجہ مضحکہ خیز بنا دیا ہے۔ اور درحقیقت انھیں بے نقاب کر دیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے اس بیان پر ڈاکٹر عبد اللطیف کی تنقید ہے جو انھوں نے اسی بیان سے متاثر ہو کر کی ہے ڈاکٹر عبد اللطیف ان لوگوں میں نہیں ہیں جنھیں پاکستان کا مخالف کہا جاسکے۔ بلکہ وہ تو اس بات کے مدعی بھی ہیں کہ پاکستان کا خیال انھیں نے پہلے پیش کیا۔ اور پھر لیا تنیدی منطقوں میں ہندوستان کے متعلق ایک اسکیم کے قریب بھی ہیں۔ جسے انھوں نے اپنی ایک تصنیف میں پیش بھی کیا ہے جب ایک ایسا شخص بھی مسٹر جینا کے طرز عمل پر اتنی سخت تنقید کرتا ہے جتنی کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے کی ہے تو اسے محض سیاسی مخالفت کی بنا پر قرار دیکر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب نے جو باتیں کہی ہیں وہ حقیقت پر مبنی ہیں۔ انھوں نے جو اعتراضات مسٹر جینا پر کئے ہیں وہ مسٹر جینا کے بیان کی روشنی میں حوت بہ حوت صحیح ہیں۔ ڈاکٹر عبد اللطیف کہتے ہیں کہ۔

مسٹر جینا نے کراچی میں نہایت بلند آہنگی سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ انگریز ہندوستان کو تقسیم کر کے یہاں چلے جائیں مگر اس سے ان کا مقصد نہیں تھا جہاں الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ ان کا مقصد اس کے خلاف یہ تھا کہ انگریز ہندوستان کو ہندو مسلمانوں میں تقسیم کریں اور پھر بھی یہاں رہیں اور وہیں بھی تو اس طرح پر کہ مسٹر جینا اور انکی لیگ کے مجوزہ پاکستان اور ہندوؤں کے قبضہ کے ہندوستان دونوں پر انگریز ہی مسلط رہیں کیونکہ فوج اور امور خارجہ پانچویں کا قبضہ رہے۔ نیز ان دونوں ریاستوں کے جنھیں ممکن ہے مسٹر جینا اور ان کے ساتھی اپنا جی خوش کرنے کے لئے آزادی تپاں کہیں، چودھری بنے رہیں اور جب تک ان دونوں ریاستوں کے آپسی تعلقات اس طرت پر طے نہ پاجائیں جس سے انگریز بھی مطمئن ہوں انگریزوں کی ہندوستان میں مداخلت کا سلسلہ جاری رہے۔

یہ باتیں ڈاکٹر لطیف نے اپنی طرت سے مسٹر جینا کی طرت منسوب نہیں کی ہیں اور نہ ہم اس میں کچھ اضافہ اپنی طرت سے کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ باتیں پوری دفاحت کے ساتھ مسٹر جینا کے بیان میں صاف الفاظ میں موجود ہیں۔ اس بیان نے واضح کر دیا کہ مسٹر جینا کے ذہن میں ہندوستان کی آزادی کا یا تو سب سے تصور ہی نہیں ہے یا اگر ہے تو وہ ایسی آزادی ہے جس سے کوئی خود دار ہندوستانی خواہ وہ متحدہ ہندوستان کا حامی ہو خواہ تقسیم ہند یعنی پاکستان کا ہی نہیں کہ مطمئن نہیں ہو سکتا بلکہ بلاشک و شبہ مضطرب اور پریشان ہو گا۔

”اگر اس وقت انگریزوں نے یہ عذر کر کے ہندوستان کو چھوڑنے سے انکار کر دیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات

اس قدر اچھے نہیں ہیں کہ وہ ہمسایہ کے طور پر رہ سکیں تو پھر کیا ہو گا؟

نمایندہ نمونہ کرائیک کے سوالات میں یہ تین سوالات واقعات کی روشنی میں ہیں اور نہایت صحیح ہیں۔ سر جینا کے جوابات ہرگز اطمینان بخش

نہیں ہیں اور نہ واقعات اور حقائق پر مبنی ہیں۔ چنانچہ پہلے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

”میں یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں کہ ہندوستان کو جبری طور پر متحد ہو کر زیادہ محفوظ بنایا جاسکتا ہے۔ حقیقت

یہ ہے کہ اس صورت میں اس کے بیرونی حملوں کا شکار ہونے کے زیادہ امکانات ہیں کیونکہ ہندو مسلمان کبھی ایک نہیں

ہوں گے بلکہ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ دست بگیاں رہیں گے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی ایسا مجموعہ

ناممکن ہے جس سے مسلمان ہندوؤں کا ساتھ بطور ایک وحدت کے یا ایک دفاق کے اندر رہنے پر تیار ہو سکیں، نیونائڈ

لینڈ سے مکمل آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر یہ محقر سالک کنڈا کے قریب میں ہوتے ہوئے بھی عظیمہ اپنے پیروں پر کھڑا

ہو سکتا ہے تو یقیناً پاکستان بھی جس کی آبادی سات آٹھ کروڑ یعنی برطانیہ کی آبادی سے دو گنی ہے تنہا ترقی کی منزل پر آگے

بڑھ سکتا ہے۔“ (اصل میں ۲ مارچ ۱۹۴۷ء)

تعب کی بات ہے کہ سر جینا کس طرح اس جواب میں تاریخ اور واقعات اور صحیح امکانات پر دھول ڈال رہے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی تاریخ

اٹھارہ دیکھئے! کس طرح قریباً تین ان میں خونریزی اور دشمنی کے انتہائی درجہ مظاہر ہوتے رہے ہیں مگر کیا برطانیہ اور امریکہ میں یہودی قوم اپنے اعلیٰ پیمانہ

کے سرمایہ اور خوش حالی کے ساتھ کامن ویلتھ میں بسر نہیں کر رہی ہے، اور کیا وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عمدے حاصل کر کے ’فائیٹنگ‘ اور ’ریڈنگ‘

وغیرہ کی صورت میں برٹش ایمپائر کی امداد و اعانت نہیں کر رہی ہے؟ نیز کنیڈا اور جنوبی امریکہ کے ہنسے والے، کیا مختلف نسلوں و مختلف اقوام و

مذہب و اسے نہیں ہیں؟ اگر یہ سب ایک وفاق میں شریک ہو سکتے ہیں، حالانکہ زمانہ اسے سابقہ اور لاحقہ میں ان میں سخت عداوتیں ظہور پذیر

رہی ہیں تو کیا ہندوستان کے باشندے مستقبل قریب میں ہندوستانی کامن ویلتھ (دولت مشترکہ) کے اجزا نہیں ہو سکتے؟!!

سر کیوبا اور تفقاسیہ کے چراکہ جاریہ کے داغستانی، وغیرہ اور پھر اسے روس اور سائبیریا کے ’قرق‘ (کالک) اور شہروں کے بنے

والے ’فازانی‘ یہ وہ باد مسلمان قومیں ہیں جن کی اور صرف انھیں کی مدد سے متحدہ روس کج جرم کے مقابلہ میں کامیابی ہوئی ہے۔ یہ

سب اپنے اپنے صوبوں کی داخلی آزادی کے ساتھ ساتھ ہی کامن ویلتھ اور متحدہ حکومت میں داخل اور شریک ہیں حالانکہ زمانہ اسے سابقہ

میں جو جو خونریزیاں اور جنگ و جدال آپس میں پیش آئے ہیں۔ اُن سے تاریخ کے صفحات بھرے ہوئے ہیں! خود ہندوستان

میں انگریزوں سے پہلے مغلیہ دولت مشترکہ اور وفاق میں اور ہندو اور مسلمان ریاستوں میں ہر دو قومیں انتہائی اتفاق و اتحاد

کے ساتھ ساتھ صدیوں تک گزر بسر کرتی رہی ہیں، ڈبلیو ایم ٹارنس، اپنی کتاب ”ایشیا میں شمشادہیت“ میں لکھتا ہے:۔

سیوا جی کو متعصب اور سلطان ٹیپو کو کفر مذہبی کہا جاتا ہے، لیکن جس وقت ہم نے جنوبی ہند کی ریاستوں

میں دخل ہونا شروع کیا ان کے یہاں اس قسم کے مذہبی متفرک نام تک نہ تھا جس طرح انگلستان اور یورپ کے تقریباً

سب جھوٹوں میں مخلوق کو تباہ کرنا روا رکھا جاتا تھا، جب آئر لینڈ میں کوئی روٹن کیتھولک نہ اپنے بزرگوں کی

جاگیر کا حقدار بھاجانا تھا نہ فوج کا افسر ہو سکتا تھا! جبکہ سوڈن میں سوائے قوہ کے مقتدین کے اور کسی عقیدہ کا کوئی شخص لازم نہیں ہو سکتا تھا۔ ٹھیک اُس وقت ہندوستان کے اندر ہر شہر اور شاہی دربار میں ہندو مسلمان عزت اور سرمایہ کمانے میں اور ایک دوسرے سے بازی بھانسنے میں آزاد تھے۔

لارڈ ولیم بینک انگلستان میں ایک کمیٹی کے روبرو پیشہ میں بیان دیتے ہوئے کہتا ہے۔
 ”بہت سی باتوں میں اسلامی حکومتیں انگریزی راج سے کہیں بہتر تھیں۔ مسلمان اُس ملک میں آباد ہو گئے جسے انھوں نے فتح کیا تھا وہ ہندوستانی باشندوں میں گھل مل گئے، اُن میں شادی بیاہ کرنے لگے۔ مسلمانوں نے ہندوستانی غیر مسلموں کو ہر قسم کے حقوق دے اور فاتح اور مغتوح کے مذاق دلچسپی اور ہمدردی میں یکسانیت تھی کہ کوئی فرقہ نہ تھا۔ بخلاف اس کے انگریزی پالیسی اس کے برعکس ہے، اب سر دھرمی، خود غرضی اور بے پروائی ہے جس میں ایک طرف تو قوت کا آہنی پنجھٹکرا ہے اور دوسری طرف ہرجیز پر اپنا قبضہ ہے اور ہندوستانیوں کو کوئی دخل نہیں۔“

(الانصار جلد ۲۲ نمبر ۲ مورخہ ۱۶ جون ۱۹۲۶ء ماخوذ از فارورڈ کلکتہ)

اسی طرح ’سرجان مینارڈ‘ اور دوسرے مؤرخ لکھتے ہیں۔ یہ منافرت انگریزوں کی پیدا کی ہوئی ہے اور اُن ہی کی خواہش اور پالیسی کے موافق لگے گی پرزور کوشش کر رہی ہے۔ یقیناً اگر انگریزی راج کا یہاں سے فائدہ ہو جائے اور زعماء لیگ اپنی اس غلط پالیسی کو چھوڑ کر اتحاد و اتفاق کی دن اور رات کوشش کرنے لگیں تو حالت بہت جلد بدل سکتی ہے جیسا کہ تحریک خلافت کے وقت میں مشاہدہ ہو رہا تھا۔ اگر گورنمنٹی طاقتیں اپنی باطنی قوتوں کا استعمال نہ کرتیں تو یقیناً نہایت زیادہ ہم آہنگی اور خوش گواری قائم ہو جاتی۔ اور اگر واقعیت وہی تسلیم کر لی جائے جو کہ مسٹر جینا ارشاد فرماتے ہیں تو پھر پاکستان کے ہر دو حصوں میں بھی کبھی امن و سکون نہ ہو گا اور نہ وہاں مسلم حکومت قائم رہے گی! وہاں کی فی صدی پالیسی بلکہ اس سے زیادہ غیر مسلم آبادی مسلمانوں سے ہمیشہ دست گریباں لگی اور حکومت کو گمنی کے نایب نچایا کرتی رہی۔ بالخصوص اس وجہ سے کہ وہ سرمایہ دار اور عام مسلمانوں سے بہت سنگین اور تعلیم یافتہ ہے۔ مسلمان عموماً مفلوک الحال اور ہندوؤں اور سکھوں کے مقروض و محتاج اور رعایا ہیں اور حسب تصریح ’تنظیم‘ امر ۱۹۲۶ء اُن پر قرضہ نوے کروڑ روپیہ ہے جس کا سود تقریباً ۱۵ کروڑ روپیہ اُن کو دینا پڑتا ہے۔ قرضہ کا سب سے بڑا حقہ کاشتکار مسلمانوں ہی پر ہے اور قرضہ عموماً غیر مسلم مہاجن ہیں۔ دوسرے سوال کے جواب میں مسٹر جینا ارشاد فرماتے ہیں۔

”مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے۔ نئے آئین کے تحت مختلف پیدا ہونے والے معاملات کو سلجھانے اور طے کرنے کے لئے ایک درمیانی دور ہو گا۔ جس کے دوران میں اُسود خارجہ اور فوجی معاملات برطانیہ کے ہاتھ میں رہیں گے۔ اس درمیانی دور کی مدت کیا ہوگی! اس کا انحصار اس امر پر ہو گا کہ کس رفتار سے ہندو اور مسلمان نیز انگریز اپنے اپنے آئین کے مطابق ڈھلتے رہیں۔ بالآخر ہندو اور مسلمان دونوں برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کر لیں گے جس طرح مصر نے اپنی آزادی حاصل کرنے کے بعد برطانیہ کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔“
 (اجل بیہی ۲ رمارچ ۱۹۳۳ء)

اس جواب میں جو غلط کاری مسٹر جناح نے کی ہے اُس کی تفصیل ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کے بیان اور اجل بیہی اور مدینہ بھور کی توضیحات میں آچکی ہے مگر ہم ایک اور واضح جزئیات ’انصاری‘ دہلی روزانہ مورخہ ۹ رمارچ ۱۹۳۴ء کے ایڈیٹوریل سے نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ کہتا ہے۔

” لیکن سوال یہ ہے کہ اس درمیانی دور میں برطانیہ ہندوستان کے ان دونوں حصوں کو کیوں نہ ایسی پوزیشن میں ڈال دیں گا کہ وہ کبھی بھی آزاد نظام حکومت کو سنبھالنے کے قابل نہ ہو سکیں؟ اگر اس امکان سے انکار نہیں کیا جاسکتا تو کیا مسٹر جینا کی اس تجویز کا مطلب برطانیہ کو یہ صلاح دینا نہیں ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے متحد ہو کر ہندوستان کی آزادی کی تحریک اٹھانے کے امکانات کو پاش پاش کر ڈالنے کے لئے ہندوستان کو ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں تقسیم کرے اور الگ الگ ان کی پوزیشن کو کمزور کر کے ہندوستان کو قیامت تک غلام بنائے رکھے؟ نیوز کرائیکل کے نامہ نگار کو بھی مسٹر جینا کی اس تجویز کو سن کر یہی بات سوچیں تھی جو ہم نے واضح کی ہے۔ چنانچہ اس نے مسٹر جینا سے دریافت کیا کہ اگر اُس وقت انگریز یہ غور کر کے ہندوستان کو چھوڑنے سے انکار کر دے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات اس قدر اچھے نہیں ہیں کہ وہ ہمسایہ کی حیثیت سے ابھی طہرت رہ سکیں تو پھر کیا ہوگا؟ مسٹر جینا کو اس کی کچھ فکر نہیں ہے کہ اُس وقت کیا ہوگا اور برطانیہ ہندو اور مسلمانوں کو الگ الگ غلامی کے پھندے میں لٹکائے رہے گا۔ انھیں تو صرف یہ فکر ہے کہ کسی طرح مسلم صوبوں پر مسلم لیگیوں کا راج ہو جائے۔

اختیار مذکور کا یہ کنا بالکل واقعی اور صحیح ہے۔ برطانوی قوم بالخصوص ٹوریوں اور قدراست پسندوں کی ذہنیت اور اُن کے آئے دن کے بیانات اور ادا دے اور اعمال اسی کی شہادت دیتی ہیں۔ سابقہ تجربات صراحتاً اس کے دلائل اور براہین قویہ ہیں۔

تیسرے سوال کا جواب مسٹر جینا نے حسب ذیل ارشاد فرمایا ہے!

”ایسا ہو سکتا ہے لیکن اس کا امکان نہیں ہے۔ بہر حال اس صورت میں بھی اس سے زیادہ آزادی حاصل رہے گی جو اس وقت ہے۔ ایک جداگانہ قوم اور ایک ڈومنین کی حیثیت سے ہمارے لئے موجودہ تعطل کے مقابلہ میں اُس وقت تک اس کے زیادہ مواقع و امکانات ہوں گے کہ ہم میں اور برطانوی حکومت میں معاہدہ ہو جائے۔“

مسٹر جینا نے یہ دعویٰ تو کر دیا کہ اس کا امکان نہیں ہے مگر اس کی کوئی دلیل ذکر نہیں فرمائی! انگریزوں کے اس قسم کے کارنامے تاریخی صفحات پر اس قدر مرقوم ہیں کہ اُن کے گنوائے کے لئے دفاتر چاہئیں۔ تعجب ہے کہ مسٹر جینا اُن تمام معاملات سے چشم پوشی فرما رہے ہیں۔ ایدوب گئے لائڈ جارج مسٹر چرچل اور دیگر وزرا برطانیہ کی تاریخیں دیکھئے اور مسٹر جینا کی واقفیت یا نسیان کی داد دیجئے۔

اس قسم کی ڈپلومیسیاں سامرین برطانیہ کے بائیں ہاتھ کے کھیلوں میں سے ہیں۔ ہم کو اس وقت مولانا محمد علی مرحوم کا مقالہ یاد آتا ہے۔ انھوں نے متعدد مرتبہ ذکر فرمایا کہ جبکہ وہ خلافت ڈیپوشن میں انگلستان کو جا رہے تھے تو پیرس میں بھی گزرے اور وہاں کے ایک مشہور و معروف سیاسی شخص سے ملاقات کی۔ اثناء ذکر میں انگریزوں کی ڈپلومیسی اور فریب کا تذکرہ آیا تو اُس نے کہا کہ میں اور میری قوم (فرنج) ہمیشہ یہ عہدہ کرتے ہیں کہ آئندہ انگریزوں کے قریب میں نہ آئیں گے۔ مگر غور سے ہی دونوں کے بعد میں اور میری قوم دیکھتے ہیں کہ پھر اُن کے قریب میں پھنس گئے ہیں!

تعجب ہے کہ دنیا کی آزدودہ کار پالیٹکس کی ماہرین تو ان کے دہل اور فریب کا اتنے ندر شور سے اقرار کریں اور مسٹر جینا جو صرف قانون کے غایت خشک اور بے اثر ہیں (بقول مسٹر جان گنتھام) اسکے امکان کا بلا دلیل انکار کریں۔ جسے کیر بار ٹوی تو کہتا ہے کہ جب تک دنیا میں ڈپلومٹک آفس موجود ہے دنیا میں امن دامن قائم نہیں ہو سکتا اور مسٹر جینا فرماتے ہیں کہ اس کا امکان نہیں ہے! اٹلانٹک چارٹر اور ایسی ایسی سینکڑوں چیزیں موجود ہیں اور مسٹر جینا صوبے سے چشم پوشی فرما رہے ہیں یا دانستہ سب کی آنکھوں میں دھول ڈال رہے ہیں۔ اُن کی دوسری باتوں کا جواب کرم اللہ تعالیٰ

اور آج کل کے آرٹیکل میں آچکا ہے اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ روزنامہ انصاری مورخہ ۹ مارچ ۱۹۴۳ء کہتا ہے اور صحیح کہتا ہے کہ ”سٹر جینا کو تو ہندوستان کی آزادی کی پروا ہے اور نہ آپ کو مسلمانوں کی آزادی کی فکر ہے۔ بلکہ اس وقت تو آپ کو صرف اس بات کی دھن ہے کہ کسی نہ کسی طرح انگریز ہندوستان کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑے پر مسلم لیگ کا راج قائم کرادیں اور اپنی سنگینوں سے اس مسلم لیگ راج کی حفاظت کرتے رہیں۔ مسلمانوں کو سٹر جینا کے اس تازہ اظہار خیال کی مدہنی میں مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان کے سیاسی ڈھونگ کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ مسلمانوں کی آزادی کا مطالبہ ہے یا انھیں ہمیشہ کیلئے غلام بنوانے اور ہندوستان کی دوسری قوموں سے برسرِ پیکار رکھنے کی ترکیب ہے!“

(ی) سٹر پوڈن کے خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ملعون مفادات اور سخوس خود غرضیوں کی بنا پر ٹوری اور رجبت پسند انگریزوں نے معمم ارادہ تقسیم ہندوستان کر کے مسلم لیگ اور مسلم کانفرنسی لیڈروں سے پخت و پز کر لی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خواہ ہم کچھ کریں یہ ہو کر رہیگا پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اسے جلد از جلد معرض عمل میں نہ لائیں اور اس کے ساتھ سب سے پہلے تاجرانہ تعلقات کیوں نہ قائم کریں۔ یہ قول صاف اس امر پر روشنی ڈالتا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ تقسیم ہندوستان صرف انگریزوں کا نکالا ہوا ہے۔ مسلمانوں کو یوتوت بنا کر اپنا الو سیدھا کیا جا رہا ہے۔ امنوس ہے کہ مسلمان دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ انگریز اسکی تائید اور حمایت میں پورا اندر لگا رہے ہیں۔ سٹر جین لال سیٹلواڈ کا ردہ بیان جو کہ انھوں نے امریکہ سے واپسی پر ۱۵ جنوری ۱۹۴۵ء میں کراچی میں دیا تھا اس امر پر پوری روشنی ڈالتا ہے۔ اس کا اقتباس حسب ذیل ہے۔

”امریکہ کا برطانوی سفارتخانہ پاکستان کے حق میں انگلینڈ میں پفلٹ وغیرہ لڑیچ پھپھوٹاتا ہے اور اسے ہوائی جہازوں کے ذریعہ امریکہ میں مفت تقسیم کرنے کی خاطر بھیجا جاتا ہے اسکے علاوہ امریکہ میں ایک مسلم لیگ بھی کھولی گئی ہے۔ سٹر احمد اسکے انچارج ہیں۔ برطانوی سفارت خانہ کی طرف سے انھیں تنخواہ دی جاتی ہے۔۔۔۔۔“

(ملاپ لاہور دفنانہ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۴۵ء جلد ۲۲ ص ۲۳۴ از رپورٹر)

ہندوستان میں برطانوی حکام کی لیگ کی غیر معمولی حمایت اور سرپرستی اسکی شہادت عادلہ میں جو کہ ہر ایک غور کرنے والے پر عینی نہیں ہیں۔ نیواٹکسین اینڈ نیشن لندن مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۴۰ء لکھتا ہے۔

”یہ اشکال اس وجہ سے پیدا ہوا کہ لارڈ نلتھنگٹون نے مسلم لیگ کو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کا واحد نمائندہ جماعت تسلیم کر لیا۔ مسلم لیگ ایک طاقتور جماعت ہے اور اسکو سٹر جینا کی رہنمائی حاصل ہے جو ایک قابل اور سرگرم لیڈر ہیں لیکن اس کو پنجاب، سندھ اور سرحد کے صوبوں میں بھی جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے کوئی مقبولیت حاصل نہیں! اور اگر اس وقت کچھ ہو بھی گئی ہے تو کل تک نہیں تھی۔ صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات میں مسلم ملحقہ ہائے انتخاب سے جو نمبر منتخب ہو کر آئے ان میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر کامیاب ہونیاوں کی تعداد چوتھائی سے بھی کم تھی! اور اب اس کا دعویٰ ہے کہ اب کچھ ہینوں سے اسکے ممبروں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ واسرلے کی ممتاز سرپرستی کی وجہ سے کانگریس کے بعد یہ ملک کی سب سے بڑی سیاسی جماعت بگٹی ہے۔ ہم نے سٹر جینا کی انتہا پسند روش کو ہندوستان کی مسلمان آبادی جسکو ہم تسلیم کرتے ہیں اصل رائے سمجھنا شروع کر دیا ہے اور سٹر جینا اور دوسری

ہندوستانی جماعتوں کے نظریوں میں جن میں دوسری مسلم جماعتیں بھی شامل ہیں کسی اتحاد و اتفاق کا ہونا ممکن نہیں ہے۔

(مدینہ منورہ ۱۵ جلد ۳۰ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۴۱ء)

اسی بیان میں وہ آگے چل کر کہتا ہے۔

”یہ پیشکش غلطی سے ہے کہ صلح کے بعد ہندوستان کو درجہ نو آبادیات عطا کر دیا جائیگا تو ہمیں اس قسم کا کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔ لیکن اگر ہم ستر جینا کو محض اپنا آلہ کار بنا رہے ہیں جو ہر وقت بھونٹے اور ناکارہ عہد نامہ کو بھر کر میں اخلاق ذمہ داری سے سبکدوش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تو ہم ایسا نہیں کرینگے اگر ہمارے متعلق یہ شبہات بڑھتے رہے اور ہم نے ان کے دور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ ہم تقسیم کرو اور حکومت کرو کا پُرانا کھیل کھیل رہے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم مستقبل قریب ہی میں ہندوستان کو کھوبیٹھنے کا خطرہ مول رہے ہیں۔“

بہر حال یہ پاکستان کا ڈھونگ برطانیہ کی منہوں تجویز ہے جو کہ ٹوریوں کے داغوں کی جھیل مان سرور سے بطور چشمہ نکلتی ہے اور آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بڑھ کر ہمیں مارنے والے دریا کی صورت میں ۱۹۴۷ء سے اختیار کر لیتی ہے جس میں فریب دیکر ہندوستانیوں اور بالخصوص مسلمانوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ لوٹنا اور برباد کرنا اور ہر طرح سے اپنا آلو بتانا مقصود ہے۔ اور جسکو نہایت چالاک کے ساتھ بہت ہی خوش رنگ سیٹھے شربت کی صورت میں زہر ملاہل کو پلایا جا رہا ہے۔

۵ یہ فتنہ آدمی کی خانہ بربادی کو کیا کم ہے۔

ہوئے تم دوست جس کے اسکا دشمن آسمان کیوں ہو؟

لارڈ سلٹنگو اور لارڈ دیول دغیرہ کا اس تقسیم کے خلاف کرنا اگر دانستہ ہے (اور یقیناً ایسا ہی ہے) تو یہ بھی انگریزی سیاسی چال ہے جس سے ہندوستان مسلمانوں کا اصرار روز افزوں ترقی کرے گا۔ ”الانسانات حولیں فی ما منع“ اور آخر میں خود انگریز اپنے عظیم الشان احسانوں کو بھلتے ہوئے مسلمانوں سے کہے گا کہ ہم تو نہیں چاہتے تھے مگر کیا کریں تم لوگ مجبور کر رہے ہو تو ہم تمکو یہ چیز دیتے ہیں اور ہندو سے کہیں گے کہ ہم تو ہندوستان کی تقسیم کے خلاف ہی ہیں، ہم تو متحدہ ہندوستان ہی کو تم سبھوں کے لئے مناسب سمجھتے تھے مگر تمہارے وطنی بھائی مسلمانوں نے ہم کو مجبور کر دیا ہے، ہم کو تم سبھوں کی خاطر داری کرنی ہے، ابدل خواستہ ہم اس تقسیم ملک کو منظور کرتے ہیں، تم کو اپنے وطنی بھائیوں کی ہٹ اور ان کی خواہشوں کا احترام کرنا چاہئے۔ اسکو ٹھکرانا نہ چاہئے۔ امریکہ اور روس دغیرہ دیگر ممالک کے سلسلے میں اپنی معصومیت کا اظہار کر چکا کہ ہم کیا کریں، ہم نے تو بت سمجھایا مگر مسلمان نہ مانے۔ اسلئے مجبوری ہم نے تقسیم کر دیا۔ اس طرح سب کو خوش کیے اپنی اغراض کمال طور سے پوری حاصل کی جائے گی اور بوجھ مسلمانوں کے سر پر رکھ دیا جائیگا۔ ایسے اعمال انگریزی سیاست اور اسکی چالوں میں روزانہ نمودار پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ آج نیا کھیل نہیں ہے۔ مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے۔ اور ممکن ہے کہ لارڈ سلٹنگو اور لارڈ دیول کی دینی لفت نادانستہ ہو اور وہ ان کارروائیوں سے جو ٹوری اور قداست پسند کمسرو جو پارٹی نے یہاں پہلے سے جاری کیں ہیں ان سے واقف نہوں۔ بہر حال مسلمانوں کو اپنے مستقبل پر اور انگریزی مفاد پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ضروری ہے۔

تقسیم ہندوستان میں اجمالی طور پر خطرات کا ہجوم

ہم اس جگہ اُن خطرات کو اجمالی طور پر اس تقسیم کے متعلق ظاہر کرنا چاہتے ہیں جو کہ خود لیگ کے ایک ذمہ دار سمجھدار نمبر نے وفاق عرب پر روشنی ڈالتے ہوئے ذکر کئے ہیں اور جنکو اجمل بیہی نے نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ خطرات نہ تو معمولی ہیں اور نہ صرف رائے اور ذہنیات ہیں بلکہ واقعات ہیں جنکو غور و غوض کے ساتھ دیکھنا۔ اشد ضروری ہے۔

(روزنامہ اجمل بیہی مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۴۷ء)

”سٹر عبدالرحمن صدیقی بنگال کے ایک ممتاز مسلم لیگی لیڈر ہیں وہ انگریزی زبان کا ایک مسلم لیگی روزنامہ ’مازننگ نیوز‘ لکھتے ہیں۔ اس اخبار کی اشاعت مورخہ ۱۶ جولائی میں ’اتحاد عرب‘ پر تبصرہ کرتے ہوئے صدیقی صاحب ایک عجیب بات لکھ گئے ہیں جسے آج ہم ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہی لوگ جو محض ہندوؤں کی ضد میں ’پاکستان‘ یا تقسیم ہند کا قائل ہیں خود اپنے دل کی گہرائیوں میں تقسیم یا اتحاد کے متعلق کیا نظریہ رکھتے ہیں۔ صدیقی صاحب لکھتے ہیں۔

”اگر چھوٹی اور کمزور قومیں بڑی اور طاقتور قوموں کی دراز دستیوں سے بچنا چاہتی ہیں تو اُن کو آپس میں ضم ہو کر بڑے گروہ یا ذوق بنانا ہوں گے۔ نسل، مذہب، یا جغرافیائی حدود کی بنا پر تقسیم کا خیال اسیوں صدی کے یورپ کے سیاسی فلسفہ کی تخلیق ہے اور اب یہ تجربہ کی بنا پر تباہ کن ثابت ہو چکا ہے۔ بلجیم، اپنی کمزوری کا مزہ چکھ چکا ہے، زیمبوئیا دیکھ، خوشحالی سے دور رہا اور یوگوسلاویہ بھی امن حاصل نہ کر سکا۔ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ چھوٹی قومیں ظلم اور دراز دستیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔“

یہ ہے مسلم لیگ کے ایک ممتاز رکن اور لیگ کی مجلس عاملہ کے ایک سابق ممبر کا خیال! ”مازننگ نیوز“ کی یہ رائے ضرور اس قابل ہے کہ اس پر مسلم لیگی حضرات غور کریں۔ اسلئے کہ اس میں ایک ایسے مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو جوش کی دھاندلی میں مسلمان قوم کو غلامی ماستہ پہلے جا رہا ہے اور جس پر چل کے قوم بڑے مصائب میں مبتلا ہو سکتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ پاکستان اور اسلامی حکومت کے نعرے بڑے دلغریب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ دو اسلامی حکومتوں کے قیام کا تخیل عام مسلمانوں میں ایک خاص قسم کا سردار جوش پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں کافی اختلافات ہیں مگر اس کے باوجود بھی یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ محض ہندوؤں کی تنگ دلی سے شاکہ ہو کر ہم ایسی غلطی کر بیٹھیں جو مستقبل میں ہمارے لئے تباہ کن اور ملت کیلئے باعث بربادی بنے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ بنگال اور پنجاب کی حکومتیں اتنی طاقتور نہیں ہوں گی کہ وہ بیرونی حکومتوں کے ساز و باز اور انکی دراز دستیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اسلئے یہ ہو سکتا ہے کہ ہم ہندوؤں سے تو مفرد ذمہ آزادی حاصل کر لیں۔ مگر اس مفرد ذمہ آزادی کے بدلہ میں غیر ملکی حکومتوں کی ویسی ہی غلامی میں مبتلا ہو جائیں جیسی کہ آج ہمارے سروں پر نافذ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ بدترین بد قسمتی ہوگی! اسلئے ہمارا فرض ہے کہ ہم سلطنت کو محض ہندو دشمنی کی عینک سے نہ دیکھیں بلکہ پاکستان کے سوال پر سنجیدگی سے غور کر کے یہ فیصلہ کریں کہ آیا یہ پاکستانی حکومتیں خود ہمارے لئے باعث حجت نہ بنیں گی یا نہیں! آیا یہ اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کر سکیں گی یا نہیں! آیا یہ اتنی طاقتور ہوں گی یا نہیں کہ بین الاقوامی سیاست میں اپنا وقار قائم رکھ سکیں۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو دانا ئی کا اتھنا یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کے لئے باقی اختیارات حاصل کر کے متحدہ ہندوستانی وفاق بنایا جائے۔

شامل رکھا جائے اور بجائے علیحدہ ہو کر دوسروں کے غلام بننے کے ہندوؤں سے مل کر نہ صرف اپنی آزادی باقی رکھی جائے بلکہ متحدہ ہندوستان کے وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود ملت اسلامیہ کی اس طرح اندرونی اصلاح کی جائے کہ وہ زندہ اور طاقتور قوم محسوس ہونے لگے۔ 'مازننگ نیوز' کا یہ بیان صحیح ہے کہ اب دنیا کی تقسیم اور علیحدگی کی محل سیاسی پالیسی کو چھوڑتی جا رہی ہے۔ اس لئے مسلسل تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس تنازع الملقا کی دنیا میں صرف طاقتور زندہ رہ سکتے ہیں۔ کمزور چاہے وہ کیوں کتنے ہی حق پروریوں میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔

ان ہی وجہ سے پاکستان کے لئے اچھے دلائل موجود ہیں مگر یہ سچے اور خوبصورت دلائل جاپان کو بنگال پر اور روس کو پنجاب و سرحد پر یعنی ان کے دہانے سے باز نہیں رکھ سکتے ہیں۔ کیا آزادی و انصاف کے تمام الفاظ ملک گیری کے آرزو مندوں کو پاکستان کے کمزور ممالک کی تحریک کے امدادوں سے باز رکھ سکتے ہیں! اگر کوئی اس معاملہ میں دیانتداری کا ذرا بھی شبہ رکھتا ہے تو وہ یوتونوں کی جنت کا ساکن ہے اس دنیا میں جہاں حق کے مقابلہ میں طاقت کا راج ہے! پاکستانی حکومتیں محض اس بنیاد پر زندہ نہیں رہ سکتیں کہ مسلمانوں کو آزاد رہنے کا حق ہے اور بحیثیت ایک علیحدہ قوم کے ان کو ضرور آزاد رہنا چاہئے۔ مسلم لیگ مذہب کی بنیادوں پر عمل تقسیم کا طالب ہے، تمدن، تہذیب اور زبان کو بنیادوں پر تقسیم کا مطالبہ نہیں کیا گیا ہے وہ نہ جہاں تک تہذیب و تمدن کا تعلق ہے اگر اس کی بنیادوں پر ہندوستان کو تقسیم کیا جائے تو ہندوستان جیسا کہ گڑوں میں منقسم ہو کر رہ جائیگا۔ کیونست حضرات جس تقسیم کے قائل ہیں وہ تہذیب و تمدن اور زبان کی بنیادوں پر ہوگی مگر مسلم لیگ اس کی طالب نہیں ہے وہ مذہب کی بنیاد پر تقسیم کی طالب ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ ان علاقوں کیلئے حق علیحدگی طلب کرتی ہے جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں۔

• 'مازننگ نیوز' نے اپنے مذکورہ مضمون میں سچ کہا ہے کہ اس وقت جبکہ اقوام عالم کو ایک دوسرے سے قریب تر لانے 'قوموں کی گروہ بندی' ۲

دی مغل لائن لمیٹڈ

جنگ عظیم ہمارے میں

عدن، جدہ، پورٹ سوڈان مصر اور مارشس

جائے وائے ہمارے مسافر اور مال کے جہازوں کی آمد و رفت نگریر کا لالچ کی وجہ سے بمقام عدہ رہی

قیام امن سے بعد

ہمیں امید ہے کہ حالات عنقریب پہلے کی طرح ہو جائیں گے اور ان بندرگاہوں پر سفر کرنے والوں اور مال بھیجنے والوں کے لئے انشاء اللہ بہت جلد ہمارے جہازات پھر اسی مستعدی اور باقاعدگی سے آنے جانے لگیں گے۔

دریافت طلب اسور کے لئے: ————— ٹرنر مارین اینڈ کپنی لمیٹڈ

۱۶۔ بینک اسٹریٹ

ممبئی

مکرمے اور باآزادیک میں اتنی وفات تیار کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ مذہب اور نسل کی بنیادوں پر علیحدگی کا مطالبہ نہ صرف ہمیں بکراہی ہے بلکہ

”پاکستان پر ایک نظر“

از — حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حفظ الرحمن صاحب ناظم اعلیٰ جمعیتہ العلماء ہند

محمد بنو نعلی علی رسولہ الہی الہی الکریم

پاکستان سیاست مافزہ کا اہم ترین نقطہ بحث ہے اور ایک بے پناہ منظم پروگنڈے نے اس کو جذباتِ مسلم کا محور بنا دیا ہے۔ اس سے غلط کچھ کھنڈا یا کھنڈا گیا طوفان کی لہروں سے کھیلنا ہے! لیکن حق و انصاف، دیانت اور صداقت، استقلال و ثبات کبھی بھی طوفانِ باطل سے مرعوب نہیں ہو سکتا۔ اس کا تعلق ہمیشہ کبھی کبھار رہتا ہے اور با احساس صاحب دیانت انسان کو حق گوئی اور صاف گوئی پر مجبور کرتا رہتا ہے۔ لہذا ضروری معلوم ہوا کہ حقیقتِ حال کی وضاحت کے لئے پارٹی فیلنگ سے بلا توجہ محض اس لئے کچھ لکھا جائے کہ مسئلہ زیر بحث ہندوستان میں مسلمانوں کی حیاتِ اجتماعی کے لئے کیا واقعی نسخہ کیا ہے یا سیاسی گیمیا گروں کا محض ایک کیما دی غریب ہے جو محض ذاتی اقتدار یا پارٹی اقتدار کی خاطر ایک جماعت کو شکست دینے کے لئے حکومت کے اشارے سے عالمِ وجود میں آیا ہے اس لئے اسلام اور مسلم مفاد کا قائل یہ ہے کہ ہم کو کسی جماعت کی مخالفت یا موافقت کو نظر انداز کر کے صرف اسی نقطہ نظر سے اس مسئلہ پر بحث کرنی چاہئے کہ یہ مسلمانوں کی حیاتِ اجتماعی کے لئے مفید ہے یا مضر کیونکہ یہ ایک مسئلہ عقلی نظر یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کی اصل حقیقت اور اس کی حقیقی حیثیت سے قطع نظر کر کے اس کو دوسروں کی مخالفت کے جذبہ کے ساتھ سوچا جاتا ہے تو اکثر و بیشتر اس کے نتائج و ثمرات بجائے بے ثمرات ہونے کے بدتر ظاہر ہوتے ہیں اور اس میں افادیت کی جگہ مضر ہاتھ آتا ہے اور اس کا نتیجہ پرانے ٹنگوں میں اپنی ناک کٹنا ہو جاتا ہے جو مضامین اس مسئلہ کے متعلق اخبارات و رسائل میں شائع ہوئے انہیں کہ ان میں دلائل کی جگہ بیشتر جذبات کی فردانی اپنے خیال کے مخالفوں پر طعن و تشنیع غلط حوالوں سے غلط نتائج کا اخراج اور ان تمام باتوں کے علاوہ دانستہ یا نادانستہ غلط بیانی بکثرت پائی جاتی ہے۔

بتقاضائے حسن ظن مضمون نگاروں کے صدق نیت اور اخلاص کے باوجود ان کی یہ لغزشیں غالباً اُسی پارٹی فیلنگ کی رہیں منت ہیں جس نے اصل حقیقت کے فہم و ادراک سے بے نیاز کر کے آجکل دماغوں کو مفلوج بنا رکھا ہے۔

پاکستان کے نامیوں کے مضامین میں سب سے بڑی خامی جو مسئلہ کو کسی طرح صاف نہیں ہونے دیتی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایک اہم قانونی اور کانسٹیٹوشنل مسئلہ کو ہندوؤں کی تنگ نظری اور ان کی فرقہ پرستانہ ذہنیت کی پیداوار کہہ کر مخالفانہ جذبات کی رو میں گم ہو جاتے ہیں اور اس مسئلہ کے مفید ہونے کے دلائل سے نظر بچا کر محض دفاعی سوال و جواب پر بحث کر کے مسئلہ کو ختم کر دیتے ہیں اور اس کی بنیادی تفصیل کی تشریح کے جواب میں بھی صرف اسی قسم کا جواب دیکر سبکدوش ہو جاتے

ہیں جیسا کہ باور فزدر نے تثلیث کے اعتقاد پر اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ "ایک کس طرح تین اور تین کس طرح ایک ہو سکتے ہیں" "میزان الحق" میں یہ کہہ دیا کہ "یہ سہ اگرچہ بنیادی ہے مگر اس کی تشریح اس دنیا میں ناممکن ہے مگر اس پر اعتقاد ضروری ہے۔"

عام طور پر قوم پرور مسلمانوں کے خلاف غم و غصہ کے اظہار کے لئے اس مسئلہ کو صرف عنوان بنایا جاتا ہے۔ اس کی اصل حقیقت پر بحث کرنا مقصد نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں کہ "ہندوؤں کی عام ذہنیت ہمیشہ سے تنگ نظری سے متوث ہے اور وہ ناپ تول کی زندگی کے عادی ہونے کی وجہ سے سیاسیات میں بھی سخت تنگ دل واقع ہوئے ہیں قوم پرور مسلمانوں اور فرقہ پرست مسلمانوں یا پاکستانی در غیر پاکستانی مسلمانوں کے درمیان کبھی بھی دورائیں نہیں رہیں۔ ہمیشہ اختلاف اس میں رہا ہے کہ ان کے ان فصول کے باوجود اس ملک میں اتنی آزاد حیات اجتماعی کو واپس لانے اس کو برقرار رکھنے اور ملک کی غلامی کی لعنت کو دور کرنے کے لئے صحیح طریق کار کیا ہے! اس لئے ہندوؤں کی پیدائشی تنگ نظری اور فرقہ پرستی کے یقین کے باوجود بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا صحیح علاج 'پاکستان' ہی ہو سکتا ہے کیونکہ یہ دو باتیں لازم و ملزوم نہیں ہیں! ہو سکتا ہے (اور ہے) کہ اس کا علاج پاکستان کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ پر کیا جائے اور یہی وہ دوسرا طریقہ ہے جس کو آزاد مسلم کانفرنس اور جمعیتہ علماء ہند اپنے اجلاسوں میں واضح کر چکی ہے اور دوسری مسلم جماعتوں خصوصاً مسلم لیگ کو دعوت دے چکی ہے کہ وہ باہم جمع ہو کر اس اسکیم اور پاکستانی اسکیم دونوں پر غور کر کے ایک متحدہ آواز اٹھائیں مگر اس کا جواب مسلم لیگ کی جانب سے بجز نفی کے اور کچھ نہیں دیا گیا۔

لیکن ہے جذباتی فوجوانوں کے نزدیک البامی اور اسلامی طریقہ کار وہی موجود مسلم لیگ نے اختیار کیا ہے تاہم ضرورت اس کی ہے کہ مسئلہ پاکستان اور اس کی غم ابدل اسکیم پر سیر حاصل بحث کی جائے تاکہ لوگوں کی توجہ آتہامی طعن و تشنیع سے الگ ہو سکے اور اسلام کے قدیم اصول بحث پر حقیقتِ حال نکشف ہو سکے۔

مسلم لیگ کے نقطہ نظر سے پاکستان کی ضرورت

مسلم لیگ پاکستان کیوں چاہتی ہے؟ اس کے جواب میں عایدانہ نقطہ نظر سے آج تک جس قدر کہا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ "ایسے ملک میں جہاں مسلمان مستقل قوم کی حیثیت میں موجود ہوں اور وہاں مختلف اقوام میں سے ایک قوم ایسی بھی آباد ہو جو اس ملک کے مجموعہ کے لحاظ سے اکثریت میں کئی جائے تو ایسی حالت میں مسلمان آزاد ہندوستان میں ہرگز ایسی پوزیشن میں نہیں رہنا چاہتے کہ وہ ملک کی اقلیت کہلائیں کیونکہ وہ درحقیقت اقلیت نہیں ہیں بلکہ ایک مستقل قوم ہیں اور چونکہ آبادی کے لحاظ سے بعض حصص ملک ایسے موجود ہیں جن میں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ لہذا ان حصص کو ملک کے ان حصصوں سے الگ کر دیا جائے جن میں ہندو اکثریت ہے تاکہ اپنے حصص ملک میں مسلمان اپنی مرضی سے آزادی کا فائدہ اٹھا سکیں۔ کیونکہ اگر وہ کسی صورت میں بھی مجموعہ ہندوستان کا جز یا حصہ رہیں گے تو وہ اکثریت کے ماتحت ہوں گے اور مستقل حیثیت حاصل نہ کر سکیں گے اور ہمیشہ اقلیت و اکثریت کی جنگ جاری رہے گی اور ملک میں کبھی اطمینان و امن پیدا نہ ہو سکے گا۔ یہی وہ نظریہ ہے جو سٹرجینا سے لیکر ان کے تمام متقدمین کی زبان و قلم کے ذریعہ یکساں طور پر ظاہر کیا جا رہا ہے اور اس نظریہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بہترین طریق کار پاکستان تجویز کیا گیا ہے۔

پاکستان؟

پاکستان کس نظام حکومت یا طرز حکومت کا نام ہے اس کیلئے لاہور ریزولوشن کی رو سے اس وقت تک مسلم لیگ کے قائد اعظم اور ان کے پیروں

سے بذریعہ امام جو کچھ بیان کیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ 'دو قوم کی قیوری مان کر ایک چوتھائی ہندوستان اس طرح مسلمانوں کو دیہ یا جائے کہ وہ
برٹش کامن ویلتھ کے زیر سایہ پنجاب سرحد سندھ اور بلوچستان کو مل کر ایک مسلم منسلقہ حکومت قائم کریں اور بنگال و آسام کے مسلم اکثریت رکھنے والے
چند اضلاع کو ملا کر دوسرا منسلقہ حکومت بنالیں اور پھر ان دونوں کا ایک یڈریشن ہو جو اپنے معاملات میں باقی ہندوستان کی حکومت سے قطعاً آزاد ہو
اور اپنی مرضی سے تین چوتھائی ہندو ہندوستان کا ملیف بنے یا حریف رہے۔ لہذا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس پر غور کرے
کہ آزاد ہندوستان میں مسلم لیگ کے ناخداؤں نے جو "الہامی اسکیم" تجویز فرمائی ہے وہ کہاں تک اس مقصد کو پورا کر سکتی ہے جس غرض سے یہ تجویز بقول
قائد اعظم "مسلمانوں کا دین و ایمان" بن چکی ہے۔

پاکستان کی حقیقت

جس پاکستان کا مطالبہ مسلم لیگ کر رہی ہے ظاہر ہے کہ وہ اسلامی حکومت کا دوسرا نام نہیں ہے جیسا کہ خود مسٹر جینا اور دوسرے حامیان پاکستان
نے اس کو صاف صاف تسلیم کر لیا ہے اگرچہ قوم پرست مسلمانوں کے غلام بھڑکھنے کے لئے مسلم لیگ کے ذمہ دار قائدین آیات قرآنی اور احادیث پڑھ
پڑھ کر اس افتراء سے بھی نہیں چوکتے کہ وہ پاکستان کہہ کر خالص اسلامی حکومت کا مطالبہ کر رہے ہیں!! پاکستان کس طرح اسلامی حکومت کہا جاسکتا ہے
جبکہ یہ تسلیم کر لیا گیا ہو کہ اس نظام حکومت میں غیر مسلم اقوام کو تناسب آبادی کے لحاظ سے حکومت کے ہر شعبہ میں خصوصاً مجلس قانون ساز اور کینڈسٹ
(کابینہ وزارت) میں حصہ دار بنایا جائے گا جیسا کہ یورپین جمہوری نظام کا تقاضہ ہے حالانکہ اسلامی حکومت میں غیر مسلم صرف ایک ذمی کی حیثیت میں
اسن و ایمنان اور عدل و انصاف کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ لیکن نظام حکومت کے کارفرما شعبوں میں مطلق ان کا کوئی دخل نہیں ہو سکتا اور مجلس وضع قوانین
کا تو وہاں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اسی طرح مسلم لیگ کے قائد اعظم نے یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ پاکستان ایسے طرز حکومت کا نام نہیں ہوگا جس میں
یہ شرط ہو کہ مسلم حکومت میں ایک بھی غیر مسلم آباد نہ رہے اور ہندو ہندوستان میں کوئی مسلمان سکونت پذیر نہ رہے اور دونوں قوموں کے درمیان تبادلہ آبادی
کے اصول پر ہجرت کا اصول کارفرما ہو اور عملاً یہ کیسے ممکن ہے جبکہ مسلم اقلیت کے محبوبوں میں مسلمانوں کے مشاہدہ متعارف مساجد آثار اور ثقافت و تمدن
مسلم اکثریت کے محبوبوں سے کم نہیں بلکہ زائد ہیں اور مسلمان کسی مات میں بھی ان کو نہیں چھوڑ سکتے!!!

تو اب تیسری صورت یہ باقی رہ جاتی ہے کہ 'پاکستان' ایسی حکومت کا نام ہوگا جو مسلم اکثریت کی پوریشن کے ساتھ یورپین جمہوری نظام کے قالب میں
ڈھلا ہوا ہو یعنی قانون ساز جماعتوں، اسمبلیوں اور کونسلوں اور کینڈسٹ (کابینہ وزارت) میں اقلیت بھی بحصہ تناسب آبادی حقدار ہوگی اور مسلم غیر مسلم قائد
کے اجتماع اور یکجہتی کے اصول پر اس کی ترتیب قرار پائیگی۔

پس اگر اس اصول پر پاکستان عمل میں آئے گا تو قوم پرست مسلمانوں کو شکست دینے اور شخصی یا پارٹی اقتدار حاصل کرنے کے لئے 'پاکستان' کو یہ کینال
اسلامی حکومت بنارہے ہیں ایک بہت بڑا سیاسی فریب ہے جو ایسے نازک وقت میں اور زیادہ قابل نفرت ہو جاتا ہے جبکہ مسلمانوں کے لئے اس کی سخت
ضرورت ہو کہ مسلم مفکرین اور ارباب سیاست ان مختلف اسکیموں پر غور و خوض کریں جو ہندوستان میں مسلمانوں کو اکثریت کے لحم و کرم پر چھوڑنے کے بجائے
ہندوؤں کے مساوی آزاد رہنے کا حق دیتی ہوں اور پھر تبادلہ خیالات کے بعد کسی ایک اسکیم اور فارموسے کو وضع کر کے حکومت اور کانگریس دونوں کے
مابینے متحدہ آواز کے ساتھ پیش کر سکیں، ایسے وقت میں کسی ایک سیاسی نظریہ یا اسکیم کو مذہب اور ایمان بنا کر عوام فریب سے کام لینا معلوم نہیں ایمانیات

کا کونسا درجہ رکھتا ہے اور الہام سیاسی کی کوئی قسم میں داخل ہے خصوصاً جبکہ دوسری مقتدر اسلامی جماعتیں اور ان کے محرز رہنما مسلم لیگ کے ناخداؤں کو بار بار دعوت دیتے ہوں کہ متحدہ آواز پیدا کر سنے کے لئے ایک مرتبہ تم کو یا ہم کو اس اسکیم پر اس لئے غور کر لینا ضروری ہے کہ ہم سب اس بارے میں متفق ہیں کہ مستقبل کے آئین میں مسلمان ہندوستان میں ہندوؤں کے مقابلہ میں مساوی قوم کی حیثیت میں ہوں۔

الحاصل پاکستان کی اس آخری صورت میں کہ جو سر جینا کی نظر میں صحیح پاکستان ہے ہم کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کے اجزاء کی تحلیل کر کے یہ معلوم کریں کہ جس غرض اور جس مقصد کی خاطر یہ الہامی اسکیم منقہ شہود پر آئی ہے کیا وہ واقعی اس مقصد کو پورا کرتی ہے یا نہیں کرتی؟

پاکستان سیاسی نقطہ نظر سے

ہندوستان میں صوبوں کی جو تقسیم آج موجود ہے اور جن کی نئے سرے سے تقسیم کو ارباب لیگ بھی پسند نہیں فرماتے ان میں مسلمانوں کی اکثریت کے صوبے پنجاب سرحد سندھ بلوچستان شمال مغرب میں اور بنگال مشرق میں متعین ہیں۔ اور بنگال میں آسام کے ان چند اضلاع کو بھی شمار کر لینا چاہئے جن میں مسلمانوں کی خاصی اکثریت پائی جاتی ہے۔ ان صوبوں میں مسلم لیگ کی پاکستانی اسکیم کے مطابق شمال مغرب کے صوبوں کا ایک منطقہ ہو گا یا یوں کہے کہ مسلم حکومت ہوگی۔ اور بنگال اور چند اضلاع آسام کا دوسرا منطقہ ہو گا اور دوسری مسلم حکومت قرار پائیگی اور ہندوستان کے دو صوبوں (پ۔ پ۔ اور بہار) پر سے جت کر کے دونوں حکومتوں کا ایک فیڈریشن بنایا جائیگا اور دونوں کو ملا کر ایک مستقل آزاد حکومت قائم کی جائیگی۔ تو اب ہم اس اسکیم کو پیش نظر رکھ کر جب غور سے کام لیتے ہیں اور جذبات سے بالاتر ہو کر عقل سلیم اور فکر قویم کو رہنما بناتے ہیں تو ان دونوں منطقوں کی سیاسی پوزیشن جن اجزاء ترکیبی سے مرکب ہوتی ہے ان کی کل آبادی اور مسلم آبادی کے اعداد و شمار اور تناسب فی صدی حسب ذیل ہے۔ یہ اعداد و شمار اور تناسب فی صدی لیگ کے اردو ترجمان "روزنامہ منشور" مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ منشور میں غلطی سے آسام کی مسلم آبادی پہلے چوتیس لاکھ یا بیس ہزار چار سو اناسی کے تین لاکھ چالیس ہزار چار سو اناسی شائع ہوئی ہے اور سندھ کی فی صدی نسبت بیان نہیں کی۔ نیز صوبوں کی کل آبادی منشور میں شائع نہیں کی گئی۔ ہم نے کل آبادی کے اعداد و چودھری رحیم علی صاحب کے تبصرہ سے اخذ کئے ہیں جس کو انجمن ترقی اردو نے ۱۹۴۵ء کی مردم شماری پر ایک جامع تبصرہ کے عنوان سے شائع کیا ہے۔

صوبے	کل آبادی	مسلمان	فی صدی تناسب
پنجاب	۲۸,۸۱,۸۱۹	۱,۶۲,۹۶,۲۲۲	۵۷
سرحد	۳,۳۸,۰۰۶	۲۷,۸۸,۷۹۷	۹۱
سندھ	۴,۳۵,۰۰۸	۳۲,۰۸,۳۲۵	۷۳
بلوچستان	۵,۰۱,۶۲۱	۴,۳۸,۹۲۳	۸۷
بنگال	۶,۰۳,۰۰۴,۵۲۵	۳,۳۰,۰۰۵,۲۳۲	۵۴
آسام	۱,۰۲,۰۰۴,۷۲۳	۳۴,۸۲,۴۷۹	۳۳

پاکستانی صوبوں کی کل مردم شماری - دس کروڑ ستر لاکھ چار ہزار سات سو تراسی -
کل مسلمان - پانچ کروڑ اکیانوے لاکھ ایک ہزار دو سو شانوسے -
غیر مسلم - چار کروڑ اناسی لاکھ تین ہزار چار سو پچاسی -

یعنی دس کروڑ ستر لاکھ کے مجموعہ میں مسلمان غیر مسلم سے صرف ایک کروڑ گیارہ لاکھ شانوسے ہزار آٹھ سو گیارہ زائد ہیں یعنی دس فیصدی مجموعی حیثیت سے۔

ساتھ فی صدی مسلمان اور چالیس فی صدی غیر مسلم

جن میں سکھ پنجاب میں اور عیسائی بنگال میں وہ اقلیتیں ہیں جو ہمیشہ اپنے تناسب آبادی سے زیادہ نمائندگی حاصل کرتی رہیں۔

اسکے برخلاف ہندو ہندوستان میں صوبہ بنارس میں ۷۹ فیصدی، بنگالی میں ۹۲ فیصدی، پٹی میں ۱۵۲ فیصدی، بہاریں ۱۲ فیصدی

سہیلی میں ۳۷ فیصدی، آڑیسہ میں ۱۱ فیصدی۔

مختصر یہ کہ ہندو ہندوستان میں مجموعہ آبادی تقریباً تیس کروڑ ہے جس میں مسلمان تقریباً پنے تین کروڑ یعنی دس فی صدی سے بھی کم اس کے معنی یہ
ہمے کہ ایک جانب ہم نے تقریباً تینتیس فی صدی مسلمانوں کو ہندو ہندوستان میں ایک غیر نوثر اقلیت بنا کر مسلم لیگ اور قائد اعظم کے تسلیم کردہ اصول
کے مطابق ہندوؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا منظور کر لیا اور دوسری جانب مسلم اکثریت کے صوبوں میں دو ایسی پاکستانی حکومتیں اور ایک ایسی پاکستانی
فیڈرل حکومت قائم کی جس میں غیر مسلم اقلیت (جو تعداد میں چالیس فیصدی اور اثر و قوت میں بہت طاقتور ہے) موجود رہی اور یہ ظاہر ہے کہ یورپین مہوری
نظام کے اصول پر جو بہر حال دونوں قسم کے ہندوستان میں جاری ہو گا کسی حکومت کا اُس وقت تک چلنا ناممکن ہے جب تک وہ اس قدر نوثر اقلیت
کو کئی طور پر مطمئن اور راضی کر کے حکومت نہ کر کے خصوصاً جبکہ وہ اقلیت سیاسی اور اقتصادی دونوں حیثیت سے سکہ طور پر مسلمانوں سے زیادہ قوی ہو
اسکے برعکس ہندوستان میں بارہ فیصدی یا مختلف صوبوں میں بارہ، چودہ فی صدی اور کم ہو کر چار یا تین فیصدی وہ اقلیت ہے جو غیر نوثر اور ہر وقت نظر
انداز ہو سکتی ہے خصوصاً جبکہ وہ اقلیت مالی اور سیاسی دونوں حیثیت میں غیر مسلم اقوام سے پیچھے ہو۔

پاکستان کا یہ کس قدر افسوسناک پہلو ہے کہ تقریباً دس کروڑ مسلمان جو ایک ہی ملک میں اجتماعی زندگی بسر کر رہے ہیں دو حصوں میں تقسیم کئے
جاتے ہیں اور تلف یہ ہے کہ جس مقصد اور غرض کے لئے ایسا کیا جا رہا ہے وہ بھی پورا نہیں ہوتا اور تقریباً مسلم آبادی مسلم لیگ کے اصول کے
مطابق ہندوؤں کی اکثریت کے رحم و کرم پر چھوڑ دی جاتی ہے اور پٹے کے لئے ایسی حکومت وضع کی جاتی ہے جس میں اگرچہ تناسب عددی کے
نفاذ سے وہ اکثریت میں رہتے ہیں مگر ایسی اکثریت جو یورپین جمہوری نظام کے پیش نظر نوثر اور معتد بہ غیر مسلم اقلیت کی رضا کی ہر وقت محتاج رہیگی
اور اسکے برعکس ہندو ہندوستان میں ہندوؤں کو ایسی مضبوط حکومت بنا دینے پر اصرار ہے جس میں مسلمان غیر نوثر اقلیت بکھر رہے ہوں۔

لیکن اس مقام پر سوچ کر ہر ایک پاکستانی دلائل و اسباب سے جدا ہو کر محض جذباتی بن جاتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ ہماری حکومت قائم تو ہو جائے
پھر ہم مسلم اقلیت کے صوبوں میں بھی اپنی حکومت کا دباؤ ڈال کر مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت نہ کیجے اور اپنی معمولی سی اکثریت کے باوجود نوثر اور معتد
اقلیت کو قابو میں رکھ سکیں گے۔

مگر یہ حضرات ایسا کہہ کر خود فزبی یا ابلہ فزبی میں مبتلا ہونے کا ثبوت دیتے ہیں یا بقول شخصے "یو قوفوں کی جنت کا خواب دیکھتے ہیں۔"

کیا کوئی ماقبل اندہ ذی ہوش انسان یہ مان سکتا ہے کہ اگر ایک حکومت میں دوسری قوم کے حقوق کو پامال کیا جا رہا ہو تو اسکا صحیح مداد ایسا ہو سکتا ہے کہ اس عمران قوم کے جو افراد دوسری قوم کی حکومت میں آباد ہوں ان کا انتقام اُن سے لے؟

کیا واپسی اور تبار کے مظلوم مسلمانوں کا انتقام پنجاب اور بنگال کے ہندوؤں سے لینا مذہب یا اخلاق یا قانون دآئین کے کسی نظریے بھی صحیح ہو سکتا ہے؟ اور اگر صحیح بھی ہو تو کیا یہ عقلاً ممکن ہے؟ بیشک جو حضرات آئینی حکومتوں اور ان کی ذمہ داریوں سے نا آشنا محض برت عاشقان بر شاخ آہو کی طرح صرف خیالی دنیا میں بسر کرنے کے ملوی ہیں وہی صرف ایسا کہہ سکتے ہیں ورنہ اس سے زیادہ طفلانہ خیال دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا خصوصاً پاکستانی حکومت میں تو یہ قطعاً ناممکن ہے اسلئے کہ اسکا تو یہ مطلب ہوگا کہ ایک جانب یو، پی اور بملہ میں مسلم اقلیت تائی جائے ہوگی اور دوسری جانب مسلم حکومت جب ان کے انتقام کے لئے اپنی سدیہ اور نوٹرا اقلیت کو تباہی تو اُن کے امتحان اور پردٹ بلکہ ڈیڈ لاک کی بدولت خود اپنی حکومت میں اضمحلال پیدا کر رہی ہوگی یا ہندو حکومت پر کسی سفر ذمہ پکیٹ کی خلاف ورزی کا الزام لگا کر بیکسی کا اظہار کرتی نظر آئے گی اور یا جنگ کا امنی سلیم دینے پر مجبور ہوگی۔ اور اگر اس پر اصرار کیا جائے تو ان حضرات کو ترکی اور فلسطین کے عالیہ واقعات کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ ترکی ایک مضبوط اور آزاد حکومت ہے۔ فلسطین جنگ عظیم سے پہلے اسی کا صوبہ تھا۔ مگر اس کے ہاتھ سے نکل جانے اور برطانیہ کے انتداب کے تحت آجانے کے بعد جو کچھ اس پر گزرا اور ترکی میں اس کے خلاف غم و غصہ کے باوجود جو کچھ عمل میں آیا وہ سب ملے لے قابل عبرت ہے اور یہ اسلئے نہیں ہوا کہ ترکی کو فلسطین کے مسلمانوں سے محبت نہیں (اور ہم کو ہندو ہندوستان کے مسلمانوں سے محبت رہے گی) بلکہ یہ طاقت اور آئین کا سلسلہ ہے جس نے ترکی کو کچھ نہ کرنے پر مجبور کر دیا اور اس سے بھی زیادہ ایران، عراق، مصر، ترکی کے میثاق سعد آباد کو اور پھر موجودہ حالات میں ترکی کی بیکسی کو فراموش نہیں کرنا چاہئے اور جو حضرات ان معاملات سے صحیح نتیجہ نکال کر عبرت حاصل کرنے کی بجائے بیجا بحث کے لئے آمادہ ہوں ان کو کسی حقیقت تک پہنچانا بلاشبہ مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے اور یہ پوزیشن کس قدر مضحکہ خیز ہے کہ سر جینا نے علی گڑھ کی تقریر میں جس خدشہ کی خاطر اسلئے مسلمانوں کا پاکستان بنانے کے لئے مسلمانوں کی رسم قربانی اور قربانی تھی اقلیت و اکثریت کا وہ خدشہ اور مناقشہ جو ان کا توں ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان دونوں میں موجود رہا اور اگر نیک کے لئے پاکستان کے نام سے ایک "بفر اسٹیٹ" (BUFFER STATE) رنجانی حکومت بنانے کے سوا غریب مسلمانوں کے ہاتھ کچھ بھی نہ آیا !!!

معلوم نہیں کہ پاکستانی مسلمانوں میں وہ کون سے شجا عائد اور تورا نہ عزائم ہیں جو آج کے ہندوستان میں تو ہندو کے غلبہ کے خوف سے بڑی، بچن، خود اعتمادی کے فقدان کی راکھ سے ڈھکے ہوئے ہیں لیکن ایک معمولی سی آئینی اکثریت کے حاصل ہوتے ہی سلگتی ہوئی چنگاری کی طرح نکل کر شعلہ جوالہ بن جائیں گے اور مسلمان اقلیت کو سنبھال لیں گے !! اور مسلمان علاقوں میں بھی معتد بہ غیر مسلم اقلیت کو نظر انداز کر کے فردوس بریں بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے ؟ اس بات سے میرا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ یورپین جمہوری نظام کے پیش نظر کسی قوم کی آئینی اکثریت خواہ وہ کتنی ہی معمولی ہو بے معنی ہے بلکہ میرا مطلب تو یہ ہے کہ قومی اور مذہبی منافرت پیدا کر کے جس طرح پاکستان کے نام سے ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کرانے کی سعی کی جا رہی ہے اور جس کی بدولت خود مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا رہا ہے یہ طریقہ ہندوستان میں مسلمانوں کی سرحدی کے لئے مفید ہے یا وہ طریقہ کار جو جمعیتہ علماء ہند کے اجلاس لاہور و دہلی و پور میں ظاہر کیا گیا اور حکومت ہند کے مفصل کے ساتھ پیش کرینگے۔ کیا بنائے مانے ہندوستان میں کانگریسی حکومت کے زمانہ کا وہ نقشہ نہیں ہے جبکہ کانگریس نے دزاتوں کی ترتیب کو کمیشن و رفرنس کے اصول

کو ترک کر کے پارٹی گورنمنٹ کے اصول پر کی تھی تو اس کے خلاف ایک عرصہ تک مسلم لیگ اور اسکے قائد اعظم کانگریس کے سامنے بھیجک کا ہاتھ اس طرح پھیلائے رہے کہ مدت دراز تک کسی نے ان ہاتھوں کو گرتے اور ٹھکتے نہیں دیکھا کہ کسی طرح کانگریس بائی کمانڈ ان پر رحم کھا کر ان کو بھی شامل وزارت کرے تھے کہ مجبور ہو کر اس ہاتھ کاٹخ حکومت کی طرف پھیر دیا اور ان داتاؤں کی طرف دست سوال دلا دیا کہ وہ ہی رحم فرمائیں مگر انویسٹمنٹ کے مسلم لیگ وفد کو گورنر انویسٹمنٹ نے یہ کہہ کر کچھ دے بغیر ناکام واپس کر دیا کہ جہاں تک مسلم حقوق کی حفاظت کا تعلق ہے میں اطمینان دلاتا ہوں کہ وہ محفوظ ہیں اور جہاں تک وزارت وزارت ہے تو وہ وزیر اعظم (پری میئر) کے ہاتھ میں ہے جو قلمدان وزارت کا مالک ہے اور اس سے بھی زیادہ قابل صد ہزار عزت کانگریس منسٹری کا وہ پورا دھڑ ہے جس میں مسلم لیگس کے اقوال کے مطابق مسلمانوں پر مظالم کئے گئے مگر لیگ اور ان کے قائد اعظم کو بھڑکنے اور بھٹانے اور رونے بوسنے کے یہ ہدایت نمونے کہ کانگریس حکومتوں میں ڈیڈ لاک اور جمود پیدا کر دیتے یا اس درجہ ایجنڈیشن کرتے کہ وہ مجبور ہو کر استغنے دیدے، بلکہ اسمبلی اور کونسل کے ان بھکاریوں سے یہ بھی نہ ہو سکا کہ پروٹسٹ کے طور پر ان کا بائیکاٹ ہی کر دیتے تاکہ انگریز کو آئین معطل کر دینے کا بہانہ ہاتھ آجاتا اور مسلم لیگ کانگریس کو اس حکمت پرانہ روئے کا مزہ چکھا دیتی مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ کانگریس کے مقرر کردہ آئینی مجسٹریٹوں، گرام سدھار کے معین کردہ چیرمینوں اور مسلم ملازمتوں پر مقرر کردہ افراد کے لئے سب سے زیادہ پیش پیش ہی بھکاری تھے جو مسلمان پبلک میں ہندو مسلم اتحاد کے خلاف اور کانگریس کے خلاف زہر چکانی کرتے تھے اور کانگریسی وزیروں کے پاس حاضر ہو کر مجسٹریٹ، چیرمین اور ملازمت کی بھیجک مانگتے تھے اور ان میں مسلم لیگ کے نمایاں اور باغی تھے لیڈر تک شامل ہیں۔ چنانچہ آئینی مجسٹریٹوں، عملدوں اور چند ملازمتوں میں قوم ہندو مسلمانوں کے بھلے فی صدی پچھتر فائبروں اور خاندانوں اور مسلم لیگ ممبران اسمبلی و کونسل کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا تقرر اسکی زندہ شہادت ہے۔

میرٹھ میں جناب نواب اسماعیل خاں صاحب اور بلند شہر میں جناب نواب احمد سعید خاں صاحب آف چھتاری بالقابہ کانگریس دھڑ حکومت ہی میں کانگریس کی جانب سے گرام سدھار کے چیرمین تھے۔

بہر حال قائد اعظم اور مسلم لیگ کا تمام ادارہ بجز ہائے داس کے اور کچھ نہ کر سکا لیکن جب کانگریس نے سول سروس میں جنگ کے مسئلہ پر ہندوؤں سے استغنے دیئے اور تمام کانگریس دھڑ پر ایک غلبہ قلم ان کو ٹھوکر مار کر الگ کھڑے ہو گئے تو نظری و طبعی بہادر اور شجاع مسلمان کو بزدل اور خائف بنادینے کے بعد قائد اعظم نے مسلمانوں سے اس بہادری کا مطالبہ فرمایا کہ وہ کانگریسی حکومتوں کے ختم ہونے پر یوم نجات منائیں۔

انا الیہ وانا الیہ ساجعون

کیا اس وقت پنجاب اور بنگال میں مسلم اکثریت کی حکومتیں موجود نہیں تھیں؟ اور کیا بار بار ہندوستان لیگ کے انتقام لینے کے نعروں میں سے کوئی منفرہ بھی شرمندہ معنی ہوا؟ کیوں؟ صرف اسلئے کہ مسلمان اقلیت کے صوبوں میں غیر نوثر اقلیت تھے اور اکثریت کے صوبوں میں ہندو اکثریت کے مالک اور معتد بہ اور نوثر اقلیت سے دوچار اور اگر یہ کہا جائے کہ آئین ناقص تھا اور آزادی کامل نصیب نہ تھی تو یہ تو سب سے خود فیوز کرانیکل (لندن) کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے تسلیم کر چکے ہیں کہ آزادی پاکستان کے معنی یہ ہوں گے کہ سحر جیسی خود مختار حکومت ہمارے جو سلسلہ کے معاہدہ کی زندگی اندرون طور پر اسکو حاصل ہوئی ہے (مئی ۵ مارچ ۱۹۴۷ء) (ہندوستان ٹائمز ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء) بہر حال اس نیم آزادی کی بنا پر یہ کتنا قطعاً مبالغہ نہیں کہ اس قسم کی اسکیم جو مسلمانان ہند کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک جگہ غیر نوثر اقلیت بناتی ہو اور دوسری جگہ غیر نوثر اکثریت، مسلمانوں کے لئے ہلاکت اور فقر و غارتگی میں ڈالنے کے مراد ہے اور اگر ذاتی پارٹی اقتدار یا کسی

جماعت کے مقابلہ میں غم و غصہ سے انتقام لینے کے لئے بنائی گئی ہے جیسا کہ قائد اعظم کے متعلق ہمارے یقین ہے تو یہ مسلمانوں کے ساتھ کھلی ہوئی غداری ہے!! کیا مسلمان اس وقت کو فراموش کر دیں گے جبکہ شاہدِ حق میں کانگریس مسلم لیگ پکیٹ میں ان ہی سرسبزینا اور ان کی طرح کے دوسرے مسلمان لیڈروں نے یورپی اور دوسرے مسلم اقلیت کے صوبوں میں اپنی لیڈرشپ کے اقتدار کو قائم رکھتے اور اپنی لیڈرانہ اغراض کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پنجاب اور بنگال کی آئینی اکثریت کو مسلم اقلیت کے صوبوں میں دتیج (پانگ) کے بدلہ میں فروخت کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں گول میز کانفرنس میں پورا زور لگا دینے کے باوجود بھی وزیر اعظم کے فرقہ وارانہ فیصلہ میں ہم اس آئینی اکثریت کو حاصل نہ کر سکا اور آج اسکے لئے پریشان و حیران ہیں! اس وقت بھی قوم پرور مسلمانوں سے اسکے خلاف آواز اٹھائی گئی تھی اور علما جن میں سے حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب اور حضرت علامہ مولانا ابوالکلام آزاد نے اسکے خلاف احتجاج کیا تھا، اخبارات کے کالموں میں آج تک محفوظ ہے مگر مسلم لیگ کے خوش اعتقاد حضرات نے اس وقت بھی اسکو سیاسی الہام سمجھ کر اور احتجاج کی آواز کو سیاست سے نا آشنا "قل آغوی مولویوں کی آواز قرار دے کر لیگ کے فیصلہ کو ربانی فیصلہ باور کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے کو دہراتی ہے، چنانچہ آج پھر وہی تازک وقت ہے اور جس طرح حکومت بھٹانیہ کے ہندوستان میں قدم جمانے کے وقت علما و حق کے خلاف ایک مستقل محاذ مسلمانوں اور اسلام ہی کے نام پر قائم کر دیا گیا تھا اور تعلیم و ترقی کے نام سے اوتوٹنگ نظر قرار دے کر ان کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات انگریز کی برتری کے لئے عام کر کے ذمہ داریوں حکومت کی سیاست کو مسلمانوں کے لئے تریاقِ ظاہر کیا گیا تھا، اسی طرح آج ہندوستان میں انگریزی اقتدار پر ضرب کاری لگتے دیکھ کر اسکے اشارہ سے وہی حربہ دوبارہ استعمال کیا جا رہا ہے اور مسلم لیگ کی سیاست کی اساس علما و حق کو علماء و سوار کہہ کر ان کی حقارت و تذلیل پر قائم کی جا رہی ہے اور جس طرح اس وقت بھی بہت سے حضرات بٹھتے ہوئے سیلاب سے مرعوب ہو کر اس سیاست کی ہنوائی کستے نظر آتے تھے اسی طرح آج بھی بہت سے جذباتی حضرات اس بٹھتے ہوئے سیلاب سے مرعوب ہو کر اس سیاست کی ہنوائی کر رہے ہیں اور اسکو الہامی اور ربانی کہہ کر صحافتی ادبیت کی داد دے رہے ہیں۔

مگر جس طرح لارڈ کنن کی معرفت تقسیم بنگالہ کی اسکیم کے اعلان سے نواب وقار الملک مرحوم اور نواب سید القادریاں آف ڈھاکہ مرحوم کی آنکھیں کھولی تھیں اور ان کے سامنے اصل حقیقت آشکارا ہو گئی تھی اسی طرح جب انگریز اپنی مرضی کے مطابق پاکستان بنا کر پہلے ہندوستان سے الگ اسکو اپنی مرضی کا آلہ کار بنایا گیا اس وقت ان نیک نیت حضرات کی بھی آنکھیں کھل جائیں گی جو اپنی سادہ لوحی سے سیاست کے عملی اقدامات سے دور گوشہ عافیت میں بیٹھے پاکستان کی داد دے رہے تھے۔ اور اسکو فاکٹر اقبال مرحوم اور سرسبزینا کا "سیاسی الہام" سمجھ رہے ہیں۔

بلاشبہ پاکستان کا یہ تختل سیاسی الہام ہے مگر ربانی الہام نہیں ہے بلکہ قصر بنگلہم کا الہام ہے جو کہ لاکھ اقبال کو بھی جب ہی ہوا تھا جب وہ لندن سے قریب ہی زمانہ میں واپس تشریف لائے تھے اور وہ الہام دوبارہ اس وقت پھر ہوا جبکہ مسلم لیگ کے دفنہ جو کہ بہ سرکردگی چودھری خلیق الزماں مہر اور لندن کانج کرنے گیا تھا "ہندوستان واپس آکر بیٹنی اُتسنے کے ساتھ ہی پہلے انٹرویو میں اس چیز کو ظاہر کر دیا تھا اور جسکو ممبر کے بعد سرسبزینا نے اپنایا اور لاہور میں پیش کرنے کی اجازت دی بہت سے لیگی حضرات اپنی سادہ لوحی سے جذبات کے جوش میں برسے زور سے فرماتے ہیں کہ پاکستان بنکر رہے گا اسلئے کہ وہ مسلمانوں کے دل کی آواز ہے اور یہ کہہ کر شاید وہ قوم پرور مسلمانوں کا مضحکہ اڑانا چاہتے ہیں۔ مگر ان بیچاروں کو یہ معلوم نہیں کہ وہ ضرور بنکر رہیں گے اسلئے نہیں کہ وہ مسلمانوں کی آواز ہے بلکہ بقول حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اسلئے کہ حکومت طے کر چکی ہے کہ اب جبکہ ہندوستان

میں آزادی کا جذبہ آخری حدود تک پہنچ چکا ہے اور اسکے لئے کانگریس جان و مال کی بازی لگا چکی ہے تو سخت ضرورت ہے کہ ملک کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے تاکہ برما کی طرح جب جیسا موقع ہو ایک حصہ کو دوسرے کا مقابل بنا کر اپنا اقتدار بہر نوع مضبوط اور مستحکم بنایا جاسکے۔

پاکستان اقتصادی نقطہ نظر سے

پاکستان کا یہ وہ پہلو تھا جو سیاسی کہا جاتا ہے۔ اب مناسب ہے کہ تھوڑا سا وقت اسکے اقتصادی پہلو پر بھی صرف کریں۔

یہ حقیقت مسلم بلکہ شاہد ہے کہ حکومتوں کی ترقی کا مدار آج کی دنیا میں صرف اقتصادیات کی برتری پر قائم ہے اور اقتصادی برتری میں جس قدر معنیاں کاہن، اثر انداز ہیں اسی قدر دوسری کوئی شے نہیں ہے کیونکہ تجارت، صنعت و حرفت اور حکومت کی شینیری کا قیام دوسرے ذرائع کے مقابلہ میں اس ذریعہ پر بڑی حد تک قائم ہے اور یہ بھی اظہر من الشمس ہے کہ جن صوبوں میں پاکستان بننے والا ہے ان میں کاہن جو باہر نکلی ہوئی ہوں بہت ہی کم ہیں پنجاب میں نمک اور لوہے کی ایک کان اور بنگال میں کوئلہ کی چند کانیں اور لوہے معدن کی غالباً ایک ایک کان ہے باقی صفر ہے۔ اور جواہرات، سونا، چاندی، تانبا، آلومینیم، فولاد، آبرق، کوئلہ اور پتروں کی بڑی بڑی کانیں سب ہندو ہندوستان میں واقع ہیں جس کا اکثر حصہ بہار، مداس اور کیلی میں ہے۔ اب اگر پاکستان اس طریقہ پر بنایا جائیگا جو مسلم لیگ اور اسکے قائد اعظم کا تجویز کردہ ہے اور جسکی بنیاد ہی قومی اور مذہبی منافرت پر قائم کیا رہی ہے تو ہندو ہندوستان، کہ جس میں ہندو سرمایہ دار خود بہت کافی ہیں، جس درجہ عظمت کے ساتھ ترقی کر کے پاکستان کے لئے غرہ بن سکتا ہے اسکو کونسی طاقت روک دے گی؟ نیز نظام حکومت کے تمام شعبوں میں جس قدر زبردست ترقی ان کو حاصل ہوگی اور سرمایہ سے محروم مسلم اقلیت کو اگر ہندو سرمایہ دار قوانین اقتصادیات کے پردہ میں ان سے محروم کر دے تو وہ کونسی طاقت ہے جو ان کا حق طلبگی آپٹ سے زیادہ یہ کرے گی کہ پاکستان میں اسکے مقابلہ کا قانون بنا کر پاکستانی ہندوؤں کو اس سے محروم کر دیئے تو یہ جواب جیسا کہ ایک ہے ہر ایک عاقل جانتا ہے اور اگر آپ پاکستانی حکومت کے اُن پوشیدہ معنیاں کو نکالنے کے لئے پیش قدمی کریں گے جو سندھ، سندھ، بنگال وغیرہ میں ہیں تو آپ جانتے ہیں کہ ایک ایک کان کھودنے اور برآمد کرنے میں کروڑوں روپے صرف ہوتے ہیں وہ کہاں سے آئیں گے؟ جبکہ ان مسلم منطوقوں کو اپنے نظام حکومت کے شعبوں کے چلنے ہی میں بشل حکومت کی آمدنی کفایت کر سکے گی کیونکہ آج سندھ اور سرحد مرکزی حکومت کے بل پر چل رہے ہیں اور بلوچستان کا بھی یہی حال ہے اور ان تینوں کا بار پنجاب پر پڑ جائیگا اور اسی طرح آسام کے اضلاع بنگال کی حکومت پر جہاں فصائع آمدنی کم اور خرچ زیادہ ہے۔ ایکسنگ فاضل نے اس جگہ بڑی کاوش کے ساتھ اویانہ انداز میں یہ اقتصادی حل تجویز فرمائیے کہ کانگریس حکومت کی طرح پاکستان میں بھی تنخواہیں کم کر دی جائیں گی اور اس سے حاصل شدہ روپیہ اس پر صرف کیا جائیگا اور دوسری ترکیب یہ ہوگی کہ ہندو ہندوستان کے ہندو سرمایہ داروں کو دعوت دی جائیگی کہ وہ اپنا روپیہ لگا کر کمپنیاں قائم کریں اور معنیاں کو نکالیں تاکہ حکومت کا مالیہ وافر ہو اور اسکی اقتصادی پوزیشن مضبوط ہو، مگر یہ حل محض بے خبری اور اقتصادی مسائل سے نا آشنا ہونے کی بنیاد پر ہے ورنہ ان پر یہ واضح رہنا چاہئے تھا اگر پاکستان کے صوبوں میں اور فیڈرل حکومت میں مشاہدوں اور تنخواہوں کو کم کیا گیا۔ اور فوجی فضول اخراجات سے بھی روپیہ محفوظ رہ کر پس انداز ہو تب ہی جا کر کہیں ان دونوں منطوقوں کے نظام حکومت کے شعبے چل سکیں گے ورنہ ان کا تو چلنا ہی دشوار ہے اور ان کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ سرحد، جو فوجی اخراجات میں آتے ہیں ان کا بار حکومت سرحد کے بجٹ پر نہیں ہے بلکہ مرکزی حکومت پر ہے جس کے متعلق متعدد مرتبہ اسمبلی میں

قوم پندرہ سلاخان اور ہندو اعتراض کر چکے ہیں اور بعض مہاسبحائی ہندو فرقہ دامنہ نقطہ نظر سے بھی اس اعتراض کو حکومت کے سامنے رکھ چکے ہیں کہ مرکزی حکومت کا رد یہ کیوں استفادہ کثیر تعداد میں سرحد پر خرچ ہوتا ہے۔ اور اگر کچھ پس انداز ہو بھی جائیگا تو وہ ایک کان کی معقول برآمد کیلئے بھی کافی نہوگا بلکہ جس وقت اور جس زمانہ میں ہندو ہندوستان ان مستقل شدہ اور بکام شدہ کانوں کے فائدے سے دنیا کی طاقتور حکومت میں شمار ہو رہا ہوگا اُس وقت ہم مشکل سمجھتے ہوئے ایک دوکان برآمد کر سکیں گے اور موجودہ ضروریات حکومت کے اہم فوائد سے بڑی حد تک محروم ہوں گے۔

رہا ہندو سرمایہ دار کمپنیوں کا معاملہ تو یہ بات کہہ کر تو فاضل محترم نے انہوں کو حد تک موجودہ مسائل سے بغیر کی کاغذات ہم پہنچا دیا ہے۔ اس لئے کہ اگر ان کو یہ معلوم ہوتا کہ موجودہ دور میں کسی حکومت کو مفلیج کرنے اور اسکو آہستہ آہستہ غلام بنانے کا کوئی بہترین طریقہ ہے تو وہ یہی ہے کہ ملک اپنی اقتصادی حالت کو ترقی دینے کے لئے دوسرے ملکوں کی سرمایہ دار کمپنیوں کو دعوت دے خواہ اس میں تھوڑے بہت سرمایہ سے خود بھی شریک کیں۔ موص کے چشموں کو حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے اجنبی سرمایہ دار کمپنیوں ہی نے زمین ہموار کی تھی! ایران کے اس حصہ پر تسلط جوئی کے چشموں کا ذخیرہ ہے، رضا شاہ کی حکومت سے قبل آہستہ آہستہ برطانیہ کی سرمایہ دار کمپنیوں ہی کے ذریعہ ہوا تھا۔ جدید ترکی نے اس حقیقت کو سامنے رکھ کر آہستہ آہستہ دوسرے ممالک کی کمپنیوں سے نجات حاصل کی ہے اور کر رہا ہے۔

قجاز میں ابن سعود نے اٹلی اور امریکہ کی کمپنیوں ہی سے اول معدنیات نکالنے کا کام لیا تھا مگر اسکو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اسکا حشر کیا ہو رہا ہے اور اس لئے اس نے ان سے معاہدہ منسوخ کر دیا اور اس طرح بدوقت نجات حاصل کر لی۔

کہا جاسکتا ہے کہ ہم سرمایہ دار کمپنیوں سے ایسے معاہدات کرینگے جنکے بعد اس قسم کے خطرات پیرا نہیں، تو ایسے معاہدات تو ہر ایک حکومت کرتی ہے مگر نتیجہ دہی ہوتا ہے جو مذکورہ بالا حکومتوں میں نکلا اسی بنا پر آج تک کوئی طاقتور اور بیدار حکومت اس کو گوارا نہیں کرتی کہ اسکے ملک میں دوسرے ممالک کے سرمایہ دار اپنا دیرپہ لگاؤ آہستہ آہستہ اقتصادی اور معاشی عطیہ حاصل کر سکیں یعنی طاقت کا یہ معاملہ خوف اور دہشت کے لئے نہیں ہے بلکہ واقعات اور حقائق کو پیش نظر لانے کے لئے ہے تاکہ مسلمان اپنی اجتماعی زندگی کے لئے جو کچھ کریں وہ خود و غرض کے بعد کریں!!

پاکستان کی معاشی و اقتصادی حالت کو بہتر ثابت کرنے کے سلسلے میں بلوچستان میں معدنیات کے ذخائر کا ذکر بڑے پرجوش اور جذباتی الفاظ میں کیا جاتا ہے۔ یہ بات بہرہ چشم! لیکن انہوں نے کہ ان حضرات نے ان اقتصادی مشکلات پر توجہ کرنے کی بجائے جکی وجہ سے آج تک سندھ میں وہ ذخائر برآمد نہیں ہو سکے اور پھر ان معاشی مشکلات کو اس بات کے ذریعہ حل کرنے کی بجائے جذبات سے حل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اگر جذبات سے ہی ایسے مسائل حل ہو سکتے ہیں تو میرے خیال میں مسلمانوں کے لئے تمام عالم میں اسلامی حکومت کے قیام کے ذریعہ وقوع پذیر ہونے سے بہتر کوئی دوسرا جذبہ نہیں ہے خواہ ظاہری اسباب مساعد ہوں یا نامساعد۔ انہوں نے حضرات افغانستان، ایران، قجاز، یمن و غیرہ کی موجودہ مثالوں سے قطعاً چشم پوشی کر لیتے ہیں۔ کیا ان ممالک میں بیشمار قیمتی معادن موجود نہیں ہیں؟ مگر انہوں نے وہ سب بیکار ہیں کیونکہ موجودہ آمدنی ان کی ضروریات کا تکفل بھی مشکل کرتی ہے۔ رضا شاہ پہلوی نے کچھ ترقی کی تھی مگر برطانیہ کے ایک اشارہ پر وہ سب کچھ ختم کر دیا۔ امان اللہ خان کی مدد بھری داستان ابھی مسلمانوں کے حافظے سے محو نہ ہوئی ہوگی۔ اسکا اصل پاکستان اسکیم ایک جانب ہندو ہندوستان کے عظیم الشان ریلوے میں مسلمانوں کو ہندوستان کے طبی مسائل ذخائر معاشی سے محروم کرنے کے سامان مہیا کرتی ہے اور دوسری جانب مسلم ہندوستان میں وہ ہی

سرمایہ دار ہندوؤں کو دعوت دیتی ہے کہ وہ بقول فاضل مذکور پیدائشی تنگ نظری اور فرقہ پرستی کو دل میں سے ہٹائیں کی صورت میں مسلم ہندوستان کے معاشی اور طبعی ذخائر پر بھی قابض ہو جائیں اور یورپ کے یہودی سرمایہ داروں کی طرح حکومت کے صلح و جنگ کے باقاعدہ مالک بن جائیں اور یا پھر انگریزوں ہی سے رجوع کریں کہ وہ اس معاشی اور اقتصادی گتھی کو اپنے سرمایہ سے حل کرنے کے لئے ہمارے اسی طرح حاکم اور آقا بنے رہیں جس طرح آج ہیں۔ اور اس کے برعکس ہندو ہندوستان بلا شرکت غیر تھی مایہ مسلم اقلیت کو نظر انداز کر کے جاپان کی طرح ایشیا میں امریکہ اور برطانیہ و جرمنی کا مقابلہ کرنے لگے اور صنعت و حرفت اور تجارت کی راہ سے استحکام حکومت کے ذرائع کی من مانی طاقت بنا سکے۔

پاکستان ملکی اور قومی نقطہ نظر سے

بقول مولانا ابوالکلام صاحب آزاد اس مسئلہ میں تو دو رائیں ہو ہی نہیں سکتیں کہ مسلمان اور ہندو بلحاظ مذہب کچھ اور ثقافت دو جدا جدا قومیں ہیں اور رہیں گی لیکن اپنے ملک کو آزاد کرنے اور اجنبی حکومت کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کیلئے جو ذی فتن یا دفاع انڈین نیشنل کانگریس کی جانب سے بھرت پرامن جنگ جاری ہے اس نقطہ نظر سے بلاشبہ ملک کی مختلف المذہب اقوام سب ایک قوم ہیں اور اس "دفاعی قوت متحدہ" کو کانگریس قوم کہتی ہے اور اگر وہ نہ بھی کہے تو یہی آزادی خواہ مسلمان اس مسئلہ کی صورت اتنی ہی حقیقت سمجھتے ہیں۔

اور یہی حاصل تھا کلکتہ کی اس تقریر کا جو جواہر لال نہرو نے کی تھی اور کہا تھا کہ ہندوستان میں دو ہی جماعتیں ہیں ایک حکومت اور دوسری کاغذ یعنی ایک جانب اجنبی حکمران اور اسکے وہ تمام وفادار عناصر ہیں جو مذہبی اور قومی اعتبار سے خواہ مختلف ہوں مگر انگریز کی غلامی ہی کو سعادت سمجھتے ہیں اور دوسری جانب کانگریس ہے جس میں ہندو مسلمان اور دوسری اقوام کے وہ تمام افراد شامل ہیں جو انگریز کی غلامی کو لعنت سمجھ کر اپنے ملک کی آزادی کے لئے بے سر ہیکار ہیں۔

جواہر لال صاحب ادھر ہی اور لا مذہب ہوں یا کٹر ہندو وہ اپنے ذاتی خیالات کے اعتبار سے ہندوستان کے تمام باشندوں کو لا مذہب دیکھنا چاہتے ہوں یا کسی نئے تمدن میں ڈھال کر ایک قوم کو دیکھنا چاہتے ہوں لیکن اگر اسلام کی تعلیم ہر حال میں سچائی اور صداقت کے اقرار کا مسلم درتی ہے اور افتراء و بہتان کو مشرک و کافر کے حق میں بھی گنہ گار بتاتی ہے تو میں بلا خوف و تردد لاکھوں یہ کہنے کو تیار ہوں کہ انڈین نیشنل کانگریس کے ایک ذمہ دار رکن ہونے کی حیثیت سے کلکتہ کی جواہر لال کی تقریر جو انگریزوں کی سامراجیت کے خلاف ہو رہی تھی ہندوستان کی مختلف المذہب اور مختلف اقوام کے باہمی تقابل کے سلسلہ میں یقیناً مسطورہ بالا معنی ہی میں تھی۔ مگر قائد اعظم مشرقی صلیب نے سیاسی حربہ کے طور پر یا کسی اشارہ سے اس کا ایک لیا اور جواہر لال کی تقریر کی اسپرٹ کو انگریزوں کے مقابلہ سے ہٹا کر مسلمانوں کے مقابلہ میں لاکھڑا کیا اور مسلم لیگ کے لئے ایک مستقل موضوع بن جاتھا آگیا اور بلا واسطہ یا بالواسطہ اس طرح حکومت برطانیہ کے چیلنج کو مسلمانوں کے لئے چیلنج قرار دے کر حکومت کے مقصد کو کامیاب بنایا اور اسکو بر وقت قوت پہنچادی!! اور پھر اس مسئلہ کو اپنی مذہم اغراض کے لئے اس طرح استعمال کیا کہ محدث عصر اور مجاہد گمانہ حسین احمد مدنی مدظلہ اور ڈاکٹر اقبال کے درمیان مغالطہ آمیز بحث برپا کر دی اور جب اصل حقیقت معلوم ہونے پر ڈاکٹر صاحب مرحوم نے مولانا سے موصوف کے مقابلہ میں اپنے اختلاف واپس لے لیا اور غلط فہمی دور ہونے پر اس کو اخبارات میں بھی شائع کرا دیا تب بھی پنجاب کے بعض فتنہ جو مفسدوں نے اس بحث کو ختم ہونے دیا اور بستر مرگ پر مفسر یا نہ خبریں دیکر حضرت مولانا حسین احمد صاحب کے خلاف جو باغی ٹٹا کر صاحب سے لکھوائی تھی اور جسکو انھوں نے غلط فہمی دور

ہونے کے بعد شائع کرنے سے منع فرمایا تھا اسکو اُن کے انتقال کے بعد شائع کر کے افتراتی بین السلین کا پورا پورا حق ادا کر دیا اور اسکے باوجود کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی نے اپنے رسالہ "متحدہ قومیت" میں زیر عنوان "قومیت متحدہ کے مجوزہ معنی" یہ تصریح فرمایا تھی کہ ہماری مراد قومیت متحدہ سے اس جگہ ذہنی قومیت متحدہ ہے جسکی بنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ میں ڈالی تھی۔ یعنی ہندوستان کے باہر سے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں بحیثیت ہندوستان اور متحد الوطن ہونے کے ایک قوم ہو جائیں اور اس پر دوسری قوم سے جو کہ وطنی اور مشترک مفاد سے محروم کرتی ہوئی سب کو فنا کر رہی ہے جنگ کر کے اپنے حقوق حاصل کریں کوئی مذہب والا کسی دوسرے سے کسی مذہبی امر میں تعرض نہ کرے بلکہ ہندوستان میں بسنے والی تمام قومیں اپنے مذہبی اعتقادات، اخلاق، اعمال میں آزاد رہیں، اپنے مذہبی رسم و رواج، مذہبی اعمال و اخلاق آزادی کے ساتھ عمل میں لائیں اور جہاں تک ان کا مذہب اجازت دیتا ہو امن و امان قائم رکھتے ہوئے اپنی اپنی نشر و اشاعت بھی کرتے رہیں، اپنے اپنے بدسل لا اور کچر (تہذیب) کو محفوظ رکھیں نہ کوئی اقلیت کسی دوسری اقلیت یا اکثریت سے ان امور میں دست درگریاں ہو اور نہ اکثریت اس کی جدوجہد کرے کہ اقلیتوں کو اپنے اندر ضم کرے (متحدہ قومیت مطبوعہ ہلال پریس صد ۵۲-۵۳ء)

اسکے بعد جو پور کے سالانہ اجلاس کے غلبہ صدارت میں جمعیتہ العلماء ہند کے صدر کی میثیت سے حضرت مولانا نے تصریح فرمادی تھی کہ

ہم باشندگان ہندوستان بحیثیت ہندوستانی ہونے کے ایک اشتراک رکھتے ہیں جو کہ اختلاف مذہب، اختلاف تہذیب کے ساتھ ہر حال میں باقی رہتا ہے جس طرح ہماری صورتوں کے اختلافات، ذاتوں اور صنعتوں کے ہمتا پر رنگتوں اور قاتوں کے افتراقات سے ہماری مشترکہ انسانیت میں فرق نہیں آتا اسی طرح ہمارے مذہبی اور تہذیبی اختلافات ہمارے مذہبی اشتراک میں خلل انداز نہیں ہیں، ہم سب وطنی حیثیت سے ہندوستانی ہیں اور وطنی منافع کے حصول اور مضرات کے ازالہ کا فکر اور اسکے لئے جدوجہد مسلمانوں کا بھی اُسی طرح فریضہ ہے جس طرح دوسری امتوں اور غیر مسلم قوموں کا۔ اسکے لئے سب کو مل کر پوری طرح کوشش کرنی لازم ضروری ہے۔ اگر آگ لگنے کے وقت گاؤں کے تمام باشندے مل کر آگ نہ بجھائیں گے، سیلاب آنے کے وقت گاؤں کے تمام بسنے والے بند نہ باندھیں گے تو تمام گاؤں برباد ہو جائیگا اور سبھی کے لئے زندگی و بال ہو جائیگی۔ اسی طرح ایک ملک کے باشندوں کا فرض ہے، خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، سکھ ہوں یا پارسی، کہ ملک پر جب کوئی عام مصیبت پڑ جائے تو مشترکہ قوت سے اسکے دور کرنے کی جدوجہد کریں اس اشتراک وطنی کے فرائض سب پر یکساں عائد ہوتے ہیں، مذہب کے امتداد میں اس میں کوئی رکاوٹ یا کمزوری نہیں ہوتی، ہر ایک اپنے مذہب پر پوری طرح قائم رہ کر ایسے فرائض کو انجام دے سکتا ہے جی اشتراک یونیسپل بورڈوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں، کونسلوں اور اسمبلیوں میں پایا جاتا ہے اور مختلف مذاہب، ممبر فرائض شریعہ یا ضلع یا صوبہ یا ملک کو انجام دیتے ہیں اور اسکو ضروری سمجھتے ہیں، یہی معنی اس جگہ متحدہ قومیت کے ہیں اسکے علاوہ دوسرے معنی جو لوگ سمجھ رہے ہیں وہ غلط اور ناجائز ہیں، اس معنی کی بنا پر کانگریس نے فنڈ انشل میں ہر مذہب اور ہر تہذیب اور ہر زبان اور رسم و رواج کے تحفظ کا التزام کیا ہے۔ دھوکہ نہ کھانا چاہئے اور بیوقوفوں کی بات نہ جانا چاہئے۔ اسکے خلاف یورپین لوگ جو "قومیت متحدہ" کے معنی مراد دیتے ہوں اور جو

کا گریسی افراد انفرادی طور پر کانگریس کے قضاوتی بنیادی مضمون کے خلاف معافی بیان کرتے ہوں ان سے یقیناً جمعیۃ العلماء

بیزار ہے اور بری کرنے والی ہے۔

بہر حال متحدہ قومیت کا یہ مسئلہ برابر جمعیۃ العلماء ہند کے پلیٹ فارم پر اپنے اصول خود خال کے ساتھ پیش ہوتا اور مغربیوں کا جواب دیا جاتا رہا ہے اور اگر قوم پور مسلمان بھی آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کو ایک مستقل قوم نہ سمجھتے تو آزاد مسلم کانفرنس میں یہ تجاویز کیوں متفقہ طور پر پاس کی جاتیں کہ نائندہ اسمبلی کا جو مطالبہ کانگریس کر رہی ہے اس کے انتخاب میں مسلمان جداگانہ انتخابات سے منتخب ہو کر آئیں گے تاکہ کسی فرقہ پرست مسلمان کو بھی خطہ نہ تو مشترکہ انتخابات سے آئے اسے مسلمان ہندوؤں کے نقطہ نظر کے حامی ہوں گے۔ نیز یہ بھی طے ہوا کہ آئین سے متعلق جو رائے بھی مسلمانوں کی اکثریت کی ہوگی (خواہ وہ پاکستان ہی کیوں نہ ہو) وہی مطالبہ سمجھا جائیگا پس یہ باتیں تب ہی صحیح ہو سکتی ہیں کہ ان تجاویز کو پاس کر نیوالی جماعت آزاد ہندوستان میں (خواہ وہ دونوں اسٹیٹس کے درجہ ہی کی آزادی کیوں نہ ہو) مسلمانوں کو مستقل قوم سمجھتی ہے، مگر انہوں نے اس معاملے میں بھی حکومت ہی کا ساتھ دیا اور آزاد مسلم کانفرنس کی ان تجاویز کو کانگریس کے منظور کر لینے اور اعلان کر دینے کے باوجود بھی آزادی ہند کیلئے نائندہ اسمبلی سے اختلاف کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس طرح اگرچہ مسلمان اپنے معاملات میں ہندوؤں اور انگریزوں دونوں کی دست برد سے محفوظ رہ کر آزاد ہندوستان کے آئین بنانے میں حصہ دار ہو جائیگا مگر ہندو مسلم منافرت اور برٹش حکومت کی حمایت پر ان کی لیڈر شپ اور ذاتی اقتدار کا جو محکم قلعہ تعمیر ہوا ہے وہ منہدم ہو کر رہ جائیگا!!

لیکن یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ ”دو قوم کی تھیوری سے“ جو نتیجہ سٹریمینا اور مسلم لیگ کے اکان نکالتے ہیں یعنی پاکستان یہ جمعیۃ العلماء ہند کے نزدیک صحیح نتیجہ ہے اور نہ قوم پور مسلمانوں کے نزدیک اور نہ ان غیر جانبدار مسلم سیاستدانوں کے نزدیک جو کسی جماعت سے بھی متعلق نہیں اسے وہ یقین کھتے ہیں کہ ملکی اور قومی دونوں اعتبار سے مسلمانوں کے لئے یہ نتیجہ سخت مضر اور نقصان رساں ہے کیونکہ ان کے سامنے سابق جنگ عظیم کا وہ نقشہ موجود ہے جبکہ انگریزوں اور اتحادیوں نے جنگ جیتنے کیلئے عربوں کو یہ حکم دے کر ترکوں کے خلاف آمادۂ بغاوت کیا تھا کہ عرب ایک مستقل قوم ہیں جو صدیوں سے ترکوں کی غلامی میں گرفتار ہیں اور بد قسمتی سے خود بعض عرب لیڈروں میں بھی غرض سے یہ فلسفہ کام کر رہا تھا اور وہ ترکوں سے نفرت کرنے اور اپنی مستقل حکومت قائم کرنے کے خواہش مند تھے چنانچہ ”سکوپن“ نے اسی سے فائدہ اٹھا کر ان سے وہ وعدہ لے لئے جو جنگ عظیم کے بعد نذر تلافی ہو گئے۔ اور عرب ترکوں کی غلامی سے نجات پا کر انگریزوں اور فرانسیسیوں کی ”پاک غلامی“ میں داخل ہو گئے۔ میری اس پیش کردہ نظیر میں اس بحث کو کوئی دخل نہیں ہے کہ عربوں کے اتحاد مذہب کے باوجود ترکوں کے مقابلہ میں مستقل قوم ہونے کا دعویٰ غلط تھا اور مسلمانوں کا ہندوؤں کے مقابلہ میں ٹھنی صحیح ہے۔ بلکہ میں پاکستانی حضرات کے سامنے سیاسی دنیا کے اسٹیج کا وہ نقشہ لانا چاہتا ہوں جو ہم کو یہ سبق دیتا ہے کہ کسی ملک خصوصاً وسیع اور مضبوط ملک کو غلام بنانے یا مستقل طور پر جنگل میں دبائے رکھنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس میں رہنے والی مختلف اقوام کے درمیان جذبات منافرت پیدا کر کے اس حد تک پہنچا دیا جائے کہ وہ آزادی کی ٹرپ اور آزادی کے عشق کے باوجود اس ملک کی تقسیم کو اپنا دین و ایمان بنالیں۔ اور اسی کے اندر سیاسی اور معاشی نجات تصور کرنے لگیں چنانچہ عرب لیڈروں نے اسی سے کم دلائل میں سے الگ ”آزاد عرب اسٹیٹ“ بنانے میں پیش نہیں کئے جس قدر آج ہندوستان میں پاکستان کے حق میں پیش کئے جا رہے ہیں، پھر نتیجہ جو کچھ نکلا وہ انظرین الشمس ہے!! یونان، ہنگری، زیکو سلوواکیا اور ریاتہلے بلقان وغیرہ نے یورپین حکومتوں کے اشارہ پر ”قومیت“ کے نام پر علم بغاوت بند کر کے اگرچہ خود کو بظاہر آزاد کرایا مگر ترکی کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ ان کا بھی جو کچھ مضر ہوا وہ آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور ”مرد بیار“ ترکی آج بھی بہادر مرد کی طرح زندہ ہے!!

کیا پاکستانی حضرات کے لئے یہ مسئلہ باعث صدمہ ہزار ہجرت نہیں ہے کہ آج مسلم لیگ اور سرسبز دنیا کی حیثیت برٹش حکومت کی نگاہ میں اتنی ہے کہ جن جن مواقع میں اسکو کانگریس کی تحریک آزادی کو شکست دیتی ہے اُن میں وزیر اعظم اور پارلیمنٹ سے لیکر وائسرائے تک کی زبان و قلم پر مسلم لیگ کا نام بار بار آتا اور اسکی اہمیت اور نمائندگی کو سراہا جاتا ہے۔ لیکن جب وہی سرسبز دنیا کانگریس سے خفا ہو کر کاسہ گدائی کو حکومت کی جانب پھیر دیتے ہیں اور بار بار کبھی پیار و محبت اور دعائیہ کلمات کے ساتھ اور کبھی خفگی آمیز ناز و ادا کے ساتھ اُس سے احتجاج و زاری کرتے ہیں تو وہ کانگریس کو نظر انداز کر کے حکومت کی باگ ڈور اُن کے ہاتھ میں دیر سے تو وہی حکومت پیچھے پھر کر بھی بھکاری کو نگاہ بھر کر نہیں دیکھتی!! کیا جو حکومت آٹھ صوبوں میں ہر قسم کی ناراضیوں اور بھیڑیں کے باوجود مسلم لیگ کو نظر انداز کر کے کانگریس کو حکومت کی مشین حوالہ کر سکتی ہے کہ حکومت کو ملنے پر "یومِ نجات" جیسا عظیم الشان کارنامہ کیا گیا وہ حکومت کانگریس کو ذلیل کرنے کے لئے یا مسلم لیگ کو عزت بخشنے کے لئے سرسبز دنیا کے سوال کو پورا نہیں کر سکتی؟ ضرور کہہ سکتی ہے اگر کرتی کیوں نہیں؟ صرف اسلئے کہ وہ جانتی ہے کہ مسلم لیگ اور اسکا قائد اعظم اس سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے کہ وہ ہماری اغراض کا آلہ کار بننے میں اپنی دھمکیاں جو کبھی دہائی طور پر حکومت کی بجائی رہی ہیں انکا آلہ کار بننے میں اور زیادہ محدود و معادن ثابت ہوں کہ موجودہ پروگرام کے زمانہ میں یہ بھی ایک مفید طریقہ ہے!!

میں کسی کی نیت پر حملہ کرنا نہیں چاہتا البتہ حق و انصاف کے نام پر صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قائد اعظم کی اس الہامی سیاست کا نتیجہ جو حکومت کی ہمنوائی اور اسکا استحکام کے لئے کامیاب بننے کے سوا اب تک کیا نکلا ہے کیا کانگریس مشن کے زمانہ میں جو حضرات دہلی کے حالات سے باخبر تھے وہ اس حقیقت کو فراموش کر سکتے ہیں کہ اس ایک بات کے ماسوا کہ حکومت پاکستان کو جس طرح اپنے آئندہ اقتدار ہند کیلئے مفید سمجھتی ہے اس کے اصول کو اسکیم میں وضع کر کے سرسبز دنیا کو کانگریس کے مقابلہ میں "مستم" فرمایا موقوفہ مرحمت فرمایا اور کسی مسئلہ میں بھی اُن کو کوئی حیثیت نہیں دی اور پورے تیار کے زمانہ میں کانگریس مشن کو شمش میں لگا رہا کہ کسی نہ کسی طرح کانگریس کو راضی کر کے ایک مفید نیشنل گورنمنٹ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائے اور اسی لئے غریب مسلم لیگ کو الٹا بادیوں ایک ایسا ریزرویشن بنانا پڑا جو بقول اسٹیٹسمن "اجلاس ختم ہونے پر بھی اُس وقت تک شائع نہ ہو سکا کہ نہ معلوم حکومت اور کانگریس کے درمیان کس قسم کا بھوتہ ہو یا قطعاً منوال تو صدر اس وقت مختار تھے ہوں گے کہ جس طرح چاہیں اُس تجویز کی شکل بدل کر شائع فرما دیں گے اور بالآخر جب کانگریس اور کانگریس کی بات چیت ٹوٹ گئی تو اب وقت آیا کہ مسلم لیگ کو استعمال کیا جاوے چنانچہ فوراً ہی وہ سرسبز دنیا سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے اور اُس وقت مسلم لیگ کا ریزرویشن بھی شائع ہو گیا جس میں کانگریس مشن سے بغاوت نارضی کا اظہار تھا مگر پاکستان کا اصول منظور کر لیتے کے نام سے حکومت کا شکریہ بھی ساتھ ہی منسک تھا!! تاکہ بے ٹلی کی شکایت میں جو اب حکومت کی جانب سے ایک کیلئے پھیلا ہوا ہے اس کے جواز کی صورت باقی رہے۔ پھر کانگریس نے یہی جا کر وہ تاریخی تقریر کی جو مسلم لیگ کو حکومت پسند آئی اور مسلم لیگ کے لیڈروں نے اسکو خوب سراہا۔

حالانکہ جو کانگریس صاحب یہی میں ہندو مسلم منافرت کی تقریر کر کے اپنی مشن کی ناکامی سے متعلق مفتر یا نہ بیان دے کر گئے اُن ہی کانگریس صاحب نے جب یہ دیکھا کہ وائسرائے اور کمانڈر انچیف کے مخالفانہ رویے میری واریٹنٹ کو میرے خلاف ہوا کر رہا ہے اور مجھکو اسلئے ناکام جانا پڑ گیا کہ ایک طرف گورنر جنرل اپنے اختیارات خصوصی اور اپنی ریٹو پاور (VETO POWER) ترک کرنے پر آمادہ نہیں اور دوسری جانب کانگریس کا یہ اصرار ہے کہ نیشنل گورنمنٹ صحیح معنی میں نیشنل گورنمنٹ ہو اور ڈیفنس کے متعلق کانگریس کے مطالبات سب پورے ہوں تو سر اسٹیٹمنٹ کانگریس نے مولانا ابوالکلام آزاد اور پنڈت جواہر لال نہرو کے سامنے آخری پیشکش یہ کی کہ اگر وہ اس وقت گورنر جنرل کے مقابلہ میں اختیارات کی آزادی اور ڈیفنس سے متعلق چند مطالبات پر نہ اُڑیں تو میں اس مسئلہ کیلئے آمادہ ہوں کہ تقسیم ہند سے متعلق جو وعدہ میری اسکیم میں ہے اسکو حذت کر دوں اور یقیناً میں واریٹنٹ اور وائسرائے دونوں کو اس پر آمادہ کر سکتا ہوں اور ساتھ

ہی یہ بھی اہمیان دلاتا ہوں کہ قحط کے بعد ہی آپ اس ایجنے کو بھی حاصل کر لیں گے بشرطیکہ اس وقت آپ میرے شن کو کامیاب بنادیں۔
 مگر پختہ نبرد کی موجودگی میں صدر کا گریس حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے مخصوص انداز بیان کے ساتھ پرجوش الفاظ میں فرمایا کہ میں اسکی ضرورت مطلق نہیں ہے کہ آپ کی تقسیم ہند کے حق کو کہ جسکو آپ ہندو مسلم منافرت کے لئے اپنی اسکیم میں شامل کر لیتے ہیں خارج کر لیں۔ آپ ہمارے مطالبات کو مکمل طور پر مان لیجئے اور حکومت ہند اور برٹش حکومت سے مزاد بجئے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر امتائیس گھنٹوں کے اندر اندر میں کا گریس اور مسلم لیگ کے درمیان سمجھوتہ نہ کرادوں اور مسٹر جینا اور مسلم لیگ کو راضی نہ کروں تو پھر بلاشبہ کا گریس نا اہل ثابت ہوگی اور یقیناً اسکو کوئی حق نہیں ہوگا۔
 کہ وہ ہندوستان کی آزادی کے متعلق ایک لفظ بھی آئندہ زبان سے نکالے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مولانا آزاد کی صدارت میں کا گریس کا رد کیا ہوں کے حقوق کے متعلق کیا ہے مگر وہ مسٹر جینا کے نزدیک قابل گردن زدنی ہیں اور نام نہاد غنواراں اسلام کے نزدیک سخت مجرم کا گریس اور مسلم لیگ کے موجودہ اختلافات کے درمیان مسلم لیگ کے قائد اعظم کا حضرت مولانا آزاد کے ساتھ جو غیر اسلامی اور غیر شریفانہ رویہ رہا ہے اور اس پر حضرت مولانا آزاد نے جس صبر اور ضبط و تحمل کا ثبوت دیکر مسلسل یہ کوشش جاری رکھی ہے کہ کسی طرح مسلم لیگ اور کا گریس کے درمیان معقول سمجھوتہ ہو جائے اس سے ایک انصاف پسند نگاہ میں دور ہٹاؤں کے باہم پستی اخلاق اور بلندی اخلاق اور فساد و صلح کے دو متضاد نقشے سامنے آ جاتے ہیں۔

غرض حکومت نے مسلم لیگ کی پوزیشن یہ طے کر لی ہے کہ وہ کا گریس کی جنگ آزادی کے بساط پر ایک ایسا مہرہ ہے جو شہ دینے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ یعنی جس حد تک حکومت کا گریس کی جدوجہد سے مجبور ہو کر اسکو راضی رکھنا چاہتی ہے اُس حد تک مسلم لیگ کو نظر انداز کر دیتی ہے اور جن حدود میں اسکی جدوجہد اور مطالبات کو رد کرنا ضروری سمجھتی ہے اُن میں مسلم لیگ کو آگے کر دیتی ہے اور کا گریس کو متنی الامکان شکست دینے کیلئے جس طرح اُس نے مسٹر لیگ کے ذریعے شملہ کی چوٹی پر بعض مسلمان لیڈروں کو بلا کر جداگانہ انتخاب کا "الہام" کیا تھا جسکی تفصیلات ایک باخبر ملیگ نے کتاب "مسلمانوں کا روشن مستقبل" میں واضح کر دی ہیں اور وہ آج یگی مسلمانوں کا جزو ایمان بنا ہوا ہے! اسی طرح آج کی سیاست میں اُس نے پاکستان کا الہام کیلئے جسکو وہ جب اور جس طرح مفید سمجھے گی اپنے سامنے لاتی رہے گی۔

رہا قائد اعظم کے جھنڈے کے نیچے مسلم لیگی سوراؤں کا اس "الہام" پر کا گریس کی برابر حکومت کے مقابلہ میں جنگ کرنا تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ شیر قالین کو شیر نستان یقین کر لینا! جو رہنا صاف الفاظ میں لکھنؤ کے سالانہ اجلاس میں یہ کہہ چکا ہوں حکومت کے مقابلہ میں کسی قسم کی بھی سول نافرمانی کرنا خودکشی کے مترادف ہے اسکے اقدامات کا حکومت کو خود مسل زوں سے زیادہ صحیح اندازہ ہے۔

جو حضرات لارڈ دنگلن کے پرانے اختلاف کی بنا پر اسکی وائس رائلٹی کی پوری مدت میں خوف کی وجہ سے لندن کو ہجرت کر چکے ہوں اور اسکی خدمت پر ہی رونق دہ ہندوستان ہوئے ہوں اور جو بزرگ خلافت عظمیٰ کی تباہی اور مسلمانوں کی اجتماعی بربادی کے زمانہ میں اور اسی طرح کے دوسرے ہم معنا اسلامی میں پیٹ فارم سے راہ فرار اختیار کر چکے ہوں وہ آج اگر خوش نعم اور پیغمبر سادہ لوح مسلمانوں کی نگاہ میں مولانا آزاد اور مولانا حسین احمد سے زیادہ اسلامی درد کے حامل اور الہامی سیاست کے قائد ہیں تو اس قوم کا خدا ہی نگہبان ہے۔

مجھے یہ حالات دیکھ کر مجاہد اکبر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقولہ یاد آتا ہے، کسی شخص نے سید ع کے بعد مسلمانوں کی بہتری اور انگریز دوستی کا ذکر کیا تو فرمایا "لے" ابھی کیا ہے، وہ وقت بھی آئیو والا ہے جب مسلمان انگریز دوستی کی بنا پر اس سے بھی زیادہ ذلیل و رسوا ہونگے اور اسکے بعد پھر خدا اُن کو سمجھ دیکھا اور وہ اپنی اس روش سے متغیر ہو کر اپنی اجتماعی عزت کیلئے کوشاں ہوں گے۔

برہنہ علی اور قوی نقطہ نظر سے بھی مسلمانوں کے لئے "پاکستانی" اسکیم ممکن اثر رکھتی ہے اور جبکہ موجودہ دور میں برطانیہ، فرانس، امریکہ اور روس جیسی حکومتیں یہ غور کر رہی ہیں کہ اگر وہ چند بڑی بڑی حکومتوں کو ایک فیڈرل حکومت میں تبدیل کر کے زندگی بسر نہیں کر سکیں تو ان کا دشمنوں کے مقابلہ میں زندہ رہنا مشکل ہے اور جبکہ ایران، افغانستان، ترکی کا وہ بیشاق سعد آباد جو سترہ میں خلافت عظمیٰ کا نمونہ قرار دیا جا رہا تھا شیعہ کی جنگ شروع ہوتے ہی 'گاد خود' ہو گیا حتیٰ کہ کوئی ایک دوسرے کی امداد کا نام تک بھی نہ لے سکا! اس وقت ہمارے ہمدرد و منظور ہندوؤں کی تنگ نظری سے غافل ہو کر ہندوستان کے حصے غزے کئے ہی ہیں مسلمانوں کی عزت و ترقی سمجھتے ہیں اور اسکو "امامی اسکیم" یقین فرماتے ہیں۔ ۲۰ ہذا "شعشع عجیب"!

حضرت شیخ احمد نور احمد قدس سرہ جب اپنی انقلابی اسکیم بیکر تیار ہو چکے اور عرصے کے بعد ان کے اور انور پاشا مرحوم اور جمال پاشا مرحوم کے درمیان مصلحت میں ساز و دارانہ گفتگو ہوئی تو عین گفت و شنید کے بعد انور پاشا نے حضرت شیخ سے فرمایا کہ مولانا! اب وہ وقت گیا جب ترکی یا کسی مسلم حکومت سے یہ توقع کیجا سکتی تھی کہ وہ ہندوستان پر چڑھائی کر کے اسکو آزاد کرادینگے اگر آپ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر کے اسلام کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں تو ہندوستان ہی واپس تشریف لے جائیں اور بڑی مصیبت سے بچنے کی خاطر چھوٹی مصیبت کو اختیار کر لیں اور وہ یہ کہ وہاں کے تمام مختلف مذاہب لوگوں کو اجنبی حکومت کی غلامی سے آزاد کرنے کے لئے ایک مشترک حکومت قائم کر کے غلامی سے نجات پانے کا تصور پیدا کریں اور اسی کیلئے ہر قسم کی جدوجہد سے کام لیں۔ اگر آپ ایسا کرینگے اور برٹش حکومت کی موجودہ طاقت کو نیشنل گورنمنٹ میں منتقل کر کے کمزور بنائینگے تو یہ نہ صرف خود اپنے اور پر احسان ہوگا بلکہ دنیا بھر کے اسلام کی غلامی اور غلامی بھی صحیح آزادی سے دوچار ہو سکے گی!

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ علی انسانوں کی نگاہ میں اجنبی اقتدار کی کیا حیثیت ہے اور بے علی کو شاہراہ بنا کر اور منفی پہلوؤں پر زندگی کی اساس قائم کر نیوالے حضرات کے نزدیک کیا ہے! درحقیقت یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جو قوم پرور مسلمانوں اور جمعیتہ العلماء اور دوسری ترقی پسند مسلم جماعتوں کے اور پاکستان و مسلم لیگی مسلمانوں کے درمیان اختلافی ہے باقی سب اسکی شاخیں اور برگ و بار ہیں قوم پرور مسلمان سمجھتے ہیں کہ ہندوؤں کی ہتیم کی تنگ نظری اور تعصب کے باوجود ان کے مقابلہ میں انگریزی حکومت کا شاہنشاہانہ اقتدار ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے بھی اور دنیا بھر کے اسلام کے غلام اور غلام بلکہ آزاد حکومتوں کے لئے بھی زیادہ خطرناک اور ہلاکت آفریں ہے اسلئے کسی حال میں بھی ہندو اور دوسری غیر مسلم اقوام ہندو کو نظر انداز کر کے انگریزوں کی جانب نگاہ اٹھائے رکھنا اور مختلف مقدس عنوانوں کے ساتھ ان کے اقتدار کے استحکام کا آلہ کار بننا، ہلاکت بول بولنا اور مسلمانوں کی عظمت کو خاک میں ملانا ہے! اس کے برعکس پاکستانی اور لیگی مسلمان یہ یقین کرتے ہیں کہ ہندوؤں کی یہ مصیبت انگریزوں کے اقتدار کے مقابلہ میں بہت زیادہ خطرناک ہے اور انگریزوں کی غلامی ہزاروں درجہ قابل ترجیح اور قابل قبول ہے اور جب وہ اس نظریہ کو آزادی کے غلام سمجھ کر اور اسکی غیر معقولیت سے شرم کر اس جذبہ کو معقول بنانا چاہتے ہیں تو یہ فرما دیا کرتے ہیں کہ اگر آزادی کامل فوراً ہی مل جاتی تو دوسری بات تھی ہم بھی اس پر غور کرتے مگر جس طرح آہستہ آہستہ قدم اٹھ رہے ہیں اس سے تو ہم دوسری غلامی میں آجائینگے اسلئے یہ نظریہ قائم کرنے پر مجبور ہیں۔

حقوق مسلم رہا مسلمانوں کے حقوق کا مسئلہ تو اسکے لئے قوم پرور مسلمانوں اور جمعیتہ العلماء ہند کبھی بھی کیوں مسلمانوں سے پیچھے نہیں رہی اور جب کبھی یہ مسئلہ زیر بحث آیا سب سے پہلے انھوں نے ایسی تجاویز مرتب کیں جن میں مسلمانوں کے حقوق کی بہتر سے بہتر طریق پر حفاظت ہوتی ہے۔ اور وہ ہندوؤں کے مساوی ہو کر ہندوستان کی حکومت میں حصہ دار ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ جمعیتہ العلماء ہند نے سارن پور کے مسئلہ دالے فارمولے میں اس وقت کے پیش کردہ مسٹر جینا کے مطالبات سے زیادہ بہتر طریقہ پر مسلمانوں کا معاملہ حل کیا تھا اور آج بھی (جیسا

کہ غریب نقل کیا جائیگا) جمعیتہ العلماء ہند کا لاہور رینڈیویشن سیمینار کے اہم رینڈیویشن سے مسلمانوں کے لئے کیوں اور فرقہ وارانہ حقوق کے نقطہ نظر سے بھی مفید اور بہتر ہے وہ اقوام اور ملک کے درمیان مذہبی اور قومی منافرت بھی پیدا نہیں کرتا اور اجنبی اقتدار کو بھی موقعہ نہیں دیتا کہ وہ ملک کے حقے غریب کر کے مسلمانوں کو اپنے تحفظ و استحکام کا آلہ کار بنائے گمراہی کے باوجود ہوا خواہان لیگ کی نظر میں جمعیتہ العلماء ہند کی وہ سب کوششیں جو مسلم حقوق کے سلسلہ میں وہ کرتی رہی ہیں صحت اسلئے پہنچ درپہنچ ہیں کہ اسکے صدر محترم نے انگریزی حکومت سے ہندوستان کو آزاد کرانے کے جذبہ میں یہ کیوں فرمایا کہ وہ اس غرض کی خاطر کتوں اور سوروں سے بھی اشتراک کر سکتے ہیں۔

پاکستان تبلیغی نقطہ نظر سے

جو حضرات اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ ہندوستان میں برٹش حکومت سے قبل بلکہ ہندو حکومتوں کے راج میں اسلام نے کس طرح اس ملک میں اپنا پیغام پہنچایا! اور یہاں کے باشندوں نے اس کو قبول کیا نیز برٹش حکومت کے قیام کے بعد کس طرح یہاں کے آبادی ایک صدی میں دو چند ہو گئی اور جو حضرات اس حقیقت سے بھی آگاہ ہیں کہ اسلام کی اس روز افزوں ترقی کے پیش نظر کس طرح سیاسی اور مذہبی دونوں نقطہ نگاہ سے ہندوؤں میں "آریہ سماج" تحریک نے نشوونما پائی وہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی اور اقتصادی ترقی اور برتری کا علاج "پاکستان" کے ذریعہ کیا گیا تو اس سے اسلامی تبلیغ کو بہت بڑا دھچکا لگیگا اور عظیم الشان نقصان پہنچے گا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ ہندو ہندوستان نے اپنے مذہبی اور قومی مفاد کی خاطر یہ اعلان کر دیا کہ اُن کے ملک میں کسی مذہب کی تبلیغ نہیں کی جاسکتی اور نہ ایسی انجمنیں قائم ہو سکتی ہیں حتیٰ کہ انھوں نے خود اپنے مذہب کے متعلق بھی یہی طے کر دیا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر مفاد بھی انھیں کو پہنچتا ہے تو "مسلم ہندوستان" اسکے متعلق اس سے زیادہ کیا کر سکتا ہے کہ وہ اسکے رد عمل کے طور پر اپنے یہاں بھی اس قسم کے احکام نافذ کر دے اور قانون پاس کر دے مگر پاکستانی بھائیوں کو یہ کون بتائے کہ اس شکل میں خسارہ مسلمانوں اور صرت مسلمانوں کو رہیگا۔ ہمارے سامنے جاپان اور چین کی مثالیں موجود ہیں، دونوں ممالک "بدھ مذہب" کے پیرو تھے مگر چین میں اسلام نے تنہا اور حکومت کے بغیر وہ ترقی کی کہ آج دنیا کی حکومتوں میں ہندوستان کے بعد چین ہی میں سب سے زیادہ مسلمان ہیں مگر جاپان کے اس حکم اور قانون نے کہ "جاپانی حکومت اسلام کی مذہبی حیثیت تسلیم نہیں کرتی" جاپان سے اسلام کو بیگانہ رکھا اور اب جبکہ حالیہ زمانہ میں یہ حکم منسوخ کر دیا گیا تو اسلام نے وہاں بھی اپنی صداقت کا اثر دکھانا شروع کر دیا۔

اور اس سے آگے لگانے راجپوتوں اور دوسرے لاکھوں نو مسلم بے علم جماعتوں کا ذکر کرتے ہوئے ذکر لگتا ہے کہ ان کا کیا مشر ہوگا اور وہ اس وقت جبکہ تین چوتھائی ہندوستان میں وہ ہندو ہندوستان سمجھ کر رہیں گی تو ظاہری جبر و اکراہ کے بغیر ہی ان کا رخ کس جانب ہوگا جبکہ آج بھی انکا سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے اور اسکے برعکس ہندو جاہل و ہقانیوں تک میں اقلیت اور اکثریت کے بھگڑوں نے جو سیاسی بیداری پیدا کر دی ہے اسکے پیش نظر مسلم ہندوستان میں "انعم البدل" کی تلاش! العیاذ باللہ نہ تو امتداد کا توازن پورا کر سکتی ہے اور نہ اضافہ و ازدیاد ہی میں صحیح توازن باقی رہ سکتا ہے۔ اگر اس پہلو کو جو اس سے زیادہ واضح الفاظ میں ظاہر نہیں کیا جاسکتا وہ انگریزی داں طبقہ نظر انداز کر دے تو کر دے جس نے اپنی سیاست کا مرکزی نقطہ "انگریزوں کی غلامی اور اُن کے سامنے زندہ رہنا بنا لیا ہے کیونکہ وہاں تو عقائد سے لیکر مقلد تک سب ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح مذہب

اسلام کو بھی مخصوص عقائد و اعمال کا مذہب نہیں سمجھتے بلکہ صرف "سوسائٹی کے مذہب" کی حیثیت سے اسکو اپناتے ہیں تاکہ دنیا تعلق، اسمبلیوں اور ملازمتوں میں ایک خاص نام سے جگہ حاصل کر سکیں خواہ وہ نام نہاد مسلمان خدا کا منکر ہو یا مذہب کا منکر ہو اور خواہ وہ رسالت، ختم نبوت، حشر و نشر، معاد و آخرت وغیرہ کا قطعاً منکر ہو لیکن ایک ہمدرد اسلام سے تو ممکن نہیں کہ وہ نظر انداز کر دے دو قوم (Two Nation Theory) کا نظریہ جو مطالبہ پاکستان کی بنیاد ہے اسلام کو سوسائٹی کے مذہب کی حیثیت دے کر یا بالفاظ دیگر اسلام کو قوم کے مرادف قرار دے کر ایک عظیم نشانِ خطرہ یہ پیدا کرتا ہے کہ اس صورت میں مسلمان 'جرمن'، 'فرنگ'، 'انگریز' وغیرہ کی طرح ایک علاقے میں رہنے والے کا نام ہو جائیگا۔ یعنی جس طرح جرمنی وہ ہے جو 'ہرزمین جرمن' میں رہے 'فرنگ' وہ ہے جو فرانس میں رہے اسی طرح مسلمان وہ جو پاکستان میں رہے!

اسلام کو ایک اخلاقی، تہذیبی، روحانی پروگرام کی حقیقت سے آثار کو فقط جغرافیائی حدود میں محدود کرنے سے جو مذہبی، تہذیبی اور تعلیمی نقصانات پیدا ہو سکتے ہیں وہ مزید توضیح کے محتاج نہیں! جس طرح ایک جرمن جرمن ہے خواہ عمل کچھ رکھتا ہو کیونکہ وہ جرمن نیشن سے تعلق رکھتا ہے ایک برہمن برہمن ہے کیونکہ وہ برہمن قوم سے تعلق رکھتا ہے، عمل اور عقیدہ خواہ کچھ ہو! اسی طرح ایک مسلمان مسلمان ہوگا خواہ اس کا عقیدہ و عمل کچھ ہو! کیونکہ وہ نیشن اسلام سے تعلق رکھتا ہو! اور جس طرح ایک برطانوی کو جرمنی بننے کی دعوت دینا ایک سیاسی چیز ہے، مذہب سے اسکا تعلق کچھ نہیں! اس طرح ایک ہندو عیسائی یا سکھ کو اسلام کی دعوت دینا کے یہ سنی ہونگے کہ وہ اس نیشن کا جزو بن جائے جبکہ مرکز پاکستان ہے! آج ستر مینا بیر ستر کے بجائے مفتی کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں اور سر ظفر اللہ (قادیانی)، راجہ محمود آباد (شیعہ) کو جو پاکستان کے حامی ہیں مسلمان اور دیانتدار قرار دیتے ہیں۔ اور مولانا حسین احمد صاحب، مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے مجاہدین ملت کو بددیانت، بے ایمان، کمدیتے ہیں اور یہی اخبارات ان جملوں کو نہایت آب و تاب سے شائع کرتے ہیں اور یہی نوجوان ستر مینا کے فوٹے پر اعتقاد رکھتے ہوئے مولانا حسین احمد صاحب مظلمہ مولانا آزاد صاحب مظلمہ کے ساتھ اس سے بھی بڑا سلوک کرتے ہیں جو ایک کافر، مرتد کے ساتھ کیا جاسکتا ہے! غور کرو! اسکے دور رس نتائج کیا ہونگے! آفران ہندگوں کی (معاذ اللہ) بے ایمانی اور بیدینی اسکے سوا کیا ہے کہ حضرات پاکستان کے حامی نہیں؟ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایک طرف تو یہ شوٹا شوروی کہ متحدہ قومیت کا لفظ بھی صدر جمعیتہ العلماء کی زبان پر کیوں آیا دوسری جانب یہ پستی کہ اسلام کو جغرافیائی حدود میں محدود کر دیا! سے بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ ہوا بھی ست

آخر میں دار فنگلی کا باعث اسکے سوا کیا ہے کہ سے کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں ہر حال تبیینی اور مذہبی نقطہ نظر سے بھی پاکستان مسلمانان ہند کے لئے ہرگز مطمئن محسوس نہیں ہے!

”پاکستان خارجہ پالیسی کے نقطہ نظر سے“

یہ سمجھئے کہ صوبہ سرحد اور بنگال (کلکتہ) اور ساحل سندھ (کراچی) ایسی اہم پوزیشن میں ہیں کہ ہندوستان کے ہر دنی ممالک سے جنگ تو مسلح اور تجارتی و صنعتی تعلقات کیلئے گویا کھنچی ہیں جو پاکستان کی صورت میں مسلمانوں کے ہاتھ میں بلا واسطہ ہوگی مگر اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ یہی کھنچی اس وقت دوسروں کے ہاتھ آسانی میں جاتی ہے جبکہ کھنچی بردار سیاسی، اقتصادی اور تجارتی اعتبار سے اسقدر مضبوط ہو کہ وہ خود بھی اس سے فائدہ اٹھائے

اور دوسرے بھی اس سے فائدہ اٹھانے میں اس کے محتاج رہیں۔

لیکن گذشتہ تفصیلات کے پیش نظر یہ بات واضح ہو چکی کہ مسلم پاکستان رقبہ اور آبادی کے اعتبار سے ہندوستان کا بڑا حصہ ہوگا۔ درسیا، اقتصادی اور تجارتی اعتبار سے بہت کمزور اور نحیف ہوگا۔ ان حالات میں اسباب سے قطع نظر کر کے محض جذبات کی زد میں رہتے ہوئے یہ کہہ دینا کہ کمزور اکثریت اور مضبوط اقلیت کے باوجود ہم سب کچھ کر سکتے ہیں اور ہندو ہندوستان کے مقابلہ میں مساوی مضبوط ہو سکتے ہیں، حسن نیت تو کہا جاسکتا ہے مگر حقیقت کے مطابق نہیں کہا جاسکتا!

دنیا میں دوسری حکومتیں اسی حکومت سے خوفزدہ ہوا کرتی ہیں جو خود اپنے تمام پہلوؤں سے مضبوط ہو ورنہ اس سے بدشگونی اور اقتصادی تعلقات کو بدستور رکھنا ضروری سمجھتی ہیں اور کمزور حکومت ہمیشہ دوسروں ہی کے رحم و کرم پر آزادی کے نام سے زندہ رہا کرتی ہے۔

آج! چھوٹی حکومتوں میں ترکی جیسی زبردست طاقت بھی جنگ میں اسلئے اپنی غیر جانبداری محفوظ رکھ سکی کہ وہ دو مضبوط طاقتوں کی بواغوسی کے درمیان سامنے رہی تھی اور دونوں طاقتیں اپنی اپنی مصالح کی بنا پر اس سے ابھٹنا نہیں چاہتیں۔ ہاں! یہ الگ بات ہے کہ ہم اپنی خوش اعتقادی کی بنا پر اس معاملہ کو ان کی بے نظیر شجاعت، زندگی اور ذرائع و ذخائر جنگ کی فراوانی پر معمول کہہ کے یہ کہیں کہ ٹیٹھنے کی خواہش کے باوجود ترکی کی طاقت کے خوف سے ابھٹنا نہیں چاہتیں۔ لیکن درود و دنیاں کے بارے میں آج ترکی کی بے بسی اس خوش اعتقادی کا بھی پل کھول دیتی ہے۔ مضبوط حکومتیں سیاسی اور تجارتی تعلقات کس کے ساتھ زیادہ مستحکم رکھتی ہیں اسکی روشن مثال حکومت چین ہے کہ جب وہ جنگ عظیم سے پہلے جاپان کے ہاتھوں پٹ رہا تھا تو اس غریب کا کوئی بھی حامی نہ تھا اور پھر (بوقت ضرورت) بہت سے ہو گئے۔ لہذا ہندوستان سے تعلقات رکھنے کے لئے یورپ اور ایشیائی طاقتیں یہ ہندوستان کی جانب بھکیں گی یا نہ کی جانب اس کا فیصلہ بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ میں عزت ایک مثال پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔

۱۹۴۷ء میں جب کانگریس نے عام سول نافرمانی شروع کی جس میں بدیشی کپڑے پر پکڑنگ اور اسکا مقاطعہ بھی شامل تھا تو ہانچسٹر اور نکا شاکر کی کمپنیوں نے یہ طے کیا کہ ہندوستان میں کپڑے کی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے اور یہ بڑا ظلم ہے کہ مسلمان اس سے قطعاً محروم ہیں لہذا حاجی عبداللہ بارون (جو) کے فدیہ شہروں، قبیلوں اور دیہاتوں میں بڑی حد تک اشتہارات یہ پروپگنڈا کرایا گیا کہ ان کمپنیوں نے مسلمانوں کو کپڑے کی تجارت میں مضبوط کرنے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ دو کروڑ روپیہ کی قیمت کا کپڑا مسلم کمپنی قائم شدہ ہندوستان کو امداد دیتے رہیں گے اور یہ رقم اس کمپنی پر اس عرصہ تک برابرتام ہوگی جب تک وہ بیروں پر کھڑی ہونے کے قابل نہ ہو جائے لہذا مسلمانوں کو بدیشی کپڑے کا مقاطعہ نہیں کرنا چاہئے اور بیسی میں ایک فرم بھی قائم ہوگی لیکن جیوں ہی تحریک کامیابی کے ساتھ ختم ہوگی مسلمان نظر انداز کر دے گئے اور وہ ساری اسکیم خاک میں مل گئی!

یہ ہے کمزور اور طاقتور حکومت کا تقابل! طاقتور کو چھوڑ کر کمزور سے کون معاملہ کرے!!

نہ محمد نضر محمد صاحب انصاری اپنے رسالہ پاکستان اور مسلمان میں تحریر فرماتے ہیں پاکستان کی پکڑا دار کا بہترین خریدار کم از کم ایک مدت تک یورپ ہی رہا جس سے ان تمام ممالک میں اسکو صنعتی اشیاء مل گئیں۔ آزاد تجارت کی پالیسی بلند اور شہری دونوں کے لئے سودمند ہوگی۔

دوست نوشہاں

اور کم از کم اسوقت تک یہ صورت ضرور رہے گی جب تک کہ پاکستان خود صنعتی کا دوبارہ کر سکے اسے جھک کر فرماتے ہیں! انہیں موجودہ کی بنیاد پر شکر و شکر نے اپنی کتاب میں مذکور پاکستان کی مرکزی دفاع میں شامل ہونے کی خود کشی کے مروت ہوگا "مسوا" و "مسوا" فرم فرم فرم فرم پاکستان جب میں خام کی مٹی بکر بکریاں سے تعلق رکھتا تھا پاکستان کی حیثیت کیا ہوگی؟ اور یہ بات کسی کے فہم میں ہوگی؟ جو قوم آزاد چین پر تجارتی، دفاعی، خلائی طرے چھاسکتی ہو کہ انکی بندھا ہوں پر قابض اسکا اقتصادی وسائل کی مالک وہ اپنے تحت پاکستان کے ساتھ کیا سوچ سکتی؟ جو اسے اپنے میں ڈیڑھ سو برس سے ہے!! نیز اعتراف محمد صاحب شکر کا سوٹ کے بیان سے اندازہ لگائے کہ نعرہ پاکستان کوئی حقیقی نعرہ ہے اگر مومن کی آواز میں پھر وہی کہنا پڑتا ہے کہ کوئی مشرق ہے نہ نہ

”پاکستانِ لسانی نقطہٴ نگاہ سے“

میں تسلیم کرتے ہیں کہ مسئلہ ”زبان“ کا جہاں تک تعلق ہے اسکے بارے میں گاندھی جی سے لیکر ایک معمولی ہندو کانگریس میں (CONGRESS MAN) تک کا اردو کے تعلق ذہن صاف نہیں ہے اور اگرچہ کانگریس کا ریزولوشن اس سلسلہ میں بہت صاف ”وضع اور صحیح اصول پر وضع کیا گیا ہے لیکن اکثر ہندو کانگریس یوں کا عمل اسکے خلاف ہے لیکن اس حقیقت کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ”اردو“ اور ہندوستانی کو ہندوؤں میں غیر درجہٴ پست بنانے اور ان کے قلوب میں نفرت پیدا کرنے کے سامان مسلمانوں نے بھی کم ہمتا نہیں کئے اور پنجاب کے مسلم اخبارات اور اہل زبان نے تو اردو کے بہتر ہندو انشاپرواز کی اردو نویسی کے متعلق ”بوسے پوری می آید“ کی پھبتیاں کس کر اسکے خلاف نفرت کے جذبات کو زیادہ سے زیادہ بھڑکانے کی کوشش کی اور اردو زبان کے مسئلہ کو ملک کی مشترکہ زبان بنانے اور ظاہر کرنے کی بجائے ایسے دلائل پر اس بحث کو چلایا کہ جن سے ہندوؤں کے اس دعویٰ کی تصدیق ہوتی رہی کہ ”اردو مسلمانوں کی مذہبی میراث ہے“ نہ کہ ملک کی مشترک میراث اور غریب و غصب میں چالاک حریف کے دام میں آکر وہی کہنے لگے جو اس نے کہا کہ یہ مسلمانوں کی میراث ہے۔ پھر حقیقت بھی کچھ کم افسوسناک نہیں ہے کہ کانگریس گورنمنٹوں میں جس درجہ بھی اردو یا ہندوستانی کی ترقی کے لئے قدم اٹھائے گئے اسکے مقابلہ میں بنگال کی مسلم لیگی وزارت نے اس سے آدھی رقم بھی اسکے فروغ کے لئے نہیں اٹھایا۔

بلکہ اسکے برعکس بنگالی زبان کو اپنے ہاتھوں ”اردو“ کا حریف بنایا گیا اور اس حقیقت کا انکشاف کسی فرقہ پرور مسلمان کے زبان و قلم سے نہیں ہوا بلکہ فاکٹر مباحث صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو کی اس رپورٹ سے ظاہر ہوا جو انھوں نے ”کل ہند اردو کانفرنس“ دہلی کے اجلاس میں پڑھ کر سنائی تھی۔

بہر حال اگر ہم ہندوستان کے ایک حصہ کو ”پاکستان“ بنا کر ہم ہندوستان سے جدا کریں گے تو اگرچہ پہلے ہندوستان کی سرکاری زبان اردو یا ہندوستانی قرار پائی۔ لیکن پہلے ہندوستان کی سرکاری زبان خاص ہندی اور رسم الخط خاص دیوناگری ہو کر رہیگا اور اسی طرح آہستہ آہستہ ہندو ریاستوں کے مسلمانوں کی طرح تقریباً تین کروڑ مسلمان جو ہندو ہندوستان کے باشندے ہوں گے اردو زبان سے بڑی حد تک بیگانہ ہو جائیں گے اور چند خاص علمی حلقوں کے علاوہ زبان ہندوؤں میں تو کیا مسلمانوں میں بھی مذہبی زبان ”عربی“ کی طرح متبرک سمجھ کر بولی اور لکھی جانے لگی اور اسکا یہ اثر ہمارے تمدن اور ہماری معاشرت پر جس طرح بڑی گادہ ظاہر ہے۔ اسکے برعکس ہم مشترک ہندوستان کی وحدت کو نہ ٹائیں تو واقعات اور تجربات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اردو یا ہندوستانی کو متعصب ہندوؤں کے ہندی اور سنسکرت کے قالب میں ڈھانے کی تمام کوششوں کے باوجود کانگریس کے صحیح ریزولوشن اور کانگریس گورنمنٹوں کے حواس، ہمارے غیرہ میں اقدامات کی وجہ سے ہندوستان بھر کے لئے اردو یا ہندوستانی ”سنگو فریکا“ بنتی جا رہی ہے اور یہ سیلاب نہ ہندی ساہتہ سلیپ سے ٹک سکتا ہے اور نہ متعصب ہندوؤں کی سنسکرت نوازی سے البتہ اپنی دوسری غلط روشوں کی طرح ہم خودی اگر اسکے محدود ہو جانے پر راضی برضا ہو جائیں تو یہ اذبات ہے۔ اگر حوائت کا غوث نہ ہوتا تو میں کانگریس گورنمنٹوں کے آٹھ اصولوں کی تفصیلات سے یہ وضع کرتا سپورٹاؤں جیسے کانگریسی وزیر اور ”نڈن جی جیسے اسپیکر کے باوجود اردو کی ہندوستانی کے نام سے ہندوؤں میں دس گنی ترقی ہوئی اور ہزار ہا ایسے ہندو ”اردو لکھنے“ پڑنے اور لکھنے پر مجبور ہوئے جو کوئی پھوٹی اردو بھی نہیں جانتے تھے!!

پاکستان کا نعم البدل

مسطورہ بالا تفصیلی نزاکتوں کے ظاہر ہو جانے کے بعد اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہندوستان میں مسلمانوں کی آزاد جماعتی زندگی کی کفیل پاکستان اسکیم نہیں ہو سکتی تو اسکا نعم البدل وہ کونسی اسکیم ہے جو اس مقصد کو پورا کرتی ہو جسکے لئے پاکستان اسکیم سامنے لائی جا رہی ہے۔ اور مسطورہ بالا نقصانات اور مضرتوں سے بھی حفاظت ہو جائے تو اسکے لئے میں علیحدہ ایک البصیرۃ کوں گا اور مجیدہ اعلیٰ ہند کے اجلاس آہور کی تجویز ہی اس مقصد کی تکمیل کے لئے صحیح علاج ہے۔ یہ تجویز نیز آزاد مسلم کانفرنس منعقدہ دہلی کی تجاویز اس اصول پر مبنی ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی پوزیشن ان مختلف جماعتوں کی طرح نہیں ہے جو اقلیت کے نام سے موسوم ہیں، اسلئے کہ وہ بعض صوبوں میں اقلیت میں ہیں تو بعض صوبوں میں اکثریت میں ہیں اور اصطلاح میں خواہ ان کو نیشن (قوم) کہا جائے یا نہ کہا جائے لیکن مسطورہ بالا حقیقت کا جو ایک شاہد حقیقی کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لہذا مسلمان ہندوستان کی مرکزی وحدت کو تسلیم کرتے ہوئے اس حق کو اپنا نظری حق سمجھتے ہیں کہ سیاسیات ہند میں ان کی جگہ ان اقلیتوں کی سی نہیں رہے گی جو اکثریت کی حکومت یا کمراس سے اپنے لئے "سیلف گارڈس" (SAFE GUARDS) (تحفظات) حاصل کر کے اپنا حق پائیں بلکہ آزاد ہندوستان میں ان کی حیثیت مساویانہ ہوگی! چنانچہ تجویز مذکورہ صدر میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ ہر ایک صوبہ خود مختار اور مکمل طور پر آزاد ہوگا اور مرکزی وحدت کیلئے مرکز کو صرف وہی حقوق دئے جائیں گے جو باتفاق آزاد تمام صوبے اسکے سپرد کریں اور پولیٹیکل زبان میں جن حقوق کو "رینڈومری پاورز" (RESIDUARY POWERS) (اختیارات غیر متعینہ) کہا جاتا ہے وہ بھی صوبوں کو ہی حاصل ہوں گے چنانچہ تجویز کی دفعہ (ج) کے الفاظ ہیں۔

ہم ہندوستان میں صوبوں کی کامل خود مختاری اور آزادی کے حامی ہیں، غیر مصرعہ اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں گے جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کریں اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔

تجویز کا ایک اہم جز ہے مذہبی معاملات کل کے کل "فونڈامنٹل رائٹس" (FUNDAMENTAL RIGHTS) (مبطلوی حقوق) کے جائینگے اور اسکا فیصلہ اس کمیٹی (فرقہ) کے ہی ہاتھ میں ہوگا جسکے وہ حقوق ہیں اور وہ کسی حال میں بھی بحال رہیں گے (بجائے محاسن منقذہ) کے اندر زیر بحث نہیں آسکتے اور اسی طرح صوبوں کی حکومتوں میں بھی یہی ہوگا! چنانچہ آزادی کامل کو نصب العین قرار دیتے ہوئے یہ تصریح کر دی کہ وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہونگے، ان کا مذہب آزاد ہوگا، مسلم کچھر اور تہذیب و ثقافت آزاد ہوگا! اس تجویز میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ مسلمان کسی ایسے آئین کو قبول نہ کریں گے جسکی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو۔

مرکز میں اگرچہ آزاد صوبوں کا وفاق ضروری اور مفید قرار دیا گیا ہے لیکن یہ بھی تصریح کر دی گئی ہے کہ ایسا وفاق اور ایسا مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت کی مالک، نوکردار نفوس پر مشتمل مسلمان قوم کسی عددی اکثریت کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہ ہوگی۔ یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر ہونی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی، سیاسی اور تہذیبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں۔ پھر مجیدہ اعلیٰ کے اجلاس سہارنپور میں مسئلہ میں ایک تشریح کا اضافہ کر کے ان صورتوں کو بھی بیان کر دیا ہے جن سے مرکز کی تشکیل اطمینان بخش طریقہ پر ہو سکتی ہے۔ چنانچہ تشریح کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

تشریح

اگرچہ اس تجویز میں بیان کردہ اصول اور ان کا مقصد واضح ہے کہ جمعیتہ العلماء مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حال میں چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔ وہ بیشک ہندوستان کی وفاقی حکومت اور ایک مرکز پسند کرتی ہے کیونکہ ان کے خیال میں مجموعہ ہندوستان خصوصاً مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ گرد قاتی حکومت کا قیام اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ صوبوں کے لئے حق خود ارادیت تسلیم کر لیا جائے اور وفاق کی تشکیل اس طرح ہو کہ مرکز کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی اور تہذیبی حقوق پر اپنی عددی اکثریت کے بل بوتے پر تعدی نہ کر سکے۔ مرکز کی ایسی تشکیل جس میں اکثریت کی تعدی کا خوف نہ رہے باہمی افہام و تفہیم سے مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کسی صورت پر یا ان کے علاوہ کسی اور ایسی تجویز پر جو "مسلم و غیر مسلم جماعتوں کے اتفاق سے لے ہو جائے" ممکن ہے۔

(۱) مثلاً مرکزی ایوان کے ممبروں کا تناسب یہ ہو۔ ہندو ۴۵۔ مسلم ۴۵۔ دیگر اقلیتیں ۱۰۔

(۲) مرکزی حکومت میں اگر کسی بل یا تجویز کو مسلم ارکان کی اکثریت اپنے مذہب یا اپنی سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب و ثقافت پر مبالغہ افراطی اثر انداز قرار دے تو وہ بل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہو سکے گی۔

(۳) ایک ایسا سپریم کورٹ (SUPREME COURT) قائم کیا جائے جس میں مسلم و غیر مسلم جماعتوں کی تعداد مساوی ہو اور جسے جموں کا تقریر مسلم و غیر مسلم صوبوں کی مساوی تعداد کے ارکان کی کمیٹی کرے۔ یہ سپریم کورٹ مرکز اور صوبوں کے درمیان تنازعات یا صوبوں کے باہمی تنازعات، پاکستان کی قوموں کے اختلافات کے آخری فیصلے کرے گا۔ نیز تجویز ۱۲ کے ماتحت اگر کسی بل کے مسلمانوں کے خلاف ہونے میں مرکز کی اکثریت مسلم ارکان کی اکثریت کے فیصلے سے اختلاف کرے تو اسکا فیصلہ سپریم کورٹ سے کرایا جائے گا۔

(۴) بل اور کوئی تجویز جسے فریقین باہمی اتفاق سے ملے کریں۔

بہر حال مذکورہ بالا صورتوں کے علاوہ بعض اور بھی ایسی شکلیں ہیں جو زیر بحث آسکتی ہیں اور مسلمانوں کے مقصد کو پورا کر سکتی ہیں جنکو زیر بحث لانا تب ہی مفید ہوگا کہ یا تو تمام مسلمان جماعتیں اپنے اختلافی نقطہ خیال کے باوجود جمع ہو کر مسلمانوں کی اس پیچیدہ گتھی کو سلھانے کے لئے یکجا بیٹھیں اور یا پھر کسی عملی شکل پیدا ہونے کے وقت زیر بحث لائی جاسکتی ہیں۔

یہ وہ صورتیں ہیں کہ مسئلہ میں جب ایک غیر جانب دار محب ملت و وطن کے توسط سے جمعیتہ العلماء ہند کے بعض رہنماؤں اور مسلم لیگ صوبہ ہونہل کے بعض لیڈروں کے درمیان زیر بحث آئیں تو لکھنؤ کے ایک مشہور مسلم لیگی لیڈر نے ان کے متعلق فرمایا کہ بلاشبہ مسلمانوں کا صحیح تحفظ انھیں تجاویز سے نہ کہ پاکستان میں مگر قائم اعظم کی ضد اور ہٹ کب ہم سب کو جمع ہو کر ایک فیصلہ پر متفق ہونے دے سکتی ہے اور اسلئے اب ہم مجبور ہیں کہ بجز پاکستان کے اور کسی چیز کا ذکر نہ کریں۔

بہر حال اس طرح ہندوستان کی مرکزی وحدت بھی قائم رہتی ہے اور مسلمانوں کے خوف و خطرات کا بھی صحیح علاج ہو جاتا ہے اور مرکزی وحدت میں منسلک ہو جانے سے ان سب مضرتوں اور نقصانات کی بھی تلافی ہو جاتی ہے جو سیاسی، اقتصادی، فوجی اور مذہبی (جغرافی) اعتبار سے تقسیم ہند کی شکل میں مسلمان کو پہنچ جائیو اے تھے اسلئے کہ وہ سب باتیں مرث اسلئے وقوع پذیر ہو سکتی ہیں کہ تقسیم ہند سے جو قومی اور مذہبی منافرت پیدا ہو جائے گی وہ ہندوستان کے ہر دو حصوں کو ہر حال میں ایک دوسرے سے نہ مرث جدا کر دے گی بلکہ دونوں کے درمیان کھلی ہوئی رقابت کی صورت پیدا ہو جائے گی اور زبانی بھائی چارہ ہر گز ان زخموں کا اندمال نہیں کر سکتا جو تقسیم ہند کی عملی شکل میں آئیے پیدا ہو جائیں گے اور مرکزی وحدت ہندوؤں کی

تنگ نظری کے باوجود ایک دوسرے کے لازمی تعاون و اشتراک کا ایک اہم سلسلہ باقی رکھے گی اور بلاشبہ ایک دوسرے کے ساتھ باہمی اعتماد کی بہرہ کو برقی حاصل ہوگی اور ملک میں خانہ جنگی کے اشتباہات ختم ہو جائیں گے۔

گر یہ حقیقت جب ہی سمجھ میں آسکتی ہے کہ محض صحافتی مضامین ہی کا تجربہ نہ ہو بلکہ مسائل پر بحث کرنے والوں کی ملکی سیاسیات کے عمل و اسباب پر صحیح نظر ہو اور ان سے نتائج اخذ کرنے کے لئے دماغ جماعتی پر پختہ ہونے سے آزاد رہ کر صرف اس طرح مسائل پر غور کرنے کا عادی ہو کہ مسلمانوں کی حقیقی فلاح کے ساتھ ساتھ اچھنی اقتدار کو کمزور بنا کر یا شکست دے کر ملک کی فلاح کی صورت کس طرح بن سکتی ہے!!

اس حالت میں مسلمان اقلیتیں بھی مجموعہ ہندوستان کے ان تمام قوانین سے مستثنی ہو سکتی ہیں اور اکثریت کے صوبوں کے مسلمان بھی باہمی تعاون کے ساتھ اس کے فوائد سے مستفید ہو سکتے ہیں اور خود مسلمان بھی دو حصوں، اقلیت اور اکثریت میں تقسیم ہو کر جدا جدا سیاسی مصلح کے شکار ہونے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

چند شکوک کا جواب

وحدت مرکز اور صوبائی خود مختاری کے اصول تسلیم کرنے والوں پر چند اعتراضات کئے جاتے ہیں جن سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے مثلاً کہ اگر تمام صوبیات خود مختار اور آزاد ہوں گے تو کیا ان کو اپنی فوج رکھنے کا بھی حق حاصل ہوگا؟ اور اگر نہ ہوگا تو صوبہ سرحد جیسے صوبہ کا مرکزی فوج کے تحت میں رہنا کیا مسلمانوں کے لئے خطرناک نہیں ہے؟

یہ سوال اپنی جگہ پر بلاشبہ اہم ہے لیکن جب قدر اہم ہے اسی قدر اپنے حل ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ اگر پولیٹیکل قانونی صورتیں ایسا کر چکی اجازت دیتی ہیں کہ ہر ایک صوبہ اپنی جدا جدا افواج بھی رکھ سکتا ہے تو قوم پرست مسلمانوں اور فرقہ پرست مسلمانوں کی اس بات سے میں دورانی نہیں ہوں گی اور یہ مسئلہ متفقہ آواز سے تسلیم کر لیا جائیگا اور اگر ایسا کرنے میں خود اقوام ملک تک کے باہم خانہ جنگی اور پولیٹیکل آئین کے لحاظ سے لاپرواہی پیدا ہو جانے کا یقین ہو تو پھر بھی مسلمانوں کے لئے ہماری بیان کردہ وحدت مرکز میں اس لئے خطرہ نہیں ہے کہ ہم سب مسلمان جماعتوں، اور قوم پرست مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ رہے گا کہ خواہ کچھ ہی ہو آج برٹش حکومت کے زیر اثر فوجوں میں مسلمانوں کا جو بھی تناسب ہے مرکزی حکومت میں نہ صرف تناسب ہی باقی رہیگا بلکہ اس کے اضافہ کی مزید سہولت کی جائیگی تب اس مسئلہ کو فیصلہ کن قرار دیا جائیگا لہذا ایسی صورت میں مسلمانوں کو پھر بھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا اور ان کی فوجی پوزیشن پاکستان کی فوجی پوزیشن کے مقابلہ میں بہر حال بہتر رہے گی جہاں چالیس فی صدی غیر مسلم اقلیت اپنے تناسب کا فوج میں بھی حصہ لے کر گی اور وہ تسلیم بھی کرنا چاہئے گا بلکہ دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ بالا وحدت مرکز اور صوبائی آزادی کی اسکیم مسلمانوں کیلئے خصوصیت کے ساتھ صوبہ سرحد میں فوجی بھرتی کی نوعیت بہت مسلمان پاکستان اسکیم سے بدتر ہوگی۔ بہر حال قوم پرست مسلمان ایک لمحہ کیلئے بھی اس سے غافل نہیں رہے اور نہ غافل رہیں گے کہ مسلمانوں کی فوجی پوزیشن کسی حال میں بھی دوسرے کے حجم و کم پر رہ جائے۔

اگرچہ ملکی صاحبان کی نذر میں قوم پرست ہونا اتنا بڑا گناہ ہے کہ معاذ اللہ کہ فرد امجاد بھی اس کے مقابلہ میں بیچ ہے چنانچہ خدا کا خوف کے بغیر غلط طریقہ سے جو کچھ کسی کے جی میں آتا ہے ان پر الزام لگا دیتا ہے مگر کاش ان کو معلوم ہوتا کہ جب کانگریس لیڈروں کی سامی سے الہ آباد میں پوٹھی کانفرنس منعقد ہوئی تھی تو انیس روز تک مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ کے مسلمانوں کے مشترک اجتماع کے باوجود خالص فرقہ دارانہ حقوق کے پیش کرنے اور

اُن کو صبح ہڈیش میں تسلیم کرنے میں سب سے زیادہ پیش پیش سر آصف علی اور جمعیتہ العلماء ہند کے محترم ارکان حضرت مولانا محمد باجوہ صاحب دینی تہذیب مولانا مفتی محمد نعیم صاحب میانوی اور یہ خادم اور اس کے ساتھی تھے اور سر آصف علی کی جدوجہد کا تو یہ عالم تھا کہ نواب اسماعیل خان صاحب اور حاجی محمد حسین صاحب ارکان مسلم کانفرنس و مسلم لیگ کو بھرے اجلاس میں یہ اعتراض کرنا پڑا کہ مسلمانوں کے حقوق کے مسئلہ کو جس خوبی اور جرات کے ساتھ انھوں نے پیش کیا ہم بھی اس حد تک پیش نہیں کر سکتے تھے اور اسی وجہ سے بعض قوم پرست ہندوؤں کی زبان سے حضرت مولانا ابوالکلام آزاد تک کے لئے یہ نکل گیا کہ ہم کو اب معلوم ہوا کہ مسلمان قوم پرست ہونے کے باوجود بھی اندر سے 'کیوں مسلمان' ہی کہتا ہے اور کاش کہ ان کو معلوم ہوتا کہ کبھی بھی قوم پرست مسلمان مسلمانوں کے مقصد کی تکمیل میں پیچھے نہیں رہے۔

شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ جب کانگریس وندھوؤں کے زمانہ میں ایک طرف پنجاب کے ایک مشہور لیڈر مسلم اور ہندو کانگریسی ممبران اسمبلی کے ساتھ ملکر جدوجہد کر رہے تھے کہ مسلم ممبران اسمبلی کی قیادت اور ہندو ممبران اسمبلی کی اکثریت کے اجتماع سے اسمبلی میں اکثریت حاصل کر کے یونٹس وزارت کو ختم کر کے کانگریس کو لیشن وزارت بنائی جائے اور اس جدوجہد میں بھی لیڈر بہت زیادہ سرگرم تھے اور دوسری جانب سٹریٹس و سوشل چندر بوس اپنی صدارت سے فائدہ اٹھا کر بنگال میں اس قسم کی وزارت بنا کر اپنے بھائی سرت چندر بوس کی وزارت کیلئے راہ ہموار کر رہے تھے اس وقت ان دونوں کی جدوجہد کے خلاف جس نے جرات کیساتھ قدم اٹھایا وہ "مسلم لیگیوں کی نگاہ میں سب سے زیادہ گنہگار تھی" مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ العالی کی ذات گرامی تھی۔ جس نے سٹریٹس اور راجندر بابو کو نیم راضی دیکھ کر صاف صاف متنبہ کر دیا تھا کہ اگر آپ حضرات نے ان مسلم صوبوں میں جہاں کے یسٹلیچر میں مسلم ممبران کی اکثریت کانگریس کے ساتھ نہیں ہے ہندو اکثریت اور مسلم اقلیت سے تیار شدہ اکثریت سے کوئی وزارت ترتیب دی تو میں اُسی وقت کانگریس سے مستعفی ہو جاؤں گا۔ جب تک مسلم اکثریت کے کسی صوبہ میں یسٹلیچر کے اندر مسلم ممبران کی اکثریت کانگریس کی حامی ہو جائے اُس وقت تک ناممکن ہے کہ کانگریس کو لیشن وندھو مرتب کر سکے۔ چنانچہ مولانا آزاد کا یہ رنگ دیکھ کر گاندھی جی اور جواہر لال اور پورے ہائی کمانڈ کو ان کی حمایت کرنی پڑی اور تب یہ مسئلہ ختم ہوا۔

اور شاید یہ آپ کو خبر نہیں کہ قوم پرست مسلمانوں کا بہت بڑا حصہ کانگریس میں بھی ہمیشہ پایاں باز دکھلاتا ہے اور کانگریس ہائی کمانڈ کے خلاف ہی اکثریت بنا دیتا ہے۔ ہاں ان کا یہ تصور ضرور ہے کہ وہ ہندوؤں کے خلاف اس قسم کی آگ بھڑکانا مسلمانوں اور ملک دونوں کے لئے مضر سخت مضر سمجھتے ہیں جس سے اپنی اقتدار کے استحکام کو قوت پہنچے اور وہ اسکو اپنا آلہ کار بنائے۔ قوم پرست مسلمانوں کے مسلم کاؤ کے تحفظ کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ جبکہ نا بھی یا ذاتی اقتدار کی خاطر دانشگری سے پاکستان کا نام نیکر مسلمانوں کی سیاست کو اپنی اقتدار کے ہاتھ میں کھلونا اور اسکا آلہ کار بنایا جا رہا ہے اس وقت بھی محض اسلئے کہ غلط یا صحیح جب مسلمانوں کی سب سے بڑی کیونل جماعت 'مسلم لیگ' حق خود اختیاری کا مطالبہ کر کے تقسیم ہند کیلئے راہ ہموار کر رہی ہے تو ہم خواہ مسلمانوں میں جا کر اور جان کی بازی لگا کر پاکستان کی مضرت کو ظاہر کر کے اس اسکیم کو فیل کرا دیں لیکن کانگریس کو اس حق کے لئے جمہوری اصول پر اعلان کر دینا چاہئے۔ ہر قسم کی جدوجہد کے کانگریس سے اسکا اعلان کر دیا اور اسکی موافقت میں خان عبدالغفار خان 'سر آصف علی' 'ناکڑ سید محمود' ڈاکٹر شوکت احمد انصاری جیسے قوم پرست حضرات نے بیانات شائع کئے اور کاتبِ حریت نے اجلاس آل انڈیا کانگریس کمیٹی منعقد ہوئی ۱۹۴۶ء میں اس مضمون کا ریزولوشن بھیجا جسکے متعلق صدر کانگریس نے آل انڈیا کانگریس کے اجلاس میں بحیثیت صدر یہ رزلٹک دیا کہ کانگریس اس حق کا اعلان کر چکی ہے اور پھر کرتی ہے اور الٹا ہندو ریزولوشن سے ہرگز اس قبول شدہ حق پر کوئی اثر نہیں پڑتا!

یہ تمام کارروائی سلسلہ کے اُس اہل بس بیٹی میں ہو چکی تھی جسکے بعد اُن کی گرفتاری سلسلہ کی عظیم الشان تحریک کا باعث بنی۔ اور کیا کسی معقول آدمی کے نزدیک کانگریس کا یہ اعلان ایسی جماعت کے لئے جو ملک کی آزادی کا واقعی درد رکھتی ہو سمجھوتہ اور مصالحت کے قدام کیلئے کافی نہیں تھا؟ اس پر بھی سر بیٹا نے برطانیہ کی ہاں میں ہاں ملائی اور اُنٹا مسٹر گاندھی اور کانگریس سلسلہ کو ڈانٹنا شروع کر دیا اور تین سال کی گرفتاریوں اور نظر بندیاں کے بعد جب رہائی ہوئی تو بھی مولانا آزاد اور قوم پرست مسلمان ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کے لئے حق خود ارادیت کا اعلان دوبارہ کر دیا حتیٰ کہ صوبائی کمیونٹیز کیلئے گورنر سے علیحدگی کا حق بھی تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن اس تمام جدوجہد کے باوجود یگی حضرات کے نزدیک کانگریس اور قوم پرست ہی گردن زدنی ہیں!!

یہ وہ سوریں جگہ بنا پر ہم یہ تسلیم کر لیتے کیلئے مجبور ہیں کہ مسلم لیگ اور قائد اعظم مسلمانوں کو کچھ دینے میں تو "مجبور اور پیچ" ہیں مگر کانگریس یا آزادی خواہ ہندوؤں کی جدوجہد شکست دیکر جنبی شنشہا بنہ اقتدار کے تھکام کیلئے ان کی آواز اور ان کی فکری بڑی حد تک موثر ثابت ہوتی ہے اور جوتی رہی ہے۔

مولا پاکستان کے مایوں کی جانب سے یہ سوال کیا جایا کرتا ہے کہ ہندوستان کی خارجی پالیسی میں اسکی کیا گارنٹی ہوگی کہ جنگ و صلح اور دیگر معاملات میں مسلمان حکومتوں کے ساتھ مسلمان ہند کے اتحاد اسلامی کا لحاظ رکھا جائیگا؟ سوائے متعلق بھی کانسٹی ٹیوشن بناتے وقت طے کیا جاسکتا ہے اور اس سے متعلق تفصیلات کو تسلیم کر لیا جاسکتا ہے اور میرے خیال میں یہ مسئلہ ایسا پیچیدہ بھی نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ ہندوستان کی حکومت اس اصول پر قائم کیجا یگی کہ وہ استعمارانہ ہو اس میں خود کسی پر بھی جو رحانہ حمد نہیں کرے گی۔ ہاں اس سلسلہ میں اگر کوئی پیچیدگی پیش آسکتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ دنیا کی مختلف حکومتوں کی باہمی جنگ میں اگر جمہوریت کی حمایت میں ہندوستان کو ایسی حکومت کا ساتھ دینا پڑے جس کے برعکس کوئی مسلمان حکومت کسی سرمایہ پرست جمہوریت کے مخالف 'یورپین' یا کسی ایشیائی حکومت کے ساتھ ہو تو اس صورت میں مسلمان ہند کیا رویہ اختیار کریں گے؟ تو ظاہر ہے کہ جب ہم ہندوستان میں صاحب حکومت ہو گئے تو جس طرح ہمارا فرض ہے کہ مسلمان حکومتوں کے ساتھ اتحاد کرنا ضروری سمجھیں اسی طرح ان مسلمان حکومت کا بھی یہی فرض ہوگا اور اگر وہ خدا نخواستہ اس فرض کو نقصاً نظر انداز کر دے تو مسلمانان ہند بھی مجبور ہو گئے کہ اپنے ملک اور خود اپنی حفاظت کے لئے جو صورت مناسب سمجھیں اختیار کریں۔ جس طرح آج ترکی، ایران، افغانستان، عراق، شام، اور مصر میں ہو رہا ہے اور اگر یہ بات بھی دل میں کھٹکتی ہو تو ترکی اور دوسری مسلمان حکومتوں کے حالات کو پیش نظر رکھ کر اور جذبات سے الگ ہو کر بعینہ اس پوزیشن کو اس حالت میں بھی سوچئے اور مل کیجئے کہ جب پاکستان کو اپنی حفاظت کے لئے کسی دوسری مسلمان حکومت کے خلاف جنگ اڑانا پونا پڑ جائے اور جو مل آپ اس کے لئے تجویز فرمائیں وہی مل و مدت ہند کی صورت میں بھی اختیار کرنے کے لئے تجویز فرمائیں تو قوم پرست مسلمان انشاداً مدد نہوا اور ساتھ رہیں گے۔

پاکستان کے مایوں کی ایک عجیب و غریب دلیل یہ بھی ہوا کرتی ہے کہ اگر واقعی پاکستان مسلمانوں کے حق میں ایسی ہی غلط چیز ہے تو ہندو اسکے اتنے مخالف کیوں ہیں۔ لیکن ایسا کتنا سب سے بڑی سیاسی نادانی ہے یہ بات وہی لوگ کہہ سکتے ہیں جو قوموں کے سیاسی رجحانات سے ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جو ہندو پیش آدمی یعنی قومیت کے صحیح معنوں میں قائل ہیں وہ تو خواص قومی کمیونٹی کے اصول پر دیانتداری سے پاکستان کو ملک کیلئے مضرت سمجھتے ہیں۔ بلکہ ان کے علاوہ جن قسم کے ہندوؤں کی جماعت پاکستان کے مقبوض پان اسلام دم (عالمگیر اسلامی برادری) کا ہوا دیکھتی ہے اس صورت کے تعلق مسلمان خود غور کریں کہ بحالات قائم جبکہ ہر ایک اسلامی ملک پر پیکر پنجہ استعمار میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ ہوا کہاں تک درست ہے۔ ان دو جماعتوں کے علاوہ ہندوؤں کی تیسری جماعت وہ ہے جو راجگوپال آجاریہ کی ہم آواز ہو کہ یہ جانتی ہے کہ کسی غلط کانگریس ہم ہندوستان مسلمانوں کو دیکھتے تاکہ بقیہ پلہ میں وہ سن مارا ان کر سکیں۔ پھر

اس جماعت میں بھی دو گنہہ ہیں۔ ایک وہ جو کہتا ہے کہ پاکستان کی مخالفت میں شور مچاؤ تاکہ مسلمان ہند میں اگر اور زیادہ شدت سے اس مطالبہ پر اڑ جائیں اور دوسرا وہ جو یہ بتاتا ہے کہ کسی طرح ہندو نظم و انکسار کی کٹھن سلجھے تاکہ ہندوستان کی آزادی کی راہ میں جو رکاوٹ اٹھائی ہے وہ ختم ہو!!

آخر میں بعد غلوں سے پاکستان اور یہی حضرات کی خدمت میں گزارش کیا ہوں کہ صحیح طریق کار وہ نہیں ہے جو ہم ایک صحیح طریق کار

کے قائلانہم نے اختیار کر رکھا ہے بلکہ مسلم مفاد کے سب سے بہتر طریق یہ ہے کہ تمام مسلم جماعتیں پارٹی بازی یا جماعتی برتری کے فیصلہ سازی سے باز رہیں اور ہر ایک کے ساتھ تمام پیش کردہ مسلم اسکیموں پر غور کریں تاکہ

سب مسلمان ایک نقطہ پر جمع ہو کر حقیقت عورت سے ایک مسلم مطالبہ حکومت اور کانگریس کے سامنے پیش کر سکیں اور کسی جماعت اور کسی پارٹی کو اس سے اختلاف نہ ہو۔ چونکہ جمعیت اعلیٰ ہند بار بار اس اقدام کے لئے مسلم ایک کو خصوصیت کے ساتھ دعوت دے چکی ہے اسلئے اب مسلم ایک کا

فرض ہے کہ وہ اس دعوت کو قبول کرے گا اعلان کرے ورنہ ظاہر ہے کہ ہماری موجودہ حالت کا نتیجہ نہیں ہے کہ صرف حکومت اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ اور خدا جانے کب تک اٹھاتی رہے گی! وہ کبھی پاکستانی حضرات کو عقل سنی دیتی رہیگی اور کبھی کانگریس کو سہارنے لگی

اگر یہی اس گزارش کو نیک خواہی پر عمل کر کے اس صحیح طریق کار کو اختیار کر لیا جائے تو اگرچہ آج ہندوستان کو ڈی نین اسٹیشن (درجہ ذالیات) سے زیادہ نہ ملے مگر اس کے بعد وہ وقت بھی جلد ہی آجائے گا جب تھوڑی سی جدوجہد سے ہمارا یہ ملک آزادی کا

کی منزل تک بھی پہنچ جائے گا۔ واللہ یھدی من یشاء الخی صراط مستقیم۔

بینک

آپ کو کاروبار میں مدد دے گی!

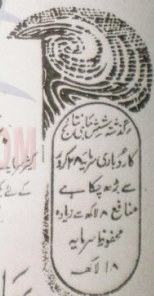
بھارت میں کے دفتروں کا کیا ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے اور جس کی پشت پر انھوں اور
کھڑا ہے۔ اپنی خدمات آپ کے لئے پیش کرتا ہے خواہ بڑے بڑے کارخانے داروں یا چھٹی پٹی کے اجرات بھارت بھوں
کے لئے کسٹاں آسانیاں ہم پہنچاتا ہے۔

آپ کی پاس ہی اس کا ایک نمبر ہے سب سے سب سے کم قیمت پر آپ کی تجارت میں بھارت میں ملنے آپ کی مدد کر سکتا ہے۔



بھارت بینک لمیٹڈ۔ ہیڈ آفس ادبلی

بینک کا ہر شے کا کاروبار ہوتا ہے



موجودہ شیشہ کاروبار
کاروباری طریقہ کار
سے شروع چکا ہے
منافع ۸ لاکھ سے زیادہ
محفوظ سرمایہ
۱۸ لاکھ

پاکستان

انٹرنیٹ مولانا سید طفیل احمد صاحب (شکواری)

تاریخی پس منظر

ناظرین کرام واقف ہیں کہ ۱۹۴۷ء کے شیشواں مئی کی رات جو کانگریس اور مسلم لیگ کے درمیان سرحد جہاں کی صدارت میں مرتب ہوا یومہ جات پنجاب اور خیبر پختونخوا کی کونسلوں میں مسلمان ممبروں کی تعداد ان کے اپنی کی نسبت سے بہت کم کر دی گئی تھی۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی اکثریت، اقلیت میں تبدیل ہو گئی۔ اس نقصان کا اثر اہل پنجاب کے قلوب پر بہت تھا۔ اس کی تلافی کے لئے ڈاکٹر محمد اقبال نے ایک تہذیبی کانفرنس اور اس کا تذکرہ الہ آباد کے اجلاس مسلم لیگ منعقدہ دسمبر ۱۹۴۷ء میں اپنے خطبہ صدارت میں کیا۔ اس میں علامہ موصون نے فرمایا تھا

”میری تئہ ہے کہ پنجاب شمال مغربی سرحدی صوبہ سندھ۔ بلوچستان کو ملا کر ایک سلطنت کے قیام کی کوشش کی جائے۔ حکومت خود اختیاری خواہ سلطنت برطانیہ کے اندر رہ کر لے یا اس سے باہر ہندو مسلمانوں سے ہے مذکورہ بالا متحدہ سلطنت کی تعمیر مسلمانوں کا مقصد اعلیٰ ہو نا چاہیے۔ اس تجویز کو برطانیہ کے سامنے بھی پیش کیا گیا انھوں نے اسے اس بنا پر رد کر دیا کہ اس پر عمل کرنے سے ایک ناقابل انتظام سلطنت ظہور پزیر ہوگی۔ یہ صحیح ہے کہ جہاں تک کہ رقبہ کا تعلق ہے لیکن آبادی کے لحاظ سے ہندوستان کی بعض موجودہ صوبوں سے کمتر ہوگی۔ لیکن اگر آبادی کو دیکھیں اور بعض دیگر غیر اسلامی اضلاع کو ایک کر دیا جائے تو اس کی وسعت بھی کم ہو جائے گی اور مسلم آبادی کا عنصر اور بھی بڑھ جائے گا اور اس طرح غیر مسلم اقلیتوں کو مزید موثر سیاسی مراعات دینے کا موقع بھی میسر ہوگا۔“

اس ایکٹ کی رو سے مسلمانوں کے نفع کے ساتھ ہندوؤں کا بھی ایک نفع یہ تھا کہ پنجاب میں سے انبارہ ڈویژن محل کر صوبہ متحدہ میں آجائے سے ان کی تعداد سترہویں صدی سے بڑھ کر اسی صدی تک پہنچ جاتی۔ اور عجب نہیں کہ اس تقسیم پر راضی ہو جاتے۔ مگر اس وقت جو کہ حکومت کے پیش نظر

اپنا نفع نہ تھا اس لیے سرکشی سے عداوت اقبال کی اس تجویز کو رد کر دیا۔ مگر اتفاق سے دو سال کے اندر بعض اصحاب کو اس افراہ عزت محسوس ہوئی کہ مذہبی اختلافات پیدا کرنے کے لئے کوئی نیا ٹکڑہ چھوڑا جائے۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ گول مرزا کا غرض میں ہندوستان کی مرکزی حکومت کے آل انڈیا فیڈریشن طے ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت وزیر ہند کے دفتر کی سرپرستی میں پاکستان کی ایک کمیٹی کی رپورٹ کے ایک ماحول چودھری رحمت علی کے نام سے بنگلہ کے سامنے آئی۔ اور ہزاروں روپیہ خرچ سے اس کی اشاعت انگلستان اور ہندوستان میں کی گئی۔ چودھری رحمت موصوف نے اس بات پر زور دیا کہ متحدہ ہندوستان مسلمانوں کے مذہب و تمدن کی بربادی کا موجب ہوگا اس سے مذہب کے اعتبار سے ہندوستان کے دو ٹکڑے کر دئے جائیں۔ کاش مسلمانوں کی اس تجویز ملک کا نام اسلامیستان بنو تو وہ غیر توکوں کو زیادہ پرہم کرنے والا نہ ہوتا۔ مگر پاکستان کے نفع سے تو بقیانہ ہندوستان کو نہ پاکستان ناکارہ دونوں قوموں کے درمیان ایک مزید مفاہمت کا بیج پڑا۔

تاہم کرام کو یاد رکھو کہ ۱۹۴۷ء میں بنگالیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو لے کر ضرورت ہوئی تو خود لاہور کو رزن و اسٹریٹ ہند نے اسلامی صوبہ بنانے کا احسان ان پر رکھ کر بنگال کی تقسیم کیا۔ اور سٹراچور پر پبل علی گڑھ کالج نے وائسرائے کے سامنے پیش ہونے والے وفد کے لئے قبول خود "پردہ کے پیچھے رکھ کر" عرضداشت کا مسنون بنایا تھا اور یورپ کے طریق انتخاب کو مانگنے سے منع کیا تھا۔ اب ۱۹۴۷ء میں پس پردہ کوئی صاحب بے ہوں۔ مگر ہندوستان کو مذہب کے اعتبار سے تقسیم کرنے کی ایک ایک مسلمان ماحول کے ذریعہ سے آئی۔ مگر فیصلہ ہے کہ اس وقت اس منصوبہ کی تبلیغ و اشاعت صرف چودھری رحمت علی تک محدود رہی اور مسلمانوں کی کسی سیاسی جماعت نے اسے لیک نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے چودھری صاحب نے مسلمانوں کے کسی لیڈر کو ملامت سے نہیں چھوڑا۔ اس زمانہ میں انھیں مسلم لیگ اور ان کے پریسیڈنٹ مسٹر جناح سے بڑی شکایت تھی کہ وہ ہندوؤں سے مل کر اتحاد مل کر رہے ہیں۔ مسلم لیگ جس قسم کا اتحاد مل کا انگریز کے ساتھ کرتی رہی وہ تو حیل ہے اس نے کہ کوئی موقع ایسا نہ ہوا تھا کہ انگریز کے ساتھ سمجھوتہ کر کے ملک کو آزاد کر لیا جاتا تھا۔ کوئی ایسی صورت نکالی جاتی جس سے مسلم قوم کا نفع ہوتا اس سے تو ہمیشہ گریز کیا گیا البتہ اوپر کے طبقہ کے لوگوں کے نفع کا کام ہوتا تو فوراً انگریز سے کیا بلکہ ہندوؤں تک سے جو اتحاد مل کر لیا جاتا تھا۔ جناح ۱۹۴۷ء میں صوبائی کونسلوں کے ایکشنوں میں مسلم لیگ کے امیدوار نے انگریز کے ہندوؤں سے خوب خوب امدادیں لیں البتہ وزارتوں کی تقسیم پر اختلاف ہوا تو ان ہی اصحاب نے زمین آسمان کو ایک کر دیا۔ اور ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء کے اجلاسوں میں انگریز کے خلاف اپنے فتنے کا انہار کیا۔

پاکستان بطور کوہ گران کے

یہ سیدھی امر ہے کہ ۱۹۴۷ء سے لیکر اب تک جب انگریزوں کے ہاتھوں سے ہندوستان میں آئے اور تھیں انھیں مطالبات پیش کر کے حکام وقت کی امداد کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ ان مطالبات کی تعداد سترہ تک پہنچ جاتی تھی جن میں سے اتنے زیادہ مطالبات منظور ہو چکے تھے کہ ان پر زور دینے کا موقع باقی نہ رہا تھا۔ انگریز کے ساتھ ۱۹۴۷ء کی دقت کچھ مطالبات کے ترکش میں کوئی بہتر خبر باقی نہ رہا تو بالآخر مسر خاں نے بھی چودھری رحمت علی کے تجویز پاکستان کا مطالبہ اختیار کر کے اسے مارچ ۱۹۴۷ء کے اجلاس مسلم لیگ منعقدہ لاہور میں پاس کر دیا اور اس طرح آزادی ہند کی راہ میں سنگ گراں نہیں بلکہ شش کوہ گراں کے ڈھالہ اس ریڈیوشن کا غلام یہ ہے۔

"مسلمانوں کے نزدیک کوئی آئین قابلِ منظور نہ ہو گا جب تک کہ مسلمانوں کے لئے ٹھٹھال دھڑب اور شمال و مشرق میں ایسے خطے نہ بنائے جائیں جن میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہو۔ وہ خطے کا دل آباد ہوں گے۔ اور جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں ہوں گے وہاں ان کا مذہب کچھ سیاست اور دیگر حقوق بذریعہ قوانین محفوظ رکھے جائیں گے۔"

یہی وہ اہم ریزولوشن ہے جس کا نام پاکستانی اسکیم رکھا گیا اور غیر مسلموں کی طرف سے اس کی بوجھ مخالفت ہوئی۔ اور وہ ان کی جڑیں غمی سے مخالفت نہایت تراس دیا ہے۔ ہونی کا اول تو ہندو مسلم لیڈروں میں پہلے ہی رنجش ہو چکی تھی اس کے بعد اکثریت کے صوبے بنانے کی تجویز کو پاکستان کا نام دے کر اسے ایک نوزائیدہ شکل پر پیش کر لیا گیا۔ وہ گزشتہ ۲۰ سال کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ مسلمان لیڈروں کو اس پر اصرار تھا کہ ان کی اکثریت کے کوئی صوبہ بنائے جائیں اور نہ غیر مسلموں کی طرف سے ایسے صوبے بنائے جانے کی مخالفت تھی۔

پاکستانی علاقے مسلم اقلیت کے صوبے کی طرح ہیں

نسبت سے سربراہی کے لی جائیں تو اس وقت پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کے غیر مسلموں کی سال ہونے لگے۔ گمان دونوں کے فیاض صبح مسلمان لیڈروں نے مسلم اقلیت کے صوبوں کے دے مسلمانوں کے خارجی اور ہندی نوع کی خاطر اپنے صوبوں کی تعداد گھٹا کر پنجاب میں پنجپاس اور بنگال میں چالیس فیصدی کرالی۔ جس سے مسلم اقلیت کے صوبوں کو اس سے زیادہ نوع سے بچو چکا کہ ان کے صوبوں کی تعداد کچھ بڑھ گئی۔ اگرچہ وہ بالکل بے اثر اور بے سود ثابت ہوئی۔

مغضرب ہے کہ اس وقت سربراہی کی سرکردگی میں بنے ہوئے دو پاکستانی صوبے مسلم اقلیت کے صوبے بنائے گئے تھے۔ جس کی وجہ سے وہاں کے مسلمان بھی اپنی اکثریت کی ایسی وزارتیں نہ بن سکے۔ میں کہہ کر غیر مسلموں کے صوبے متحدہ بہار و دیگر میں جائیں اور بے عمل دفع مسلم عوام پر حکومت کی۔

پھر اس کے بارہ برس بعد مشرق میں آل انڈیا کانفرنس کے اجلاس کے موقع پر ایسی صورت پیش آئی تھی کہ ابھی گھومتے سے بنگال اور پنجاب میں کوشش کی جاتی تو مسلمان اتحاد اور ساتھ فیصدی تک حکومت میں حصہ دار ہو جاتے۔ مگر اس صورت سے بھی گریز کیا گیا اور سربراہی نے فرمایا کہ ہم پنجاب و بنگال کو زیادہ نشستیں دے کر انھیں زیادہ امیر بنانا نہیں چاہتے۔ اس کے چار سال بعد وزیر ہند کے فیصلہ سے پنجاب کی خاندانگی کو پچاس سے اسی فیصدی پر گرا کر اسے اور زیادہ غریب کر دیا اور دونوں مسلم اکثریت کے صوبے مستقل قانون اقلیت میں آ گئے۔ اب حالت یہ ہے کہ پنجاب کے مسلمان وزیراعظم سکھوں اور ہندوؤں کو خوش رکھے بغیر اور بنگال کے مسلمان وزیراعظم برہمن۔ ایچکر اندھن اور ہندو و دیگران سے متحد ہوئے بغیر اپنی وزارتیں قائم نہیں رکھ سکتے۔ اور ان صوبوں میں خالص مسلم لیگ کی حکومت قائم نہیں ہو سکتی۔

فریڈک دوبار پاکستانی اسکیم کو ٹھکر کر بارہ برس بعد پاکستان بنانے کا خیال سربراہی کو صرف اس وقت آیا جبکہ ہندو احباب سے باتوں باتوں میں شکر رنجی ہو گئی اور تب یہ فیصلہ تجویز کیا گیا کہ غیر ملکی حکومت کے ذریعہ سے اکثریت کے چند حصے بنکر ان میں آزاد اسلامی حکومت قائم کر دی جائے۔ اس کے سال بعد مارچ ۱۹۴۷ء میں مسلم طلباء کے فیڈریشن کے اجلاس کا بنور میں موصوف نے فرمایا۔

"وہ اکثریت والے ممالک کو در مسلمانوں کو آزاد کرانے کے لئے دو کردار مسلمانوں کی شہادت کی آخری رسم ادا کرنے کو

تیار ہیں سات کردار مسلمانوں کی آزادی کی خاطر دو کردار مسلمانوں کو کھیل جانے دو۔"

۱۹۴۷ء سے اس وقت تک مسلمانوں کی تمام تر سیاست اس امر پر مبنی رہی ہے کہ مسلم اقلیت کو غیر مسلموں کی دست درازوں سے کس طرح بچایا جائے۔

کے اعتبار سے نہایت کمزور ہیں۔ مسلم نفلوں کی آبادی پانچ کروڑ اڑتیس لاکھ ہے۔ جن کے لئے اسلامی حکومت بننے کا منصوبہ ہے۔ ہم ان توقعات کا مفروضہ رکھ کر غیر متعصبانہ کہتے ہیں۔ باقی رہے مسلم اقلیت کے صوبوں کے دو کروڑ اسی لاکھ مسلمان جو مسلم اکثریت کے صوبوں کے مسلمانوں سے نصف سے کچھ ہی زیادہ ہیں ان کی حفاظت کے لئے مذکورہ بالا اسکیم میں توجہ دیکھا گیا ہے کہ اگر ہندو مسلمانوں کو ستائیس گئے تو انھیں ترک وطن کر کے پاکستان اور بنگال میں جا کر آباد ہونے کا اختیار ہوگا۔ اور خود اقلیت کے صوبوں میں کوشش کی جائے گی کہ دیہات کی چھوٹی آبادیوں میں سے اُنھیں اُٹھا کر ان کی یکجا ہی بڑی آبادیوں میں سائی جاویں۔ ان کے مذہب، پھر اور تعدد کو تو ان کے مذہب سے محفوظ کیا جاوے اور اگر انھیں ہندو اکثریت تنگ کرے گی تو اس کے بدلے میں پاکستان میں ہندوؤں کو دیاجا یا جاوے گا۔ مگر کچھ میں نہیں آتا کہ آیا پنجاب اور بنگال میں ۲۰ اور ۴۲ فیصدی دولت مند اور تعلیم یافتہ ہندو جواب دہی وہاں کی یونیورسٹیوں اور بڑے عہدوں کا رفاہوں اور سندھوں پر قابض ہیں، اتنے ہی دیہاتے جا سکیں گے جتنے کہ ہندو ہندوستان میں۔ تو سنی صدی غیر مسلموں فی صدی مسلمانوں کو اور صوبہ دہلی و فرید میں ۲۶ فی صدی ہندو ۲۸ فی صدی مسلمانوں کو دیا سکیں گے۔

ظاہر ہے کہ ٹکی سے لیکر افغانستان تک اور ایران سے لیکر مصر تک کتنے اسلامی ممالک ہیں ان میں مسلم آبادی اگر ۹۹ فی صدی نہیں تو کم از کم ۹۵ فیصدی ضرور ہے اور خطہ عرب میں جو مسلمانوں کا مقدس مذہبی مرکز ہے وہاں تو فیضی طور پر مسلمانوں کی آبادی تینوں صدی ہے کیونکہ وہاں غیر مسلم جامعی نہیں سکتا۔ جب ہے کہ ان ممالک کو یا مجاز کو تو "پاکستان" کا لقب تیرہ سو برس کے زمانے میں نصیب نہ ہوا۔ یہ مرت ہندی مسلمانوں کو ہی مقرر حاصل ہوا ہے کہ ان کے ۵۰ اور ۶۰ فی صدی واسے صوبے عیسائی انگریزوں کی مہربانی سے "پاکستان" بنائے جانے والے ہیں۔ الحب ثم الحب۔

مجوزہ پاکستان کا اقتصادی پہلو
تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں کے معاشی جو رقبہ جات آئیں گے ان کی اقتصادی حالت پر نظر ڈالنا سب سے زیادہ ضروری ہے اس بارہ میں نہایت بڑا مسلمات معائنہ شائع ہوئے ہیں جن میں دکھایا گیا ہے کہ مجوزہ پاکستان کے صوبوں کی آمدنی اس قدر کم ہے کہ بلا امداد مرکزی حکومت کے اس کے انتخابی اخراجات پورے نہیں ہوتے۔ مثلاً یہ صوبہ سندھ کو حکومت ہند سے ایک کروڑ پانچ لاکھ اور صوبہ سرحد کو ایک کروڑ پور سالانہ ملتا ہے تب کہیں ان کا کام چلتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ صوبہ جلت زیادہ تر زراعتی ہیں اور چونکہ وہاں کوئلہ اور لوہے کی کانیں نہیں ہیں اس لئے وہاں صنعتی ترقی نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ملک کو برقی محلوں سے بچانے کے لئے اس وقت فوج پر حکومت کو ۳۵۲ کروڑ روپیہ سالانہ صرف کرنا پڑتا ہے اور پاکستانی علاقہ کی شرقی سرحد جو ہندوؤں کی طرف ہوگی۔ اس کا طول چودہ سو میل کے قریب لمبا ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے غریب پاکستان کے پاس روپیہ کہاں سے آئے گا۔

مگر ہمارے نزدیک یہ اعزازات زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ جب پاکستان کی جاگ ہمارے ہاتھ میں ہوگی تو ہم اس کے انتظامات پر کم از کم خرچ کریں گے اور اپنی حیثیت سے زیادہ ایرانہ ٹھانڈ نہ رکھیں گے اور اپنی سادگی کے توفیقوں رکھیں گے خواہ جنگ کے وقت اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔ دراصل ہمارے نزدیک جو چیز اہم ہے وہ یہ ہے کہ ملک کی دوست پیدا کرنے اور اسے صرف کرنے میں مسلمانوں کا کیا حصہ ہوگا۔ شخصی حکومت کے زمانہ میں تو حکمران خواہ کیسا ہی مغفل اور نادار کیوں نہ ہو مگر اپنی قوت کے بل بوتے پر رہا گیا سے ٹیکس وصول کر کے اسے اپنی مرضی کے مطابق صرف کر سکتا ہے بغیر اس کے مہوریت کا اصول یہ ہے کہ ٹیکس دینے والے لوگ ہی یہ تجویز کرتے ہیں کہ روپیہ کس طرح صرف کیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستانی علاقہ میں مسلمانوں کی تعداد ۶۶ فی صدی ہوگی مگر سوال یہ ہے کہ ان ۶۶ فی صدی کی مالی حالت کیسی ہوگی اگر مالی اعتبار سے بھی مسلمانوں کا غلبہ ہو سکتا ہے تو وہ صحیح معنوں میں ملک پر حکمران ہو سکیں گے۔ بغیر اس کے اگر ملک کے سرمایہ میں اور صنعت و حرفت

و تجارت میں وہ سامانہ ہوں گے اور ان چیزوں پر مسووبوں کے سرمایہ داروں کا قبضہ ہو گا تو کیا اس حالت میں وہ صحیح معنوں میں پاکستان پر مسکرا کر سکیں گے۔ اس بارہ میں مسلمانوں کی آئندہ حالت کا اندازہ ان کی موجودہ بدعالی سے لکھ نہ پکڑ کیا جاسکتا ہے انہوں نے یہ ہے کہ گذشتہ مردم شماری کی رپورٹ میں بوجہ کاغذ کی قلت کے گورنمنٹ نے نہایت مختصر جواب دی ہیں اور ان میں مختلف پیشوں کے متعلق اعداد و شمار نہیں دے گئے ہیں۔ البتہ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے اعداد و شمار سے اسے میں ان پر نظر ڈالنے سے صوبہ پنجاب میں ہندو اور مسلمانوں کی نسبت مالی حالت معلوم ہو سکتی ہے۔ واضح رہے کہ پنجاب کے مسلمان نہ صرف صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کے مسلمانوں سے بلکہ تمام دیگر صوبوں کے مسلمانوں سے کہیں زیادہ خوشحال ہیں۔ باوجود اس کے ان کی مالی حالت دیگر اقوام پنجاب کے مقابلہ میں قابل ملاحظہ ہے۔ ذیل کے اعداد سے معلوم ہو گا کہ مختلف پیشوں میں محنت کرنے اور تکلیف اٹھانے کے کام تو مسلمانوں کے ہاتھوں میں اور ان کی محنت سے نفع اٹھانے کے کام غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہیں۔ شلایہ کہ :-

(۱) مسلمان تیلیوں یعنی تیل نکالنے والوں کی تعداد دیگر اقوام سے اٹھاون گونہ ہے مگر تیل بچ کر اُس سے زیادہ نفع اٹھانے والوں کی تعداد دیگر اقوام سے تباہی سے بھی کم ہے۔

(۲) کپڑا بننے کے پیشہ میں مسلمان دو گئے ہیں مگر اُس کی تجارت میں نفع میں -

(۳) دوا برائی یعنی ہتھوڑا بجانے والے مسلمان دیگر اقوام سے دو گئے زیادہ ہیں مگر وہ بے تجارت سے نفع اٹھانے میں انھوں سے بھی کم ہیں۔

(۴) نشہ آور چیزیں تیار کرنا اور بچاؤ دونوں شرمناک صنعتیں ہیں لیکن انھیں تیار کرنے والے مسلمان دوسروں سے چار گونہ ہیں مگر ان کی تجارت میں مسلمان ایک ٹلٹ ہیں۔ ان اعداد میں سودا بیند کی تیاری اور تجارت بھی شامل ہے۔

(۵) اسی طرح عام صنعت و حرفت میں مسلمانوں کی تعداد دیگر اقوام سے بقدر چار لاکھ سے زیادہ ہے مگر تجارت میں ایک ٹلٹ سے بھی کم ہیں۔

(۶) مسلمانوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ بالعموم اعلیٰ تجارت میں کم اور ادنیٰ میں زیادہ ہیں۔ مثلاً جواہرات اور زیورات کی تجارت میں مسلمان دیگر اقوام کے مقابلہ میں نفع سے کم ہیں اور انگریزی دوا فروشی میں 'رنگ'، 'مدفن'، 'پٹرول' وغیرہ کی تجارت میں ایک ٹلٹ سے کم ہیں۔ مگر چمڑوں کی تجارت میں جو ایک ادنیٰ کام ہے دیگر اقوام سے پانچ گونہ ہیں۔

(نوٹ) مندرجہ بالا اعداد سے ظاہر ہے کہ مال تیار کرنے میں مسلمان زیادہ ہیں جس سے یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے مال کو خوب نفع سے بچتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ بالعموم اس بات پر مجبور ہوتے ہیں کہ غیر مسلم سرمایہ داروں سے سامان اور روپیہ اُدھار لاکر اپنا کام کریں جو گراں منتا ہے اور اس پر سود دیتے ہیں اور انھیں کے ہاتھ اپنا تیار کیا ہوا مال فروخت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور اُس وقت یہ مہاجن اوسنے پوسنے دام لگا کر مال رکھ لیتا ہے اور آئندہ کام چلانے اور کھانے پینے کے لئے غریب کاریگر پھر اُس سے قرض لاتے ہیں اور مدت المعرفہ قرض داری کے دائرہ میں شل کلوں کے بل کے جکڑ لگاتے رہتے ہیں۔

(۷) انھیں مسلمان کاریگروں اور دوکانداروں کے خون سے دیگر اقوام میں مہاجروں سا ہو کاروں اور کوٹھی والوں کی جامعہ مرثب ہو گئی ہے جن کے ہاتھوں میں تمام صوبہ کی تجارت ہے۔ پنجاب میں یہ لوگ مسلمانوں کے مقابلہ میں بارگنا ہیں اس طرح اس مشیہ میں مسلمان صرف بارہواؤں حصہ ہیں۔ اور یہ نسبت اس وقت ہے جبکہ اس تعداد میں دلال بھی شامل ہیں جو دوکانداروں کو سا ہو کاروں سے قرض دلاتے ہیں۔ اگر مسلمان دلالوں کی تعداد خارج کر دی جائے تو مسلمان اس حد میں بہ منزلہ نفی کے ہوں گے۔

(۸) مردم شماری کی رپورٹ میں کاریگروں اور کارخانہ داروں کی تعداد ذاتوں کے اعتبار سے بھی دی گئی ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں میں شیخوں کی اور ہندوؤں میں کھتریوں کی تعداد زیادہ ہے اس لئے ان پیشوں میں دونوں کی نسبتی تعداد کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

جو یہ ہے -

ذات	مردم شماری	کاریگر	مالکان کارخانہ	مہتممان کارخانہ
کھتری	۲۹۳۰۰۰	۳۰۹۶	۳۰۱	۳۲۹
شیخ	۲۵۷۰۰۰	۶۲۲۴	۵۵	۶۰

ان اعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ باوجودیکہ شیخ تعداد میں کھتریوں سے کم ہیں تاہم کاریگروں میں ان سے دو گنے ہیں۔ مگر کارخانوں کے مالک اور تھم ہونے میں پانچویں حصہ سے بھی کم ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سرمایہ ان کے پاس نہیں اور جب تک کہ سرمایہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں نہ ہو وہ ہزار کو ششش کریں محنت کرتے کرتے ختم ہو جائیں، تجارت و صنعت کا صرف جھلکا ان کے پلے پڑے گا اور گند اس سرمایہ دار فوس کے ہاتھوں میں جاتا رہے گا۔

یہ حالات تو پنجاب کے ہیں جہاں مسلمان خوش حال سمجھے جاتے ہیں۔ باقی رہے صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان وہاں تو نوٹس فیصدی مہاجروں اور سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ نام نہاد پاکستان میں حقیقی غلبہ اور قبضہ کن لوگوں کا چرکا۔ وہ اصل کر کے کافر آدمی اور غیر مسلم سرمایہ داروں کا برخود زندگی میں قبضہ رہے گا۔ جب ملک کی ترقی کے لئے کانیں کھودنے نہیں نکالنے اور نفع ماتہ کے کام جاری کرنے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوگی تو انھیں غیر مسلم سرمایہ داروں سے رجوع کیا جائے گا اگر رجوع نہ ہوگا کیا جائے۔ تو اسیلیوں اور کونسلوں میں کون سی قوت ایسی ہوگی جو ان سرمایہ داروں کو اپنے کارخانے، ملیں، فیکٹریاں قائم کرنے اور غیر مسلم کاریگروں کو اپنی غلامی میں رکھنے سے روک سکیں گی۔

سر جناب نے خیال میں جو بیان دیا ہے اس میں تحریر ہے کہ :-

"پاکستان کی بڑی معنیتیں اور کارخانے سوشلزم کے اصول پر قوم کے قبضہ میں دیدئے جائیں گے۔ پاکستان کی آمدنی سادی ٹیکس مانڈ کر کے وصول کی جائے گی۔"

مگر سوال یہ ہے کہ جبکہ غیر مسلم سرمایہ داروں کا غلبہ ہے تو سوشلزم کا نفاذ کر دینا کیا کوئی آسان کام ہوگا۔ مثلاً صوبہ پنجاب میں غیر مسلم

چوالیس فیصدی کے قریب ہیں جن میں زیادہ تر سرمایہ دار ہیں۔ اُسی کے ساتھ مسلمانوں میں بھی اسی سوشلزم کی طرف میلان نہیں بلکہ عام طور پر مخالفت ہے۔ تو پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ پاکستان کی اسیلیوں میں سوشلزم کا قانون آسانی سے پاس ہو جائے گا۔

اب رہا بنگال کا پاکستان وہاں اول تو مسلمانوں کی تعداد گرا تو اس سے صرف بقدر چار فیصدی کے بڑھی ہوئی ہے اس کے علاوہ وہاں اول تو مسلمان بالعموم مدور مجرّب ہیں۔ اس کے علاوہ بنگال میں نہ صرف ہندو سرمایہ داروں کا غلبہ ہے بلکہ ان سے زیادہ اگر سرمایہ دار اپنے عظیم الشان کارخانوں کی وجہ سے وہاں کی صنعت و تجارت بر غائب ہیں۔ اور یہ کسی طرح ترین خیال نہیں کہ کثافت مسلمان سرمایہ داری کو توڑ کر وہاں سوشلزم جاری کر سکیں گے۔

اب خیال است و محال است و جنوں

باقی رہے اقلیت کے صوبوں کے مسلمان ان کی نسبت تو سرطینا نے پہلے ہی اعلان کر دیا ہے کہ ان کی قربانی کی رقم وہ خود اپنے دست مبارک سے ادا کریں۔ اس لئے ان کا تو ذکر کرنا بھی بیکار ہے۔

پاکستان اور جمہوریت | سرطینا نے حال ہی میں ایک بیان دیا ہے اس سے پاکستان کی حمایت کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے جو حسب ذیل ہے :-

”پاکستانی آئین زبردستی نافذ نہیں کیا جائے گا بلکہ اُسے جمہور کی مرضی کے مطابق قائم کیا جائے گا پاکستان کی ہندو اقلیتوں کو مطمئن رہنا چاہیے کہ ان کے حقوق کی ضمانت دی جائے گی۔ میں اس ایک جماعت مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت کروں گا۔ جو تنہا طاقت اور اقتدار حاصل کرنا چاہے گی۔ میں اس عقیدہ کا قائل نہیں ہوں کہ پاکستان میں ایک جماعت (مسلم پارلیمنٹری جماعت) یا پارٹی کی حکومت ہو۔“

(۱ھ) پاکستان میں شمال مغربی سرحدی صوبہ بلوچستان۔ صوبہ سندھ۔ صوبہ پنجاب۔ شمال مغربی ہندوستان میں اور شرقی سمت میں پاکستان دوسرا حصہ بنگال اور آسام پر مشتمل ہوگا۔

(ب) پاکستان ایک جمہوریت ہوگا اور وہ جداگانہ علاقوں پر مشتمل ہوگا۔ اس کی آبادی دس کروڑ مسلمانوں اور غیر مسلموں پر مشتمل ہوگی۔ یہ دو علاقوں پر مشتمل ایک بلاک ہوگا ہر صوبے ہر صوبے کے فیڈل دستور کے مطابق خود مختار ہوں گے۔ پاکستان کی تمام ہندو مسلم سکھ عیسائی آبادی ایک قوم کے اصول پر ترقی حاصل کریں گے۔ ان امور پر غور کرنے کے لئے مسلم لیگ کی ایک کمیٹی کام کر رہی ہے۔

(ج) پاکستان میں آمدن کے ذرائع اتنے ہوں گے کہ وہ آسانی سے ایک بڑی طاقت بن سکے گا۔ پاکستان کی جڑی مٹیں اور کارخانے سوشلزم کے اصول پر نئی حکومت کے قبضہ میں دیدئے جائیں گے۔ پاکستان کی آمدنی سادی میکس ماڈل کے وصول کی جائے گی۔

(د) ہندوؤں کے خلاف کسی قسم کی معاشرتی پابندی یا رکاوٹ نہ ہوگی بلکہ ہندوؤں کے ساتھ انسانی سادات اور اخوت کے اصول پر کام کیا جائے گا۔ انھیں مسلمانوں کے برابر درجہ دیا جائے گا اور مسلمانوں کا بھال سمجھا جائے گا۔ پاکستان میں ایک پارٹی (مسلمانوں) کا مذاق اور حکومت نہیں ہوگی بلکہ پوزیشن (ہندوؤں) کی جماعت ان کی اصلاح کے لئے موجود رہے گی اور غلبہ ہوگی۔ انھیں مجبور کر دیا جائے گا کہ حکومت میں ان کا ہاتھ کام کر رہا ہے اور ان کی نمائندگی موجود ہے اور ان کے حقوق محفوظ ہیں۔

پاکستان بطور اسلامی صوبہ کے

پاکستان کے نام میں مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ کشش اس بنا پر تھی کہ وہ اسلامی اور مذہبی قانون کا نفاذ ہوگا۔ اسلامی حکومت کا بڑا انظم یہ ہے کہ وہاں غیر

مسلموں کی حیثیت دیوں کی ہو اور وہاں شریعت کی مطابق قوانین پاس ہو کر نہ ہوں۔ اول تو شریعت کے قوانین بنانے میں خود مسلمانوں کے مختلف مذہبی فرقوں میں بہت سی اختلافات ہوں گے اور ان اختلافات سے فائدہ اٹھائے واسلے لازمی طور پر دیگر اقوام کے ممبران اہل ہو سکیں گے جنہیں ووث دینے کا پورا حق

ہوگا۔ اسلئے اور مذہبی قانون کا نفاذ ہوگا۔ اسلئے حکومت کا بڑا انظم یہ ہے کہ وہاں غیر

مسلموں کی حیثیت دیوں کی ہو اور وہاں شریعت کی مطابق قوانین پاس ہو کر نہ ہوں۔ اول تو شریعت کے قوانین بنانے میں خود مسلمانوں کے مختلف مذہبی فرقوں میں بہت سی اختلافات ہوں گے اور ان اختلافات سے فائدہ اٹھائے واسلے لازمی طور پر دیگر اقوام کے ممبران اہل ہو سکیں گے جنہیں ووث دینے کا پورا حق ہوگا۔ ان اختلافات کی صورت میں ظاہر ہے کہ بعض صورتوں میں دیگر اقوام کے ووث فیصلہ کن ہوں گے پس جب تک کہ دیگر اقوام سے مذہبی اور عقائد میں ووث دینے کا حق سلب نہ کر لیا جائے گا تب تک بکھرے نہیں آسکتا کہ چین یا ساؤتھ افریقہ میں شریعتی مسلمانوں کی طرح جہاں تک مسلمانوں کی حیثیت دیا جائے گا کہ ہندوستان اور مسلم پاکستان کے درمیان آبادیوں کا تناسب

آبادیوں کا تبادلہ

ہو جائے یعنی یہ کہ ہندوستان سے جو مسلمان چاہیں گے انہیں پاکستان میں جا کر آباد ہونے کا موقع دیا جائے اور ان کی جائیدادوں کا معاوضہ حکومت کی طرف سے دیا جائے گا۔ اسی طرح پاکستان سے ہندوؤں کو منتقل ہونے کا موقع دیا جائے گا۔ اس طریقہ بھی غالباً مسلمان ہی گھائے میں رہیں گے کیونکہ اس وقت پاکستان میں حتیٰ کہ سرحدی اضلاع میں جہاں مسلمان قوت سے بیکر نہ تھے اس وقت بھی وہاں کی آبادیوں میں تنہا ایک ہندو یا سکھ مہاجن بن کر اطمینان کے ساتھ رہ کر وہ یہ کالین دین کرتا ہے اور خود غار و غریب مسلمانوں کے فوکلے تک نہ جاتا ہے اسے کیا ضرورت لاحق ہوگی کہ وہ بلا وجہ اپنی آسیاؤں کو اور اپنی چراگاؤں کو چھوڑ کر اور اپنی جائیدادیں بچ کر دوسرے صوبے جاتے۔ برصغیر اس کے اگر خدا نخواستہ غریب مسلمانوں کو اپنا صوبہ چھوڑنا پڑا تو ان کا وہی انجام ہوگا جو ۱۹۴۷ء کی ہجرت میں ہوا تھا حالت یہ کہ اگر اب بھی بدقسمتی سے ایک صوبہ کا مسلمان دوسرے صوبہ میں نوکری سے یا کسی اور مسئلہ میں جا رہا ہے تو شہر سہی ہے کہ غیر زبان بولنے والے جسے وہاں کے لوگ اپنے صوبہ کے ہندو باشندوں کو جو ان کی زبان میں گفتگو کرتا ہے اس مسلمان پر ترجیح دیتے ہیں اور اسے غیر ملکی کہتے ہیں یہ کہ تبدیل آبادی کے طریقہ میں بھی غریب مسلمان ہی ٹوٹے میں رہیں گے۔

پاکستان مرکزی حکومت کے نقطہ نظر سے

اکثریت کے صوبوں کے پاکستان بن جانے سے نہ معلوم کتنے بے شمار فوائد حاصل ہو جائیں گے۔ مگر اس بیان نے تو اس امر کو بالکل نظر انداز کر دیا کہ جس طرح چالیس تینتالیس فی صدی غیر مسلم ملک کی قانون سازی میں اور ملک کے انتخابات میں اس وقت شامل ہیں جیسے اسی طرح میں بھی شریک کار رہیں گے اور جبکہ کمال جمہوری حکومت ہوگی تو کینسٹ یا کمیونکوئل میں بھی ان کی شرکت آبادی کی نسبت سے ہوگی۔ اب مرکزی حکومت کا مسئلہ باقی رہ جاتا ہے جس پر نظر دلانے کی ضرورت ہے۔

مسلم لیگ کا امر یہ ہے کہ پاکستان کا تعلق ہندوستان کی مرکزی حکومت سے قطعاً نہ ہو اور صرف پاکستانی علاقوں کا ایک مرکز ہو۔ ایسا پاکستان انگریز اور ہندو دونوں مان لیں گے۔ اور دونوں پاکستانوں کی مرکزی حکومت کی جانی ہوگی۔ یہ امر کہ وہ کس قسم کی حکومت ہوگی اسے اپنے خود مسٹر جناح نے اپنے ایک بیان میں تسلیم کیا ہے کہ سر دست پاکستان کی حیثیت سے ہر ایک انگریزوں کا فوجی تسلط ہے۔

لیے کنہوں سے اُٹا کر چھینک دیں گے مگر ہندوستان کی موجودہ دہی ریاستوں کے ریشیوں کو دیکھا جائے تو وہ ایک حد تک خوشخبر ہیں۔ اپنا بیوف بانی
 یں اپنی فوجیں رکھتے ہیں اور ہندوستان کے موجودہ صوبوں کے ہندوستانی دنیروں سے جو گھڑی گورنڈل کے تحت میں کام کرتے ہیں کہیں زیادہ طاقت رکھتے
 ہیں باوجود اس کے اگر ان ریاستوں نے اپنی سادھنے کر کے اور فوج کشی کر کے انگریزوں کی حکومت سے اپنی غور قلمی نہیں کی ہے تو یہ کسی طرح فرین تپاس
 ہو سکتا ہے کہ مسلم پاکستان اور ہندو ہندوستان کے لوگ مل کر انگریزوں کا جو اپنے کنہوں سے اُٹا سکیں گے۔ اور خاص کر ایسی صورت میں جبکہ دہی
 کے ایک پلیٹ ندرم بیچے ہو کر کوئی متحدہ مطالبہ کرنے کے امکانات کہیں کم ہو جائیں گے۔ اب تو تمام ہندوستان کے صوبوں کے ہر قوم کے فائدے سے
 فوج سے آکر مرکزی اسمبل میں متحدہ مطالبے کرتے ہیں جس کی بددلی تمام دنیا کرتی ہے۔

مختصر یہ کہ اس پاکستانی اسکیم کو جس نظر سے بھی دیکھا جائے یہ وہ اسی قسم کی اسکیم معلوم ہوتی ہے جیسی کہ بنگالیوں کی شورش کے وقت لارڈ کرڈن نے
 کھڑی کی تھی اھ "اسلامی صوبہ" بنانے کے نام سے مسلمانوں کو اپنے ساتھ کر کے ہندوؤں کے مقابلہ میں لاکھڑا کیا تھا۔ پھر جب اس کی ضرورت نہ رہی اور
 ہندوؤں کی طرف سے زیادہ دباؤ پڑ گیا تو تقسیم ہنگامہ کے موضوع کو اسے اسلامی صوبہ کا فائدہ کر دیا اور سلم لیڈان اس کے صدر سے سمجھوتہ ہوئے تھی کہ قلاب
 سلیم احمد صاحب نواب دھاکہ کا سیاسی زندگی سے دست بردار ہو کر چند ماہ بعد انتقال کر گئے اور یہ صدر اپنے ساتھ گئے کہ غریب مسلمانوں کی ہندوؤں
 سے عداوت بھی ہو گئی اور اسلامی صوبہ بنانا یا تو رد یا گیا اور نواب دھاکہ لاکھ ببادہ چونچند سال قبل طلبا کو رخصت کیا کرتے تھے کہ اپنے خوش ایک انگریزی
 فوج کے جھکے سلطنت برہانیدہ کے استحکام کے لئے اپنی جائیں قربان کر دیا کرو۔ وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ:-

"گورنمنٹ کی یہ پالیسی بمنزلہ ایک توپ خانہ کے تھی جو مسلمانوں کی مردہ لاشوں پر سے گزرتی جیادوں اس احساس کے
 کہ ان غریب لاشوں میں سے کسی میں کچھ جان بھی ہے اور ان کو اس سے کوئی تحلیف ہوگی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون"

اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ پاکستان کے اندر مسلمانوں کی ملحدگی سے ملک کی تحریک آزادی میں کمزوری آگے آئی اور اُسے نسبت سے ہندو ہندوستان
 کو بھی انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے میں دیر لگے گی۔ مگر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ اب بھی اُن کی تحریک سے کافی قوت بڑی ہے۔ پورے تعلیمیات اور
 عدالت مند ہونے کے اس وقت اُن کا پروگنڈہ امریکی "یورپ اور تمام دنیا میں بوجہ ہے۔ ملک کی اقتصادی حالت بہتر کرنے کے لئے اُن کے پاس ابلی
 روپیہ موجود ہے اور وہ سلطنت برہانیدہ کو بھجور کر بے قلعی ممالک سے بشیار روپیہ لاکر ہندو ہندوستان کو ترقی دے سکتے ہیں اسی کے ساتھ ان کا بیچا
 مسلمانوں کی رحمت پسند جماعت سے جھوٹے باغی ہو کر پورے ساتھ سال سے آزادی کی گاڑی میں بیک کا کام دے رہے ہیں۔ یہی وہ ہے کہ اُن میں ہندو
 اور دور بین لوگ شل راہ پر گوال چارہ کے مسلمانوں کے پاکستان کے حامی بن گئے اور دوسرے ہندو لیڈر بھی ان کے پیچھے پیچھے ہیں غالباً وہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں
 کی ملحدگی کے بعد وہ ماضی خوش آزادی کی طرف سرعت کے ساتھ قدم پڑھا سکیں گے ان حالات میں اگر حکومت وقت نے مصلحت سمجھی اور مسلمانوں کو
 منہ ہٹا کر پاکستان مل گیا تو فوج پر ہے کہ اُس کی یہ حالت ہوگی کہ سب سے اول تو غیر مسلم سرمایہ دار اُن پر تسلط ہوں گے۔ اندرون ترقی کے لئے وہ دھوکے
 کے دست نگہ ہوں گے۔ پاکستان سے باہر اُن کی آواز کمزور ہوگی اور انگریزی حکومت کا بیچ اور زیادہ کسا جا کر پاکستان کی حیثیت دہی ریاستوں
 زیادہ بہتر نہ ہوگی۔ جن سے ملکر انگریزی فوجوں کی گمراہی اور سر پرستی میں بغاوت پیش کر رہے ہیں مگر حقیقت میں ایسی زندگی بسر کرتے ہیں
 جس کو آزادی کی زندگی نہیں کہا جاسکتا۔

پاکستان کے بارے میں ہزبائیں سر آغا خاں اور سٹرجن جی کی ہنجیالی۔ جو بیان ہزبائیں سر آغا خاں نے

بہی میں دیا ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ وہ پاکستان کے بارے میں سرسبز چاند کے نظریہ سے متفق ہیں۔ سرسبز چاند نے مجوزہ پاکستان حکومت کو برصغیر کی حکومت سے تشبیہ دی تھی اور ہزبانینس نے اسے فلسطین اور سلون اور برہاتے تشبیہ دی ہے۔ ان شالوں سے واضح ہو گیا کہ ہندوستان کی جینی سے پریشان ہو کر برہانہ کے بعض ہی خواہوں نے سرسبز چاند سے پاکستان کا جو خواب دیکھا تھا اس کی تیسرا آری ہے۔ مولانا سید حسین احمد صاحب نے ان سے سرسبز چاند کو سرسبز چاند کے ایک خط کا حوالہ اپنی تقریروں میں دیا ہے جس میں سرسبز صاحب موصوف نے یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ آئندہ ہندوستان میں انگریزوں کو جاز نہیں دیں گی۔ اس نے شمال ہند اور بنگال کے دو حصے مسلمانوں کے لئے علیحدہ کر کے کراچی اور کلکتہ کی بندہ گاؤں کو ضمیمہ کیا جائے اور اپنی تجارت کو مسلم کیا جائے پھر اسی اسکیم کو اگلے سال کیمبرج کے ایک طالب علم جو برصغیر میں رہتا تھا۔ اس کی اشاعت و تبلیغ کی۔ بالآخر سرسبز چاند نے اسے ۱۹۴۷ء سے اختیار کیا اور اس وقت کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں کہ اس سے عوام مسلمان آج اور نکلے ہوئے گویا کہ اب حکومت برطانیہ کی زمین خوش نصیب کا دولت آگیا کہ مسلم لیڈروں اور مسلم قوم کی خواہشیں انگریزی لوہیت پر ہندوستان کا ایک ٹکٹ حصہ برابر راست حکومت کے لئے اس طرح لئے والا ہے جس طرح ہندوستان کے گروہوں کا ہے۔

بعض لوگ مجوزہ پاکستان کے فوجی اخراجات کی نسبت پوچھتے ہیں کہ علاوہ موجودہ سات کروڑ سالانہ کے سرحدی اخراجات کے کیا ہندوستان کی جانب جو وہ سول کی سرحد پر اس طرح مزید ساڑھے نو لاکھ روپے ہوں گے، مگر جبکہ سرحد اور دیگر نکلون کی حفاظت کے اخراجات حکومت برطانیہ اپنے تجارتی مفادات کے لئے برداشت کر رہی ہے تو اسے پاکستان کی حفاظت پر خرچ کرنے میں کیا حائل ہوگا۔

سرسبز چاند میں مسلمانوں کا دندہ اس لئے ہند کے سامنے پیش کر کے ان کے فرقہ وارانہ فرق انتخاب لے کر اسے ہندو انگریزوں کا عقیدہ تھا ان میں سے اول کرل ڈھاپ استھیا پرا یوٹ مکر مری و اس لئے تھے جنہوں نے مسلمانوں کی حضانہ داشت کا تصور بنایا تھا اس کے بعد سرسبز چاند نے پہلے علی گڑھ کالج تھے جنہوں نے کرل استھیا کا مجوزہ تصور خواب حسن الملک کو بذریعہ ایک مجلس کے بنایا تھا۔ اس کے بعد ہزبانینس سر آغا خان کا نبرے جنہوں نے و اس لئے کے سامنے حضانہ داشت پیش کی۔ اور سب سے آخر میں فارڈ ٹیوڈ اس لئے جنہوں نے مسلمانوں کے سر پر چڑھے ہوئے مطالبہ کو تسلیم کیے اسے دیر ہند سے منظور کرانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور یہاں تک کہا کہ انگلستان سے سات ہزار اسرائیل دور ہم انگریزوں کی حفاظت، جز فرقہ وارانہ انتخاب کے اور کس طرح ہو سکتی ہے۔ جب یہ مطالبہ منظور ہو گیا تو انگلستان میں خوشحال منانی لکھیں کہ اب ہندوستان میں ایک قوم نہ رہے بلکہ دو قومیں ہو گئی جو آپس میں ہوتی رہیں گی۔ آج پچاس سال بعد یہ حرف ہزبانینس سر آغا خان کو عزت حاصل ہے کہ مندرجہ بالا اصحاب میں سے موت وہی اس سیاسی میدان میں موجود ہو کر اپنی سعی و عمل کا نتیجہ دیکھ رہے ہیں اور فرح کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جب کہ انگریزوں سے ہندوستانوں کی طرف سے "ہندوستان چھوڑنے" کا مطالبہ کیا جا رہا ہے ہزبانینس کی بدولت کچھ مسلمانوں کی طرف سے یہ امر راج کیا جا رہا ہے کہ حضور والا یہاں سے تشریف لے جائیں بلکہ ہمیں ہندوؤں کی دست برد سے بچانے کے لئے مستقل طور پر ایک ٹکٹ ہندوستان پر قابض رہیں۔

پاکستان بننے کے بعد کی حالت

ناظرین کرام واقف ہیں کہ سر ۱۹۱۶ء میں کانگریس اور مسلم لیگ کے جمہوریت کی رو سے مختلف مصلوبوں کی کونسلوں اور اسمبلیوں میں مسلمانوں کی نمائندگی میں جو کمی تھی اسے جسب ذیل تھی:۔

پاکستان کی نفسیات

از۔۔۔۔۔ قاسمی عبدالغفار حمید رآبلو دکن

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہمارا ہندوستان تمام دنیا سے علیحدہ ایک عجیب ملک ہے جس کے تمام سماں اور جس کی اجتماعی زندگی کے تمام اصول ساری دنیا سے الگ ہیں۔ اور اس لئے ہندوستان کے حالات میں کوئی سبق دے نہیں سکتے۔

جنگ عظیم کے ختم ہوجانے کے بعد لکھنا وہ تاریخی ختم ہوگئی؟ دنیا بھر کی حکومتوں اقوام اپنی آزادی کے لئے جس حد و جد میں مصروف ہیں۔ اس سے ہم قلمباز کیلئے سبق حاصل ہی نہیں کر سکتے۔ پاکستان کی جنگ جیتنے سے پہلے دوسرے ممالک میں آزادی کی تحریکوں پر نظر کرنا بھی ہمارے لئے غیر ضروری سمجھا گیا ہے!

پاکستان کے تعلق اس قدر کچھ جاننا چاہئے۔ موافق بھی اور مخالف بھی۔ کہ جب ہم کسی مضمون کے لکھنے کی فرمائش کیجاتی ہے تو میں سوچنے لگتا ہوں کہ اگر وہ اپنی بات کوئی ہے۔ کون سا نیا پہلو ہے اس مسئلہ کا۔ جس کے تعلق کچھ لکھا جاسکے۔ عالی حالات کے پس نظر میں پاکستان کے مسئلہ کا تجزیہ کیجئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی ملک کی قومی آزادی کی تحریک سے اس مسئلہ کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ اپنی جگہ اتنا ہے! اور اس لئے اس کے تعصبات کی بنیاد کو آزادی کی تحریکوں میں تلاش کرنے کے بجائے غلامی کی اظہار میں تلاش کرنا چاہئے گا

آئیے ان چند ایشیائی ممالک کے حالات پر نظر دوڑائیں جہاں تحریک آزادی حکومتوں کے قدیم استبداد سے نمٹا رہی ہے۔ ہندی پاکستان کے لئے۔ ورنہ کسی یہ دعویٰ ہے کہ وہ ملک کے آزادی کے حامی ہیں۔ لیکن وہ پاکستان کے حق کو تسلیم کر لینے کے بعد ہی تحریک آزادی میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ انھیں اندیشہ ہے کہ متحدہ ہندوستان میں ہندو اکثریت ان کی امت کو محکم کر جائے گی۔ اس تہلیل کی کوئی مثال ایشیا کے کسی ملک کی موجودہ جدوجہد میں نہیں ملتی آئیے ان تمام ممالک کے حالات کا تجزیہ کریں جو اس وقت اپنی آزادی کے لئے سرکھین ہیں۔

پہلے مصری کو لیجئے جس کے حالات ایک طویل عرصہ تک برطانوی ”وٹمن“ کی وجہ سے کم و بیش ہندوستانی ریاستوں کے حامی ہو گئے تھے۔ مصر کی آزادی حب ذیل ہے۔

مسلمان ایک کروڑ ۱۰ لاکھ

یہودی ایک لاکھ

خاندہ دیش (۳۱) ہزار

جیسائی ۱۲ لاکھ

شام اور لبنان میں برصغیر کے ملک سے اس وقت تک اپنی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں آزادی کے اعداد و نسب درج ہیں:-

سلمان ۱۵۱ لاکھ ۱۵ ہزار

درود (۸۸) ہزار

عربی (۱۲) لاکھ ۵۰ ہزار

ایٹلی (۱۵) لاکھ ۵۰ ہزار

جیسائی (۱۵) لاکھ

یہودی (۱۵) لاکھ

عسین میں مساب "تیس روپے کا نری دین" کا نام کے آئی رحمت کو رہا کر دینا کی کوشش کیا ہے آزادی کا تناسب سب درج ہے:-

سلمان (۱۰) لاکھ

جیسائی (۱۰) لاکھ

یہودی (۱۰) لاکھ

۱۱ میں مختلف فرقوں کی آزادی کے اعداد و نسب درج ہیں:-

جائی (۱۵) لاکھ

ہینی (۱۵) لاکھ

جیسائی (۱۵) لاکھ

آج کے بڑے ترانہ دنیا کا اعداد و نسب آزادی کی صورت میں جاری ہے جس میں مختلف اہل کے فرقوں کی آزادی کا تناسب سب درج ہے:-

جیسائی (۲۱) لاکھ

سلمان (۲۱) لاکھ

ہینی (۲۱) لاکھ

دیگر جیسائی (۲۱) لاکھ

پندرہ و سنان کی صورت سے زیادہ قریب امر ان میں آئی آزادی انجان کی "بغاوت" ہم پر یہ حقیقت مشکوک کرتی ہے کہ آزادی کا سوال مذہب
نسل اور فرقے کے سوال پر جاری ہے ان ملک میں سے کسی میں بھی آزادی کا مسئلہ کسی اقلیت کے حقوق کا یا پندرہ نہیں کیا گیا ہے اور حقیقت میں
دنیا کے ممالک میں یہ سب سے بڑا مسئلہ آزادی کی حرکات میں فرقوں کے حقوق کا مسئلہ خود آزادی کے سوال پر جاری ہو چکا ہے اس طرح

آزادی کی تحریک کھنکھائی ایک خطرناک معاملہ ہے۔

ہندوستان کا دوسرا جہاں ہے جس نے تمام دوسرے ایشیائی ممالک سے زیادہ آزادی کے لئے قربانیاں گوارا کی ہیں۔ اسکی آزادی کتنی جلدی
حسب ذیل ہے:—

مسلمان (۳) کروڑ

ہندو (۲۴) لاکھ

دیگر چینی مذاہب ۳۳ کروڑ

ان تمام ممالک کی قومی تحریکات میں فرقہ واری تفکعات کا سوال آزادی کے اجتماعی مطالبہ کا تحت رہا ہے۔ کہیں نہیں۔ نہ فلسطین میں، نہ مصر میں
نہ شام میں، نہ چین میں، نہ انڈونیشیا میں۔ آزادی کی قومی تحریک میں ہم کسی اقلیت کی جداگانہ وحدت کے سوال کو خارج اور عامل نہیں پاتے۔ یہ نہیں کہ
اقلیت کا سوال ان میں سے بعض ممالک میں موجود نہ ہو۔ موجود ہے۔ لیکن وہ آزادی کی عام تحریک پر کہیں بھی عادی نہیں ہے۔ بلکہ آزادی حسب جہاتیں
بر ملک میں سب سے پہلے آزادی کے سوال پر متفق و متحد ہیں اور اس کے بعد وہ اپنے داخلی مسائل کو حل کرنے کے وسائل پر فرور گری ہیں۔

لیکن ہندوستان کی حالت اس کے برعکس ہے۔ یہاں اقلیت کا سوال آزادی کے مسئلہ پر عادی ہے جس کے صحت ایک ہی سنی ہو سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ
وہ اس آزادی کی کوئی عمدہ اور منفرد تحریک موجود ہی نہیں ہوئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے اور اس کے کیا اسباب ہیں کہ فرقہ واری سوال آزادی
کے سوال سے بہت آگے بڑھ گیا ہے؟ فرقہ واری اور جماعتی تعصبات سے قطع نظر کہ اس سوال پر فرور کرنے کی ضرورت ہے۔ فرقہ واری اور جماعتی تعصبات
بلکلیوں کی شورش میں کسی ایسے سوال کا صحیح جواب نہیں مل سکتا۔

اگر ہندوستان کی گزشتہ (۱۰) سو برس کی تاریخ اور اس زمانہ میں ہندوستان کی زیر دست کے اسباب و نتائج کی گہرائی پر نظر کی جائے تو ہم ہندوستانی
مسلمانوں کی زندگی کے دو ادوار میں ان کی نفسیات کے انحراف کا پتہ پاتے ہیں۔

پہلا دور ۱۸۵۷ء تک ختم ہوا۔ جب مسلمان بہت بزدلی سے گزرے تھے۔ اس نے زیادہ بوجھ بڑھائے تھے اور ایک ذہنی انتشار میں مبتلا تھے۔ ان کے فخر
اور سب کے ایک اصولی رنگارنگ ۱۸۵۷ء کا بنگا رہا تھا۔ جس نے ایک غیر مسلم فساد کی صورت اختیار کی اور بالآخر ناکام رہا۔ دوسرا دور ۱۸۵۷ء کے بعد شروع
ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں نے اپنی حالت میں غیر مسلم قوتوں کو سیاسی حالت میں بیدار ہوتے دیکھا۔ اس سیاسی بیداری سے وہ کیوں بدگمان ہوئے؟ یہ ایک
بڑا سوال ہے۔ لیکن اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ جب مسلمان انتہائی انحراف کی حالت میں بیدار ہو چکے تھے تو برطانوی حکومت ملی سے ۱۸۵۷ء کا سبق حاصل
کرنے کے بعد ایسے حالات پیدا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جو کسی کسی قومی وحدت کا احساس اس ملک کی مختلف اقوام میں پیدا کرنے نہ پائے۔ فائستہ یا فائستہ
سر سید سے پہلے اس حکمت عملی کا کارکن بننے اور مسلمانوں میں جو احساس کثرت پیدا ہو چکا تھا اس کی انحراف نے فائستہ لگی۔ اس کے بعد قدم قدم بڑھتے
آئے مسلمانوں میں مخالف قومیت احساسات کی آہنگ کا ہر باب حقیقت منکشف کر کے ہمارے برطانوی حکومت کی حکمت عملی ایک لمبی اس فرقہ واری عروج کی
احساس کو تقویت دینے سے غافل نہیں رہی۔ ملی گٹھ کی تحریک میں جو اس زمانہ کی سب سے بڑی ”اسلامی“ تحریک تھی۔ یہ غفلتوں اور اس منافقت
کو تقویت دینے کے لئے مختلف سمتوں میں حکومت کی حکمت عملی ہر وقت مہلوت رہی۔ جمہوریت متحدہ میں اور دہندی کا تعصیب جو مشرانیوں کیلئے ایک ناکام منصوبہ
اس زنجیر کی ایک کڑی تھی۔ اس کے بعد مسلم لیگ کی بنیادیں بھی ہی فاعل شریک تھے۔ لاہور منسٹر کی خدمت میں مسلمانوں کو ایک وفد کی عازری اور بدعنوان
حق کی دعا کا ہر ایک اس حکمت عملی کا ایک نشان راہ ہے۔ اس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ دراصل پاکستان کے تعصبات نے اس ملک کی گودیں دلواریں

جس مسلسل نشانہ لگائی اور اس نے اب یہ "پاکستان" جو ایک پشاور کی طرح آزادی کی راہ میں حائل ہے، دو تین سال کا بچہ نہیں ہے بلکہ دو، ساٹھ برس کا ہے۔ جو برطانوی حکمت عملی کا وہ حصہ اور جس کی رگوں میں اس حکمت عملی کا خون گردش کر رہا ہے۔ جذبات کی خدمت میں حقائق سے نظر انداز ہو جا کر گھٹنے۔ اور اس سے بہت ممکن ہے کہ پاکستان کی تحریک کے بہت سے سادہ دل حامی اس تحریک کی حقیقت کو تسلیم ہی نہ کرتے ہوں۔ لیکن بعض انکار کر دینے سے عجوبہ سب بدل تو نہیں جاتا!

مسلم لیگ کی طرح کانگریس بھی اس حکمت عملی کا شکار ہوئی۔ پہلی دفعہ ہند نے اس وقت دھوکہ کھایا۔ جب اردو ہندی کے سوال پر ایک مشترکہ قرارداد بنی۔ تاہم یہ کہتے ہوئے دیکھ کر وہ خوش ہوئے۔ اور سب سے بڑا دھوکہ انھوں نے اس وقت کھایا جب کانگریس نے قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کے تحت صوبوں میں صوبوں میں کانگریسی حکومت قائم کرنے کی تجویز کو قبول کیا۔ نتیجی یا خوش فہمی سے یہ ان لوگوں میں بدل جوں سے اس نقلی "اصلاحات" کے کھلنے سے کو ایک خطرناک ٹھکانا بن گیا۔ برطانوی حکمت عملی نے صوبوں کی حکومت کے گھوڑوں پر کانگریس کو سوار کر کے اس سلاطین پر ایک بہت بڑی چال چلی۔ جب تک یہ کانگریسی حکومتیں اپنی گدیوں پر بیٹھی رہیں جسے بڑے برطانوی "والی بارڈ" بھی ان کی تعریف و توثیق میں رعب اللسان رہے۔ یہ طاقت تھی اس بات کی کہ ان کی حکمت عملی نے ایک بہت بڑی منزل لے کر لی! چنانچہ اپنی اس کہ شش کا چیل بھی انھوں نے حاصل کیا۔ یعنی جب بعض صوبوں کے کانگریسی حکومتوں میں مابعدی ذہنیت رکھنے والوں کو اقتدار حاصل ہوئے اور انھوں نے حکومت کے فرائض سرشار مہر کر ان اقتدارات کو فلفطہ استعمال کیا تو مسلمان فرقہ پرستوں کو فرقہ پرستی کے جذبات کو شتمل کرنے کا بہترین موقع مل گیا۔ اور بالآخر برطانوی حکمت عملی کا وہ سچا حور عریض ایک اپنے اپنے میں چڑھا ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا اور کبھی کبھی دودھ کے بوتل کے لئے ریا اور شر پر چا اکر سارا "سے" میں ایک بیوان بن کر اپنے گھوڑے پر بٹھل آیا۔ سرخ رنج کے جو قومی تحریک کے ایسے بڑاؤں کے زمانے میں جیسے کہ "انصاری" اور اہل خاں تھے۔ قومی زندگی میں اپنے لئے کوئی نیاں نیاں جگہ نہ پا کر کھٹکتے تھے اور نظر تھے کہ کسی دفعہ جب "نور" کے ساتھ گئے ہوں۔ پاکستان کا جھنڈا بلند کر دیا اور برطانوی حکومت کی جس حکمت عملی سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہا جس کے وہ کانگریس کے ہیٹ نام پر بہت عرصہ تک مخالف رہ چکے تھے۔ سرخ رنج کی ذہانت اور سیاسی تدبیر کی لایا بی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ عین وقت پر انھوں نے محض کانگریسی وزارتوں کی نقلی سے فائدہ اٹھایا۔ اور پاکستان کے نام سے ایک ایسا مضبوط محاذ قائم کر لیا جس پر انکی قوت اب کانگریس اور حکومت کی جنگ میں ایک فیصلہ کن عنصر بن گئی ہے۔

کانگریس نے پاکستانی تحریک کی قوت کے مقابلہ میں عاجز اگر اب ایک حد تک اقلیتوں کا حق خود اختیاری قبول کر لیا ہے لیکن سرخ رنج اپنی قوت کے حصہ پر ایسے مطالبات کو سو فیصدی قبول کر ائے بغیر کانگریس کی قومی تحریک اور ملک کی تحریک آزادی کے سرب آنا نہیں جانتے۔ ایک ہوش مند لیڈر کی حیثیت کو وہ کانگریس کی کمزوریوں کو اپنا سرمایہ بنا کر بہت سخت سودا کر رہے ہیں۔ اپنی قوت کا احساس انھیں یہ بتا رہا ہے کہ اس ہی موقع ہے کہ ہندو اکثریت سے زیادہ سے زیادہ مطالبات قبول کر ائے جائیں۔ لیکن قوت کے، اس احساس میں جو کمزوری بھی نظر آتی ہے وہ وہی ہے جس کی وجہ سے کانگریس نے بھی اپنی وزارتوں کے زمانے میں اپنے اقتدارات کو صحیح طریقہ پر استعمال نہ کیا تھا اور پاکستان تصورات کے لئے ایک سا کاڑھا رنفا پیدا کر دی تھی۔ قوت کا یہ عناصر طرح طرح ایک دوسرے کانگریس کو غلط فہمی میں ڈال چکا ہے اسی طرح وہ اب لیگ کو بھی غلط فہمی میں مبتلا کر رہا ہے۔ وہ غلط فہمی یہ ہے کہ سرخ رنج نے کانگریس اور ایک غیر ملکی حکومت کے درمیان کوئی فیصلہ کن عنصر بنادیا۔ لیکن ہندوستان کی آزادی کے سوال کا فیصلہ کلیدی غیر ملکی اقتدار کے حوالہ کر دیا۔ جو ظاہر ہے کہ بالکل ہی صورت پسند کرتا ہے! اس فرقہ واری داد گیر میں لیگ اگر کانگریس کو عاجز بھی کر دے تو برطانوی اقتدار کو عاجز نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ لیگ کے قدیم روایات اور موجودہ ہیئت ترکیبی میں کوئی ایسی چیز نہیں جو اس بات کا یقین دلا دے کہ کانگریس سے سمجھوتہ نہ ہونے کی صورت میں

جمنا پروڈکشنز

— کی —

دوسری پیشکش

Tentative
Title.

دو

ناردرن انڈیا سٹوڈیو کی ایک تخلیق

سکسین پلے مکالمے اور گانے

ڈی۔ این۔ مہوٹ

شمالی ہند کے لئے

جگت ٹاکیز ڈسٹری بیوٹرز - دہلی - لاہور

تفصیلات کے لئے پتہ ذیل پر لکھئے

جمنا پروڈکشنز نمبر (۱) مٹکان روڈ دہلی

پاکستان کا نعم البدل

از سرآر ڈیشیئر دلال - مکن مجلس منتظرہ حکومت ہند۔

ہندوستان عہد قدیم سے جغرافیائی، تہذیبی اور مذہبی وحدت کا حامل رہا ہے لیکن پاکستان اس وحدت اور اتحاد کے تار و پود کو کبھی دینا چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اقلیت کو مطمئن کرنے کے لئے کیا پاکستان کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں؟ کیا ہم ہندوستان کے اتحاد کو بے قرار رکھتے ہوئے بھی اقلیتوں کو مطمئن نہیں کر سکتے؟ آج کل مسلمانوں کے حق خود ارادیت کا جو اس قدر چرچا ہے تو اس سوال کا تعلق اس بات سے ہے کہ مسلمان بحیثیت مجموعی ایک قوم ہیں یا محض ایک مذہبی فرقہ اور اقلیت ایک قوم ہونے کے لئے جن خصوصیات کی ضرورت ہوتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) ماضی کی روایات دوسری قوموں سے علیحدہ ہوں اور مستقبل بھی علیحدہ ہی نظر آ رہا ہو۔ (۲) ایک قوم کے تمام افراد ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔ (۳) زبان علیحدہ ہو (۴) اور مذہب بھی علیحدہ۔ ظاہر ہے کہ ہندی مسلمانوں کا ماضی پورے ہندوستان سے اور ہندوستان کے دوسرے فرقوں سے وابستہ رہا ہے اور ان کا مستقبل بھی علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ پھر مسلمان اور ہندو دونوں ایک ہی نسل کی اولاد ہیں زبان بھی دونوں فرقوں کی ایک ہی ہے۔ صرف مذہب کا امتلاف ضرور موجود ہے لیکن صرف مذہب کی بنا پر کوئی انسان جماعت قوم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ ہر حال ان تمام باتوں کے باوجود میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر واقعی ایسا ہے کہ مسلمان باعزت طور پر اور اپنی روایات کے مطابق صرف پاکستان ہی میں زندہ رہ سکتے ہیں تو مجھے پاکستان کے ان سینے میں کوئی غم نہیں لیکن مجھے معلوم ہے کہ پاکستان کے علاوہ جو راستے ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان پر کبھی غور ہی نہیں کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے بھی اس کے امکانات اور فائدہ و نقصان پر غور نہیں کیا ہے جو پاکستان کے غم سے لگاتے ہیں اور اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔

پاکستان کی غیر ممکنات کو اگر غور و فکر میں کیا جائے تو وہ مندرجہ ذیل ہوں گی۔

(۱) ملک کو ایک سے زیادہ خود مختار اور آزاد ریاستوں میں تقسیم کرنا عہد جدید کے سیاسی انکار اور رجحانات کے بالکل خلاف ہے۔ تجربہ بھی بتاتا ہے کہ معاہدہ درسامی کے زیرِ یورپ کو ہینار چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا جس کا تجربہ دیکھ چکے ہیں کہ انہیں چھوٹی ریاستوں کی سڑک سے دوسری جنگ عظیم کو ختم دیا۔ عہد جدید کا سیاسی رجحان یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں ایک دوسرے میں مدغم ہو کر بڑی بڑی ریاستوں کی شکل اختیار کرتی

ہیں اس نے کہ اس میں اُن کا نائدہ ہے۔ آج ہرقوم کے سامنے مالگیر وفاق کا نصب العین ہے جس کے تحت بڑی بڑی ریاستوں کی فوجوں کا بھی ختم ہو جائے گی۔

(۱) اگر ہندوستان کی قدرتی جغرافیائی سرحدوں کو توڑ دیا گیا اور اُن کی بجائے مصنوعی سرحدیں قائم کی گئیں جو پاکستان کا مقصد ہے تو پورا ہندوستان غیر ملکی قوتوں کے مقابلے میں غیر محفوظ ہو جائے گا۔ اس کی مثال زیکوسلاویکیا میں موجود ہے۔ یوگوسلاویہ کے بعد جب سوڈا کا علاقہ خود مختار کر دیا گیا تو پورا زیکوسلاویکیا خطرے میں مبتلا ہو گیا اور مارچ ۱۹۳۹ء میں ہٹلر پورے زیکوسلاویکیا کو محکم کر گیا۔

(۲) اس وقت پورا ہندوستان برطانوی عہد میں ایک متحدہ ریاست کی حیثیت رکھتا ہے اور یہاں واحد نظام حکومت قائم ہے۔ چنانچہ پاکستان کے قیام کا یہ مطلب ہے کہ اس متحدہ نظام کو توڑنا اور کبھی راجس سے بشپار راجاشی اور مالی اقلیتیں پیدا ہو جائیں گی۔ فوج، ریل، ڈاک، تار، محصولات، اسکے، بینک کاری، غرض پورے نظام کے دو ٹوٹے کرے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام بہت مشکل اور وقت طلب ہے۔ اور اگر ان تمام وقتوں اور مصلحتوں کو ملے بھی کر لیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پاکستان کے نام سے جو خود مختار ریاستیں قائم ہوں گی وہ سیدھے غریب بے یار و مددگار محکم کی ریاستیں ہوں گی جن کے پاس ترقی کا کوئی بھی ذریعہ یا وسیلہ نہ ہوگا۔ ان تمام مصائب و آلام سے بچنے کے لئے جزیرہ ترک پاکستان ہی برباد ہوں گے ضرورت ہے کہ ہندوستان کی تمام سیاسی جماعتیں کچھ نہ کچھ قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

مسلمان یہ محسوس کرتے ہیں کہ آزادی ملنے کے بعد ہندوستان میں برطانوی طرز کی جو پارلیمانی حکومت قائم ہوگی اس کے اندر وہ مستقل طور پر محکوم ہو کر رہ جائیں گے۔ اب ہندو اکثریت کا یہ فرض ہے کہ وہ اقلیتوں کے ان شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لئے اپنی طرف سے ہر قسم کی مناسب قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

اسی مقصد کے پیش نظر ذیل میں ہندوستان کے لئے آئندہ دستور حکومت کا ایک خاکہ درج کیا جاتا ہے جس میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اقلیتوں کے تمام حقوق قطعی محفوظ و مامون رہیں تاکہ ہمیں پاکستان کا نعم البدل تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ اور ہم یہ دیکھیں کہ پاکستان کے علاوہ بھی بہت سے راستے ہیں جن کو اختیار کر کے ہم اقلیتوں کو مطمئن کر سکتے ہیں۔

ہندوستان کا آئندہ دستور حکومت وفاق (FEDERATION) کے طرز کا ہوگا۔ اس کی مجلس منتظمہ کے ممبران پارلیمنٹ کے نمائندوں سے چنے جائیں گے۔ ایک شعبہ انصاف ہوگا اسی طرز کا جس طرز کا اُن ملکوں میں رائج ہے جہاں انگلستان کا قانون عام (COMMON LAW) ہے۔ مثال کے طور پر ریاستہائے متحدہ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ۔ اس حکومت میں شعبہ منتظمہ اور شعبہ انصاف بھی ملکی قانون کے ماتحت ہوں گے اُس سے بلند نہیں۔ ایک فیڈرل کورٹ ہوگا جسے ملک کی تمام دیگر عدالتوں پر اختیار و اقتدار حاصل ہوگا۔ مرکزی حکومت کے زیر اختیار جو معاملات رکھے جائیں گے اُن کی تعداد پہلے سے مقرر کر دی جائیگی اور بقیہ تمام معاملات وفاق میں شامل مختلف ریاستوں کے سپرد کر دئے جائیں گے تاکہ وہ جس طرح چاہیں اُن معاملات کو چلائیں مرکزی حکومت کو مندرجہ ذیل اختیارات دئے جائیں گے۔

(۱) ملکی تحفظ (۲) غیر ملکی معاملات (۳) سکتہ (۴) بینک کاری (۵) محصولات (۶) آمدنیوں پر مرکزی وفاق حکومت کے ٹیکس

(۸) قتل آبادی۔ غیر ملکیوں کو ہندوستان کا شہری بنانا۔ (۹) ریل (۱۰) ڈاک اور تلوار (۱۱) آبی ذرائع نقل و حمل (۱۲) صنعتوں کی ترقی
کل ہندو نفاق کے تحت جو ریاستیں ہوں گی ان کی سرحدیں از سر نو زمین کی جائیں گی تاکہ وہ علاقے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں ساقط کر دینے
نیز ہندو ریاستوں کی شکل اختیار کر سکیں۔

دستور حکومت میں ایک 'اعلان حقوق' بھی شامل ہوگا جس میں ہر فرد کے مذہبی 'آزادی' اور شہری حقوق کے تحفظ کی گارنٹی ہوگی۔ اس اعلان حقوق
میں مندرجہ ذیل اصولوں کے تحت حقوق کی گارنٹی کی جائے گی۔

وفاق ہند کے تمام شہری قانون کے ساتھ برابر سمجھے جائیں گے۔

تحریر و تقریر کی اور انجمنیں اور جماعتیں قائم کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔

سوائے حکومت کی عدالت کے اور کوئی شخص یا جماعت کسی فرد کو سزا نہیں دے سکتی۔

ہر مکان جس میں لوگ آباد ہیں دوسروں کی دستبرد سے محفوظ ہوگا۔

مذہب، عقیدہ، نسل، ذات یا طبقہ کی بنیاد پر کسی بھی فرد کی حیثیت کم نہ ہوگی۔

مذہب، ضمیر، عقیدہ، عبادت، پرہیزگار اور تعلیم کی پوری آزادی ہوگی۔

قانون کے ساتھ تمام مذاہب برابر ہوں گے۔

حکومت ہر اقلیت کے تعلیمی اداروں 'زبان' مذہب و دیگر کی پوری پوری تحفظ کرے گی۔

ہر اقلیت کو لینے مخصوص مذہبی اداروں 'اسکول' اور تعلیم گاہوں کے قائم کرنے کی آزادی حاصل ہوگی جہاں وہ اپنی مخصوص زبان کا استعمال کر سکتے ہیں۔

جس گاؤں میں کسی اقلیت کے پچاس سے زیادہ تعلیم یافتہ ہیں ان پلوں کو تعلیم دینے والوں کا اگر یہ مطالبہ ہے کہ وہاں حکومت اپنے خرچے سے قاسم خان

کے لئے ایک پائمری اسکول کھول دے تو حکومت یا ریاست کو اجازت نہ ہوگی۔

دوٹ دینے والوں کی تعداد کو بڑھا کر لازمی ہوگا لیکن اس وقت اس پر بحث کرنے کا موقع نہیں۔ جہاں تک محکوم طریقہ انتخاب کا سوال ہے اگر

فی الحال اس کو قائم کیا جائے تو بہتر ہے۔ اقلیتوں کی صحیح تعداد کی نمائندگی کے لئے ضروری ہوگا کہ تناسبی طریقہ انتخاب (PROPORTIONAL

REPRESENTATION) اختیار کیا جائے۔

میںوسپلیٹوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں وغیرہ کے انتخاب میں یہ طریقہ اختیار کیا جائے کہ ایک ہی ضلع کو دو سب ڈیویژنوں میں تقسیم کر کے وہاں سے متد و نمائندوں کو منتخب کیا

جائے اور جس میں اقلیتوں کے لئے دو ایک نشستیں مخصوص کر دی جائیں۔ صوبائی قانون ساز مجلسوں میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں کو محفوظ (WEIG-

HTAGE) دیا گیا ہے اسے برقرار رکھا جائے صرف بنگال میں پوٹا پکٹ میں کچھ رد و بدل کر دیا جائے۔

اگر صوبائی سرحدوں کا اس طرح پر از سر نو تعین ہوگا کہ وہ علاقے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں ملحق ہو جائیں تو صوبائی مجالس قانون ساز میں بے اعتباری و بدل

کرنے کی ضرورت ہوگی۔ جن صوبوں میں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں ان کو وٹج دیا جائے گا اور جہاں ہندو اقلیت میں ہیں وہاں انھیں بھی وٹج عطا کیا

جائے گا۔ لیکن کسی بھی صوبے میں مجالس قانون ساز کی نشستوں کی اس طرح تقسیم نہ کی جائے گی کہ اکثریت اقلیت ہو کر رہ جائے۔

نہدہ اقلیت جس کی تعداد آبادی کے ایک مقررہ فیصد سے تجاوز کرتی ہے اسے مجالس قانون ساز میں اپنے نمائندوں کے لیے جیسے کا اختیار ہوگا

اس سقورہ فی صدہ کا دستور اساسی کے ذریعہ متعین ہوگا۔

اگر کسی صوبائی کابینہ کا وزیرِ اعظم چاہے تو اپنی وزارت میں سینہ تعداد سے زیادہ اقلیت کے نمائندوں کو شامل کر سکتا ہے۔

مرکزی مجلس قانون ساز میں مسلمانوں کو تینتیس فیصد نمائندگی حاصل ہوگی اور انھیں نشستوں کی مجموعی تعداد کا ایک حصہ عطا کیا جائے گا۔

مرکزی حکومت کی مجلسِ منتظمہ (EXECUTIVE) مخلوط ہوگی جس میں مسلمان نمائندوں کی تعداد کم سے کم ایک تہائی ہوگی مجلسِ منتظمہ

کے مسلم ممبران کا انتخاب مرکزی مجلس قانون ساز سے مسلم ممبران کریں گے اس انتخاب میں تانہی انتخاب کا طریقہ اختیار کیا جائے گا مجلسِ منتظمہ

کا وزیرِ اعظم چاہے تو اپنی وزارت میں سینہ تعداد سے زیادہ اقلیت کے نمائندوں کو شامل کر سکتا ہے۔

میں مسلمانوں کو تینتیس فیصد نمائندگی حاصل ہوگی اور انھیں نشستوں کی مجموعی تعداد کا ایک حصہ عطا کیا جائے گا۔

میں منتظمہ (EXECUTIVE) مخلوط ہوگی جس میں مسلمان نمائندوں کی تعداد کم سے کم ایک تہائی ہوگی مجلسِ منتظمہ

مرکزی مجلس قانون ساز سے مسلم ممبران کریں گے اس انتخاب میں تانہی انتخاب کا طریقہ اختیار کیا جائے گا مجلسِ منتظمہ

اچھوت نمائندہ میں شامل ہوگا۔

بے مجلسِ منتظمہ میں شامل ہوں گے ان کی مجموعی تعداد اسی سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ مرکز میں بھی وزیرِ اعظم کو اختیار ہوگا

دوسے زیادہ کسی اقلیت کے نمائندوں کو وزارت میں شامل کر سکتا ہے۔

ت وہی ہوگی جو عام طور سے انگلستان یا دوسری پارلیمانی حکومتوں میں ہوتی ہے یہی مجلسِ منتظمہ کے ممبران مجلس قانون ساز

بائیں گے۔ امریکہ میں یا سوئٹزرلینڈ میں مجلسِ منتظمہ کی تشکیل کا جو طریقہ رائج ہے وہ ہندوستان کے حالات کے موافق نہ ہوگا۔

ساز کے سامنے اپنے فرائض کے لئے ذمہ دار ہوگی۔ موزر لڈر اگر چاہے تو حکومت کو عدم تعاون کا دھڑ پاس کر کے بغاوت

کر سکتی ہے۔

یہ جو تعامی نمائندہ کسی قانونی تجویز یا قرارداد کی مخالفت کر رہے ہیں تو وہ تجویز یا قرارداد قانونی شکل نہیں اختیار کر سکی گی۔

مل ہوگا جس کے نمائندوں کی تعداد مجلس قانون ساز کی مجموعی تعداد کا کم سے کم ۵۱ فی صد حصہ ہیں۔

عدالت عالیہ ہوگی اس کے پانچ ججوں میں دو مسلمان ہوں گے۔ ہندوستان کی فوج میں مسلمانوں کی تعداد اتنی ہی ہوگی جو

پچھلے سے پہلے)

کی نمائندگی کا جہاں تک متعلق ہے انھیں قاعدوں کو دستور اساسی میں شامل کر لیا جائے جو حکومت ہند کی تجویز نمبر ۵۸-۱۴/۱۱-۱۹۴۷

دور ہیں۔

وقت تک کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی جب تک مرکزی مجلس قانون ساز کی دو تہائی اکثریت اور ہر صوبے کی مجلس قانون کی بعض

ہو۔

والیان ریاست کے شامل ہونے یا نہ ہونے کا سوال ہے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ تاحال انھیں اس معاملے میں آزاد چھوڑ

سائل میں پھنسنے سے محفوظ رہیں جو اس وقت لایٹل ہیں۔ آگے چل کر حالات خود انھیں مجبور کر دیں گے کہ وہ دفاق ہند میں

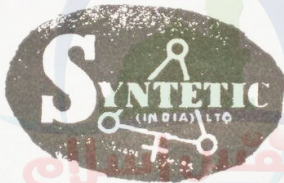
شامل ہونا منظور کر لیں۔

اور اسے سطح میں

کے تفصیلی دستور حکومت کا خلا نہیں پیش کیا گیا ہے بلکہ محض کچھ بنیادی تجویز پیش کی گئی ہیں تاکہ لوگوں کو اس معاملہ پر سوچنے پر مجبور کر کے

اُصول پر تپ کے ہوئے دستور حکومت کے تحت پورے ہندوستان کے ساتھ رہ کر یہ دیکھیں کہ ان کے حقوق کا پورا پورا تحفظ ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر وہ اس عرصے کے بعد یہ محسوس کریں گے کہ وہ مطمئن نہیں ہیں اور ان کے حقوق اب بھی خطرے میں ہیں تو انہیں اختیار ہے کہ جب چاہیں عالم کی اختیار کریں اور اپنے مستقبل کی توجہ ملحدہ ہو کر کریں۔ دس سال کا عرصہ ایک قوم کی زندگی میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔

(سر آر دیشر دلال کا تصنیف کردہ پمفلٹ ALTERNATIVE TO PAKISTAN سے ان کی اجازت سے ترجمہ کر کے شائع کیا گیا) ایڈیٹر۔



سینٹیک (انڈیا) لمیٹڈ

تیار کنندگان، فارماسیوٹیکل ڈرگس

ایسٹ فائن کیمیکل

سینٹیک (انڈیا) لمیٹڈ سیلٹر روڈ بمبئی نمبر

جمناپروڈکشنز کا انغماتی فلم

لاہور۔ دہلی۔ کانپور۔

کلکتہ۔ لکھنؤ۔

میں جوہلی مناچکا ہے
پروڈیوسر

جینی دیوان

سکرین پلے اور گانے

ڈی۔ این۔ مدھوک

موسیقی:- نوشاد۔

مٹکا:- سورن لتا۔ کرن دیوان۔ واسطی۔ بدری پرشاد۔

راجکاری شکلا۔ منجولا

جنگری کرہ:- جمناپروڈکشنز کا انغماتی فلم۔ دہلی

پاکستان کے خلاف چودہ نکات

از: جناب پروفیسر عبدالحق خان فورین کرپشن کا مج لاہور

تمام جنابات اور تعصبات کو بالائے طاق ملکہ کر اور شدت و ہمت دھڑ کو نظر انداز کر کے محض ملی نقطہ نظر سے پاکستان کے خلاف مباح ذیل نکات پیش کئے جاتے ہیں۔

- (۱) جدید حکومتوں کی بنیاد قومیت پر ہوتی ہے نہ کہ مذہب پر۔ ترکی، ایران اور مصر و غیرہ مذہب اور حکومت کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں۔ مصطفیٰ کمال پاشا اور رضا شاہ پہلوی نے ہر شعبہ حیات اور ہر علاقہ عمل میں جو دور رس تبدیلیاں کیں اور مصیبت پسند گڈوں اور تنگ نظر مذہبی دیوانوں کے خلاف جو شدید اقدامات کئے وہ اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ ترکی اور ایران سیاست و اقتصادیات میں مذہب کی مداخلت سے متعلق کیا رویہ رکھتے ہیں۔ پاکستان کے ملیر بارڈر بڑی منایت کیلئے اگر وہ دور حاضر کے ترکی اور ایران کی تاریخ کا ایک درق ٹرھ ڈالیں۔
- (۲) پاکستان کے پرستاروں کا ایک جین الاسلامی دفاع کے قیام کا خیالی پلاؤ طاقت و پرہیزگارتوں کے دل میں تنگ پکڑائے اور انکی آتش بغض و عناد کو بھر بھر کئے بغیر نہ رہیگا تمام آزاد و خود مختار اسلامی ریاستوں کی ایک مشبوط اور گٹھے ہوئے دفاع میں شرکت تین ہاٹھوں میں توازن قوت کو ختم کر دیگی یعنی یورپ ایشیا اور شمالی افریقہ میں اس وجہ سے یہ خیال پرہیزگارتوں کی عملی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے کبھی حقیقت میں بن سکے گا۔
- (۳) بات انہیں ناخوش ہے کہ زائد بعد جنگ میں کوئی صاحب عقل مدبر بھی ایسے گروہ کی پیدائش کو پسند نہ کرے جو علانیہ یا پوشیدہ طور پر مضامی تجاوات رکھتا ہو، جس کا مقصد مذہب اور نسل کی برتری پر جو ادب سے دنیا کو امن و امان کو خطرہ لاحق ہو سکے۔ پاکستانی ذہنیت ملکہ آوری سے بھر پور ہے کہ انکی اس کی بنیاد و افغانی عدم رواداری پر ہے۔

(۴) بیرونی دنیا کو جہانے دیکھئے تو یہی ہندوستان کے تمام غیر مسلموں اور قوم پرست مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کی شدید مخالفت کو بے پروائی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس ملک کے پائین کور باشندے جن کے نسل، مذہبی اور سانی اختلافات چاہے کچھ بھی ہوں ہندوستانی ہیں اور ہندوستانی

ان کا وطن ہے۔ یہ ایک سہہ حقیقت ہے اور اس پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں ہے۔

(۵) چاہے کچھ بھی ہو بھارتی پارلیمنٹ ہندوستان کی سیاسی وحدت اور جغرافیائی اتحاد کو ختم کرنے کی تائید ہرگز نہیں کرے گی جو درحقیقت بھارتی دور حکومت کی بہترین یادگار رہی ہیں۔ دو مائسٹریٹس مینل لارڈ ملنگھو اور لارڈ ویل اس بات کو نہایت واضح الفاظ میں کہہ چکے ہیں۔

(۶) پاکستان کے مشرقی اور مغربی حصے ایک دوسرے سے علحدہ۔ بے تعلق اور بے پدارہ پیٹے۔ ان دونوں کے درمیان سیکڑوں میل کا ٹائل ہوگا جو سوئٹزرلینڈ اور رومانیہ کے درمیان کی فاصلہ کی برابر ہوگا۔ اور اگر جناح صاحب کے قول کے مطابق یو۔ پی اور ہند کے مسلمان ایک امت قوی گردے ہیں تو پھر مشرقی اور مغربی پاکستان کو ایک دوسرے سے ملانے والے ماسٹر کا سوال کبھی پیدا ہی نہ ہوگا۔

(۷) ان دونوں حصوں کو جدا جدا فوج۔ بحریہ اور ہوائی فوج کھٹائیے گا۔ اس کا نتیجہ ہوگا بے پناہ اخراجات اور مالی دباؤ جو ان کے پس کی بات نہ ہوگا۔ خدا کا شکر ہے کہ اب ٹوٹ پھوٹے خود مختار آزاد ریاستوں کا زمانہ چلا گیا۔ اب تو تعلیم اور بائینڈیسی ملکوں کو بھی متحدہ فوج کھٹائیے اور متحدہ بھارتی ریاستوں کو ایک دفاعی کے ماتحت آنا پڑے گا۔

(۸) پاکستان کا مشرقی حصہ خاص طور پر ایک متمم کا جزیرہ بن جائے گا جو چاروں طرف سے ہندوستان کے دشمن علاقوں سے محصور ہوگا۔ یہ کاشٹہ سائنہ نہ ہوگا کہ پاکستان کی دو حکومتوں کا قیام فرقہ وارانہ کشیدگی میں اضافہ کا موجب ہوگا اور مسلمان و غیر مسلموں میں اس وقت جو نفی اور ناخوش گواری پائی جاتی ہے اس کی جڑیں اور مضبوط ہو جائیں گی۔

(۹) پاکستان کی تشکیل کے بعد عجمی ہندوستان اور اس کے دفاعی حصوں میں مسلمان ایکٹس اقلیت ہو جائیں گے اور تعلیمی اقتقادی اور سیاسی طور پر ان کی حالت قابلِ رحم ہو جائے گی۔ وہ قانون ساز مجلس میں جدا گانہ نمائندگی سے محروم ہو جائیں گے۔ ملازمتوں میں ان کے لئے کوئی خاص حصہ مخصوص نہ ہوگا اور عام دفنی دہشتہ وارانہ تعلیم میں ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ دوسرے الفاظ میں ایک پس ماندہ فرقہ کی حیثیت سے وہ اسی وقت مراعات حاصل کر سکتے ہیں کہ وہ اور وطن کی جغرافیائی اور سیاسی وحدت کے بقا پر زور دیں۔

(۱۰) جس بنیاد پر مسلم علاقوں کی علیحدگی کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اسی بنیاد پر پنجاب اور بنگال دونوں کے بڑے بڑے علاقے ہندوستان میں شامل کرنے پڑیں گے۔ یہ صوبے جب اس طرح کی کافٹ چھانٹ کا نشانہ نہیں گے تو ان کی موجودہ اہمیت کا خاتمہ ہو جائیگا اور وہ الی مشکلات کا شکار ہو جائیں گے۔ پاکستان کے خواہش مند اسی حالت میں صحرا اور پنجاب علاقہ کے چرکیہار ہو کر رہ جائیں گے۔

(۱۱) اس وقت متحدہ ہندوستان میں فوج کے لئے آدھے سے زیادہ آدمی پنجاب سے بھرتی کئے جاتے ہیں۔ فوجی ملازمت بحالات موجودہ پنجاب کے بہت سے فرزندوں کی باعزت روزی کا سبب ہے اور اسکی وجہ سے ان کے صوبہ کو اقتقادی بہتری اور سیاسی اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان اسکیم کے ماتحت ان کا وجود کبھی دھوڑے بھی نہ ٹیگا۔

(۱۲) اس وقت پنجاب کے دس لاکھ کے قریب آدمی فوج میں ملازم ہیں۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد اگر پاکستان اور ہندوستان علیحدہ علیحدہ ہوں گے تو ان کی فوج کون ادا کرے گا۔ پنجاب خوادہ متحدہ ہے اس کے بھی محکوم ہو جائیں اس خراج کو برداشت نہ کرے گا۔ اور پاکستان میں چونکہ ایک قطعی جدا گانہ حکومت چوگی جس کا مشرک مرکز کے ذریعہ ہندوستان سے کوئی تعلق نہ ہوگا اس لئے وہ ایک دوسری آزاد اور خود مختار حکومت کے باشندوں کے لئے افراجات کا یہ بار گراں کیوں برداشت کرے گا؟

(۱۲) اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس وقت جو دس لاکھ پنجابی شخص میں ملازم ہیں ان میں آدھے سے زیادہ مسلمان ہیں۔ یہ لوگ جب پاکستان کے قیام کی بہت اپنی سقوں پیشین گوئی تھیں تھے تو ان کے جذبات پاکستان کے شعلین ہو چکے جو کچھ ہو گئے ان کے بیان کی ضرورت نہیں۔ شخص کچھ کہتا ہے۔ پڑائے پاپیوں کو غیر ملکی حالت میں رکھنا بڑا خطرناک ہوگا۔

(۱۳) سندھ، بلوچستان اور سرحد کو بہر حال اپنا کام چلانے کے لئے گزروں مدد پیر کی رقم مرکزی حکومت سے ملتی ہے اور پنجاب خواہ وہ جو کچھ توں رہے یا اس کی بھی تقسیم ہو جائے نہ ان نذرانوں کو ادا کر سیکے نہ ادا کر نہ پسند کرے گا۔

اس صورت حال میں کسی بھی پہلو سے ملکہ پاکستان پہ نڈھالنے اسکے تمام روز و نکات کا جائزہ لینے اور پاکستان کے مطابق کو خواہ کتنی ہی تحقیق و تفتیش کے ساتھ جانچنے اسکا لازمی نتیجہ نکلے گا کہ یہ قابل قبول ہے اور قسطنطنیہ میں۔ پاکستان کا خود ایک قسم کا اسٹنٹ (شعبہ) ہے۔ مول جہاڑ کا ایک غلط فہم ہے جو اس لئے بند کیا گیا ہے کہ ان فرسوں سے جو تقسیم ملک کے کراہت انگیز نقض سے بیزا ہیں زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کرنی جائیں۔ یہ ممکن ہے کہ صورت مزید سے نکلے اور مشرق میں مغرب ہو لیکن سلیم پاکستان تمام کرے یہ قطعاً ناممکن ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی بچے کی جان کو حاصل کرنے کی خواہش۔ بہر حال اس کے لئے خواہ کتنی ہی میا مانہ حربے استعمال کئے جائیں اور کتنی ہی شعبہ بازی سے کام لیا جائے۔ پاکستان قطعاً ناممکن ہے۔

سن لائٹ آف انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹڈ

لاہور



دی مال

WWW.NAFSBLAM.COM
(حیات انگیز ترقی):

۱۹۳۳ء

۳۰ لاکھ
۲۶ لاکھ
۲۲ لاکھ

۱۹۳۳ء

۴۰ لاکھ
۳۰ لاکھ
۲۸ لاکھ

جاہلزنس زائد از
کل سرمایہ
لائف فنڈ

چالو بنس زائد از دو کروڑ روپے

دانشدار، تھریکار، بار سٹو اور تصدیق یافتہ نوآموزوں کی بطور انسپکٹور آف انشورنس اور ریجنٹ ضرورت سے مقبول خواہ یا کسبشن مزید سے ملے کہیں۔
ایجنسی میجر سن لائٹ آف انڈیا انشورنس کمپنی لمیٹڈ سن لائٹ انشورنس بلڈنگ دی مال، لاہور

مضبوطی — اور — حفاظت

تفکرات سے بے نیاز کرتے ہیں

گزشتہ روز کا خواب

امروز کی زندگی

کل کی اُمید

پس اسی طرح زندگی گزرتی ہے

زندگی کے سفر میں ہمیں اپنا مہر بنائے

کل سرمایہ ————— تقریباً ۳ کروڑ روپیہ

چالو بزنس ————— تقریباً ۱۲ کروڑ روپیہ

کلیم ادا شدہ کی رقم ————— ایک کروڑ روپیہ

آپ بھی اس کمپنی میں بیک کر لے کر ایسا ایجنسی حاصل کر کے فائدہ اٹھائیں

دی لکشمی انشورنس کمپنی لمیٹڈ لاہور

شاخیں تمام ہندوستان میں اور برٹش مشرقی افریقہ میں کھلی ہوئی ہیں

صوبہ سندھ کی برانچ کا پتہ :- ۳۵ کینٹونمنٹ روڈ — لکھنؤ

پاکستان یا ہندوستان کی دائمی غلامی

اس : سید علی ظہیر صاحب بارایت لا۔ صدر آل انڈیا شیخہ پرنسپل کونفرنس

مال ہی میں اخبارات میں پاکستان کے متعلق آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر اور سرگرمی کے کچھ بیانات شائع ہوئے ہیں۔ یہ نہیں سمجھیں آگاہ مسلمان اس گفتار اور دشمنی پر پورے دل سے غور کریں کہ جو مسلم لیگ ہالی کمان کا گھریں اور عام ہندوؤں کے خلاف کر رہی ہے یہ دونوں حضرات نہایت آسانی سے ان کو فتنہ کو فتنہ کہہ سکتے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ کوئی وجود ہی نہ ہو سہرناج کہتے ہیں کہ ایک مشترکہ مرکزی حکومت کا مطلب تمام ہندوستان پر ہندو اکثریت کی مستقل حکومت ہی ہو سکتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ اپنی اکثریت کے موہوں میں مسلمان تمام مل باندھے جائیں۔ جہاں تک بے علم ہے کوئی شخص بھی یہ نہیں چاہتا کہ ہندوؤں کی حکومت پر حکومت کی جائے۔ موہوں کو زیادہ سے زیادہ خود اختیاری کی ضمانت دی جا سکتی ہے اور یہ بات کا گھریں اور ملک کی تمام ذیلی ہندو برہمن کی طرف سے ضمانت کی جا سکتی ہے۔

کما صوف یہ جانتا ہے کہ دفاع اور خارجی تعلقات جیسے امور میں کا تعلق تمام ہندوستان سے ہو کر ہوئے ہیں۔ اس صورت حال کے ہوتے ہوئے بھی یہ کہنا کیا سنی رکھتا ہے کہ آزادی سے مراد صرف بالکل کی تبدیلی ہوگی؟ ہندوؤں یہ چاہتے ہیں کہ اپنی اکثریت کے بل بوتے پر تمام ہندوستان پر حکومت کرے۔ نہ وہ ایسا کر ہی سکتے ہیں۔

تمام قوم پرست مسلمان اور غلامانہ کام کو بھی اس بات پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب، تمدن، حقوق اور اپنی اکثریت کے علاقوں میں ان کی خود اختیاری اور دوسرے حقوق کو تسلیم کر لیا جائے اور ان کی حفاظت کی ضمانت دی جے۔ وہ اس معاملہ میں شرائط کا تعین کرنے کو بھی تیار ہیں۔ پھر معاملہ کو اٹھانے کی کیسا ضرورت ہے اور ایک چیز کو ایک جماعت سے منسوب کر کے اس کو ہفت مظاہر بنانا کیا سنی رکھتا ہے؟ سہرناج کی کامیابی کا راز صرف یہ ہے کہ ایک مولوی ہندوستانی اپنے ذہن کو آزاد ہندوستان کا نقشہ نہیں کھینچ سکتا ہے اور وہ ہر چیز کا اندازہ موجودہ حالات کی روشنی میں لگا رہا ہے۔

دشمنی اور نفرت کا بیج۔ ایک وفاقی ہندوستان میں مرکز کے لئے یا محکم ہوگا کہ وہ اپنے اجزاء کے مولوی اور اقتداری

معاملات میں مداخلت کرے۔ ان معاملات میں ہم کا تعلق تمام ہندوستان سے ہو سلاؤں اور ہندوؤں کا نقطہ نظر واحد اور مشترک ہی ہو سکتا ہے اسلئے اس میں تنازعہ کا کوئی موقع آ ہی نہیں سکتا اور بغرض محال اگر اس قسم کا تنازعہ پیدا بھی ہو تو اس کے دفعہ کے لئے آئینی حکومت میں ایسی دفعہ بنائی جاسکتی ہے کہ اس قسم کے جھگڑوں کا فیصلہ کثرت رائے کے بجائے کسی اور ذریعہ سے ہو۔ چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو ہندوؤں اور مسلمانوں کو اس ملک میں اپنے ہمساؤں کی طرح رہنا ہے اور ان کو آج نہیں تو کل رواداری اور خوشگوار کا نفع اختیار کرنا ہے۔ کیا یہ طرز عمل عاقلانہ نہ ہو سکتا ہے کہ دشمنی اور تفریق کا بیج نہ بھینے کا سلسلہ جاری رکھا جائے اور ایک غیر ملکی طاقت کے اقتدار اور غلامی کو قائم رہنے دیا جائے؟ پاکستان اس وقت میرے لئے یقیناً قابل فہم ہوتا جبکہ اسکی بنیاد تمام آبادی کی تحریک پر ہوئی۔ مگر پنجاب اور بنگال میں پاکستان کس طرح ہو سکتا ہے جس میں ہندوؤں کی بہت بڑی آبادی ہے اور اسے اپنی جگہ پر ہی رہنا ہے۔ یہ تمام تصور صرف یہود ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے عام مسلمانوں کو مبتلائی فریب کرنا مقصود ہے جو اس کے نتائج اور تفصیلات سے ابھی طرحت واقف نہیں ہے۔ اس بارے میں مجھے کوئی شبہ نہیں ہے کہ اگر مسلمانوں کے دل میں مصلحت کی صحیح خواہش پیدا کر دی جائے تو ان کو اگر کسی پندہ یا اوکھڑی لوگوں سے ایسی بنیاد پر سمجھوتہ کر لینے میں کوئی دشواری نہ ہوگی جو دونوں فریق کے لئے باعزت ہو اور جو اگر ایک طرف مسلم مفاد کا پورا پورا تحفظ کرتا ہو تو دوسری طرف ملک کے عام مفاد کے بھی مطابق ہو۔

مسلمان بزدل نہیں

نواب زادہ نے حسب دستور اپنے آقے سے بھی چار قدم اُگے رہنے کی کوشش کی ہے وہ کاغذیں کو یہ بات یاد دلانا چاہتے ہیں کہ اس نے جو عظمت حاصل کی ہے وہ خلاف فک کی تحریک کے زمانہ کی مسلم کاربائوں کی رہنمائی ہے۔ گراں بات ہے اٹاکر سے لے لیا ہے کہ ان کے نام ہندوستان کی آزادی کی تحریک کے دفتر میں سنہری حرمت سے تحریریں گے لیکن سربراہ نواح اہد نواب زادہ یہ بات نہیں کہ اب تک کہیں پتہ ہی نہ لگتا۔ اگر اب میں ان لوگوں کی یاد کو کھاجاؤں گا تو صرف اس حیثیت سے کہ وہ ہندوستانوں کے کارواں آزادی کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھے۔ سائنہ فٹن ان کو برطانوی حکومت کا آکر کاربنیاں کر گئی ان کو اگر بڑوں کا چٹو سمجھا جائے گا چاہے کہ شہادت انھوں نے جان و بوجھ اختیار کی ہو یا انھانی سے امداد کے اہل ہند کے جذبات حریت کا قائل قرار دیا جائے گھد نواب زادہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں نے مسلمانوں کی تحریک میں حصہ نہیں لیا۔ اگر انھوں نے لیگی مسلمان کہا ہوتا تو میں اتنا اگر میں ہی یقین رکھتا جو نواب زادہ رکھتے ہیں تو مجھے خود کو مسلمان کہتے ہیں شرم آتی۔ مگر یہ مسلم ہے کہ مسلمان بزدل نہیں ہیں جیسا کہ نواب زادہ صاحب ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اہد انھوں نے مسلمانوں کی تحریک میں صرف اسوج سے بڑی تعداد میں حصہ نہیں لیا کہ وہ مسلم لیگ کی غلط قیادت کا شکار ہیں۔ اگر نواب صاحب اس کا فریب کر جاتا ہے تو وہ انکو حکمران مظاہرے میں لگے۔ برعکس کو ان کا اہد ان سے اتفاق رائے کرنے والوں کا بہت مشکور ہوتا چاہئے۔

لیکن عام مسلمانوں کو بت جلد محسوس ہو جائے گا کہ وہ چیز براں کو مستحق تحسین قرار دیا جا رہا ہے وہ ان کے لئے باعث شرم ہے۔ اسکے بعد نواب زادہ صاحب نے موجودہ انتخابات کی اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قانون ساز اسمبلی میں ہندوستان کا آئندہ دستور حکومت رب بنے گی اس سے صرف پاکستان پر عقیدہ رکھنے والے لیگی ہی اس میں جانے چاہئیں۔

یہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ پاکستان کے معاملہ کو ہندوستان گیر معاملہ کیوں بنایا جا رہا ہے۔ اگر پاکستان قائم بھی ہوا تو وہ صرف پنجاب اور بنگال میں ہوگا۔ پھر ایسے مطالبے کی ترتیب کا کام ان علاقوں کے مسلمانوں یا تمام آبادی پر ہی کیوں نہ چھوڑ دیا جائے۔ میرا علم تو یہ ہے کہ ان موبوں اور دوسرے پاکستانی موبوں کے مسلمان پاکستان سے کچھ زیادہ دلچسپی نہیں رکھتے ہیں ان کو اپنے موبوں کی اصل حالت معلوم ہے وہ جانتے ہیں کہ

ان کے صوبوں میں عظیم شان غیر مسلم آبادی کے سچے اور پُر خلوص تعاون کے بغیر کاروبار حکومت میں مل سکتا ہے لیکن خواب زادہ صامب چاہتے ہیں کہ اقلیتی صوبوں کے مسلمان پاکستان اور مسلم لیگ کے لئے دھڑ دیں۔ پاکستان کے قیام کی صورت میں اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کو کیا ملے گا یہ بتانا مشکل ہے اور لیگی لیڈروں نے آج تک مسلمانوں کو یہ بات بتانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ اگر پاکستان دوتوی نظریوں کی منغوری کے بعد قائم ہوا تو اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کی حالت موجودہ حالت سے بھی بدتر ہوگی۔ گروڈاب زادہ صاحب اس قسم کے سوالات کو بڑی آسانی سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں سے محبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ہمراہ غنایت لیگ کو دوت دیں چاہتے ان کا انجام کچھ میں ہو۔

یہ سیاست ہے یا غرض ہوا کہ ذی ۱۰ اس کا فیصلہ میں قارئین کرام پر چھوڑتا ہوں۔ میں صرف یہ بتانا اور دعا کر سکتا ہوں کہ مسلمان اس قسم کے لیڈروں کے فریب سے نجات پائیں جن کا کام ان لوگوں کے دونوں میں نفرت اور دشمنی کا بیج پڑنا ہے جو منہدیوں سے اس ملک میں اتحاد و اتفاق کے ساتھ میں رہے ہیں اور جن کی سیاست کا صرف ایک نتیجہ نکل سکتا ہے یعنی ہندوستان کی غلامی کا غول۔

نئے سال کی نئی کتابیں

سر قسطنٹین شفا کی نئی کتابیں نکل چکی ہیں۔ نئے نئے گیت جو تیاروں کی طرح ہر باریں خوبصورت اور بیوقوفوں کی طرح نرم و نازک ہیں۔ وہ گیت جو شعاع کے دھوکے کا پردہ ہیں۔ ایک ہیں اور دوسرے پردہ۔ ہر باریں کی طرح جو زمین کے داغوں، ناسوروں اور نرسوں کو بھیجنا ہے۔ قسطنٹین کے یہ گیت نئے نئے روپ کی دل کی دھڑکیں ہیں۔ ان میں شام کا دل لبرتی قدرت سے دھڑکتا ہے۔ غارت گہ زہرا کا گیت جو زمین پر گھومتا ہے۔ کتاب جلد قیمت ۱۰/-

سر قسطنٹین شفا کی نئی کتابیں نکل چکی ہیں۔ نئے نئے گیت جو شعاع کے دھوکے کا پردہ ہیں۔ ایک ہیں اور دوسرے پردہ۔ ہر باریں کی طرح جو زمین کے داغوں، ناسوروں اور نرسوں کو بھیجنا ہے۔ قسطنٹین کے یہ گیت نئے نئے روپ کی دل کی دھڑکیں ہیں۔ ان میں شام کا دل لبرتی قدرت سے دھڑکتا ہے۔ غارت گہ زہرا کا گیت جو زمین پر گھومتا ہے۔ کتاب جلد قیمت ۱۰/-

سر قسطنٹین شفا کی نئی کتابیں نکل چکی ہیں۔ نئے نئے گیت جو شعاع کے دھوکے کا پردہ ہیں۔ ایک ہیں اور دوسرے پردہ۔ ہر باریں کی طرح جو زمین کے داغوں، ناسوروں اور نرسوں کو بھیجنا ہے۔ قسطنٹین کے یہ گیت نئے نئے روپ کی دل کی دھڑکیں ہیں۔ ان میں شام کا دل لبرتی قدرت سے دھڑکتا ہے۔ غارت گہ زہرا کا گیت جو زمین پر گھومتا ہے۔ کتاب جلد قیمت ۱۰/-

سر قسطنٹین شفا کی نئی کتابیں نکل چکی ہیں۔ نئے نئے گیت جو شعاع کے دھوکے کا پردہ ہیں۔ ایک ہیں اور دوسرے پردہ۔ ہر باریں کی طرح جو زمین کے داغوں، ناسوروں اور نرسوں کو بھیجنا ہے۔ قسطنٹین کے یہ گیت نئے نئے روپ کی دل کی دھڑکیں ہیں۔ ان میں شام کا دل لبرتی قدرت سے دھڑکتا ہے۔ غارت گہ زہرا کا گیت جو زمین پر گھومتا ہے۔ کتاب جلد قیمت ۱۰/-

سر قسطنٹین شفا کی نئی کتابیں نکل چکی ہیں۔ نئے نئے گیت جو شعاع کے دھوکے کا پردہ ہیں۔ ایک ہیں اور دوسرے پردہ۔ ہر باریں کی طرح جو زمین کے داغوں، ناسوروں اور نرسوں کو بھیجنا ہے۔ قسطنٹین کے یہ گیت نئے نئے روپ کی دل کی دھڑکیں ہیں۔ ان میں شام کا دل لبرتی قدرت سے دھڑکتا ہے۔ غارت گہ زہرا کا گیت جو زمین پر گھومتا ہے۔ کتاب جلد قیمت ۱۰/-

بھوٹا اشتہار دیا جا کہ ہے میں اس سے زیادہ میرے پاس کوئی ثبوت صدق نہیں
ماننا نہ ماننا آپ کا فعل ہے !!!

بھوٹا اشتہار دیا جا کہ ہے میں اس سے زیادہ میرے پاس کوئی ثبوت صدق نہیں
ماننا نہ ماننا آپ کا فعل ہے !!!

بھوٹا اشتہار دیا جا کہ ہے میں اس سے زیادہ میرے پاس کوئی ثبوت صدق نہیں
ماننا نہ ماننا آپ کا فعل ہے !!!

بھوٹا اشتہار دیا جا کہ ہے میں اس سے زیادہ میرے پاس کوئی ثبوت صدق نہیں
ماننا نہ ماننا آپ کا فعل ہے !!!

بھوٹا اشتہار دیا جا کہ ہے میں اس سے زیادہ میرے پاس کوئی ثبوت صدق نہیں
ماننا نہ ماننا آپ کا فعل ہے !!!

آج کا اعلان ————— اوکل کا عنوان

مہرہ کچر نہایت فخر سے اعلان کرتے ہیں کہ انھوں نے چترا پروڈکشن کی شاندار پیشکش



کے حقوق تقسیم برائے شمالی ہندوستان حاصل کر لئے ہیں

سنوڈی ڈائیکٹنگ گئے

میوزک

ڈائکشن

ڈی - این - مدھوک

امر ناتھ

شکر مہتہ

اداکاران :- ارشاد - اشاپورے - اجمل - ریش - اوم پرکاش

بھاگ سنگھ ودگیر

جملہ کردہ :- مہرہ کچر - مہرہ منیشن بیڈن روڈ - لاہور

Evolution OF PACKAGING IN INDIA



in Cloth



in Paper Cones



in boxes and bags



"OLD ORDER CHANGETH YIELDING PLACE TO NEW" is as true in the case of packaging as in anything else.

The days when people carried their purchases in loose ends of sarees and dhoties are passed. Unhygienic, inconvenient and often soiled newspaper wrapping is fast disappearing.

To-day hygienic, attractive and convenient Kraft paper and board packaging is replacing these old methods.

Kraft paper and boards are hygienic, eye-appealing and durable. They are manufactured in plain and water-proof variety and boards are also available in different weights and colours. They retain their shape inspite of rough handling and fold easily without cracking.

ORIENT Paper MILLS LTD.

Managing Agents BIRLA BROS LTD.

8, ROYAL EXCHANGE PLACE, CALCUTTA.

تباہ کن نطفے اور جمعیۃ علماء ہند کا صراطِ مستقیم

از مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند

تہنید سیاست - صرف فلسفہ نہیں - سیاست کا بیشتر حصہ - حال اور ماضی کے واقعات سے مرتب ہوتا ہے - منطقی دلائل - دلچسپ بیانیہ اور دلورہ انگیز تقریریں - جو موجودہ ماحول - اور ماضی قریب کے واقعات کی حقیقتوں سے بہرہ آلود نہ ہوں قریب نظر میں سرتپا جیسے تشنہ کام ذرات کی درخشانی تشنہ لبوں کو معین دیا کا دھوکا دیتی ہے - حالانکہ وہاں تشنگی اور ہلاکت کے سوا سیرابی کا نام و نشان بھی نہیں - اسلامی ہندوستان کی فضا آج غمزدہ پاکستان سے گونجی ہوئی ہے اور فرقہ وارانہ ذہنیت نے جس کی پرورش برطانوی سامراج کی نفرت ڈالو اور حکومت کرو - والی پالیسی تقریباً دو سو برس سے چل رہی ہے (جذبہ باقی فضا کے لئے اس غمزدہ گواہی درمیدر کشش اور ماذب بنا دیا ہے - ایک نہایت خوش کن اور دلفریب ٹیل یہ ہے کہ

"ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان ایک مستقل قوم ہیں - اس قوم کی وحدت اور شیرازہ بندی کے لئے ضرورت ہے کہ اس کا کوئی مستقل مرکز ہو"

استقلال مرکز کا خواب کتنا شیریں ہے کاش کہ اس کی تعبیر بھی اتنی ہی شیریں ہو - مگر غلط برطانیہ کی سامراجی پالیسی جو اپنے فوادی بیخوں میں ہندوستان کو دبائے ہوئے ہے اور ظلم زندہ کو مردہ لاش بنا دیا ہے - اور وہ خون کے آنسو لائے والے واقعات جو اس سامراجی پالیسی کے تحت ہندوستان اور بیرون ہند میں رونما ہو چکے ہیں اور جن کی نمک پاشی جراحت ہائے مسلم پر شب و روز ہو رہی ہے - وہ ہیں اس اعلان پر مجبور کر رہی ہے کہ استقلال قوم کا خواب - خواب پریشان ہے - یہ ہنر باغ - دنیا بھر کی گندگیوں سے بھرا ہوا ہے -

یہ ایک ناپاک دلیل ہے اگر مسلمان اس میں پسپس گئے تو غیر محدود مدت تک خود بھی غم گسار کی طرح ٹپتے رہیں گے اور دوسروں کو بھی سامراجی بخور استہم میں ترپائیں گے - انیسویں مسلمان کس قدر زود فراموش ہیں - اُسے یاد نہیں کہ صرف تیس سال پہلے سابق جنگ جرنی کے زمانہ میں استقلال اور استقلال مرکز کا بھی سبق عربوں کو پڑھا دیا گیا تھا - فرقہ وارانہ فرقہ وارانہ کی اپنی خواہش مشورے کے بموجب قوم کا مبادا نسل کو قرار دیا گیا تھا اور ہندوستان میں قوم کا مذهب گردانا بنا دیا ہے - کرن لانس کی رسوا عالم شخصیت کیا فراموش ہو گئی جس نے انتہائی فصاحت و بلاغت سے یہ سبق رپا

کے ذہن نشین کر لیا۔ آج وہی سبق سطر جناح ہندوستان کے جوئے بھائے مسلمانوں کو یاد کر رہے ہیں۔ ہندوستان کے ایک گناہ غیر معاہدہ کا یہ غیور جو
نہیں مجاہدین، ناخدا، بیسی کی جانب سے ایک ہینڈ بل کی شکل میں شائع کیا گیا ہے کہ سطر جناح ہندوستان کے کرنل لارنس ہیں جو
سے عرب فیلڈ مارشل کی آزاد پاکستان نخل سے زیادہ مل اور ممکن الوقوع تھی، اور مفید بھی ہو سکتی تھی وہ تمام ممالک جو عرب فیلڈ مارشل کے ماتحت ہوتے
ایک دوسرے سے متصل ہیں۔ ان کے درمیان پنجاب اور بنگال جیسا بعد الشرفین نہیں ہے۔ اُن سب کی نسل ایک زبان ایک طریق زندگی ایک
یہ قدرتی لطیفہ جو بعض حضرات ہندوستانی پاکستان میں ظاہر فرماتے ہیں وہاں بھی موجود ہے کہ ان تمام ممالک میں عربوں کی کثرت ہے۔ علاوہ ازیں ہندوستان
کی طرح عرب غیر صلح اور دو صد سالہ غصے غلامی کے پروردہ نہ تھے۔

دولتِ تھوہ۔ افراس اور بھارت (اور روس) کی باہمی رقابت سے فائدہ اُٹھانے کے سبھی کافی امکانات موجود تھے۔ ایران اور پھر افغانستان۔
یعنی ترکستان کے تسلسل سے وہ تمام امکانات موجود تھے جو پاکستانی خواب کے مغنوں آج بلند آگئی سے بیان کرتے رہتے ہیں مگر جو تھوہ ہوا اُس کو
پورا عالم جھٹیس سال سے آنکھیں کھولے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ گریہ و بکا۔ نوہ و تلم۔ اور کھٹ انہوں نے سنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ کیا اسی کا نام استقلال
اور استقلال قوم ہے۔

کیا اسی مرکز مستقل سے قوی محرکات و عزائم فروغِ پالسیں گئے فلسطین۔ دمشق۔ عراق۔ شام۔ حضرموت۔ لبنان و غیرہ و غیرہ اسلامی ممالک کے مسلم
باشندوں واجب الاحترام اسلامی بھائیوں عزیز دوستوں اور اخوازم آبا کے مجبور ادب کیس فرزندوں کی آہیں کیا ہندی مسلمانوں کے کانوں تک پہنچ کر
اُن کی چشمِ عبرت کے پردے نہیں اُٹھا سکتیں پھر۔ اتفاقاً امریا و قبی پالسی نہیں بلکہ تاریخ شاہد ہے اور واقعات اعلان کر رہے ہیں کہ تقسیم کردہ اور حکومت
کردہ کی پالسی۔ ہر ایک سامراج اور بالخصوص برطانیہ کی قدیم اور مستقل پالسی ہے۔ کیا مملکت مصر کو وہ حصوں میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ اور مصر کو اندرونِ اہد
سوڈان کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ بند کر کے مصر کی طاقت کو دوبارہ نہیں کر دیا گیا۔ اگر لئیں میں غریب بھگڑے پیدا کر کے اُس کی غلامی کو دراز کر لی گئی
کی گئی۔ اور جب ایک حصہ کی پناہ فرما رہے ہیں تو "اسٹریٹ" کا ایک پاکستان بنا کر ملک کے باقی حصہ کو آزاد کر دیا گیا۔
آزستان کا یہ پاکستان آج تک انگریزی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ بند ہے۔ سلطنتِ عثمانیہ کی تاریخ پر حضور۔ یورپ کا نقشہ سامنے رکھو آپ کو درجنوں پاکستان
نظر آئیں گے۔ اُن میں وہ پاکستان بھی جس جو سلطنتِ عثمانیہ کو فتح کرنے کے لئے قائم کئے گئے۔ سلطنتِ عثمانیہ فتح ہو گئی مگر کیا ان پاکستانوں نے بھی سامراجی
اغراض کے تحت استبداد سے نجات پالی۔ یورپ کے نقشہ میں۔ اسکوینا۔ لیتھوانیا۔ پولینڈ۔ چیکوسلاویا دیکھا دیکھا وہاں بہت سے پاکستان آپ کو نظر آئیں گے مگر کیا
اُن پاکستانوں میں سے کسی کے متعلق بھی یہ حکم کیا جاسکتا ہے کہ وہ کسی قوم کے لئے مستقل مرکز بنے جہاں سے اُس کے قومی عزائم اور قومی محرکات
فروغ پال سکتے ہیں سطر جناح اس حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ سال نیوز کراٹیکل کے ناائدہ کو اکثر دودیتے ہوئے اُنھوں نے پاکستان کی موجودہ حیثیت
کو مسخر کی اُس حیثیت سے تشبیہ دی تھی جو ۱۹۴۷ء کے معاہدہ کی رو سے اُس کو حاصل ہے۔

(ملاحظہ ہو۔ مہینہ مارچ ۱۹۴۷ء اور ہندوستان ۱۹۴۷ء ۱۰ نومبر ۱۹۴۷ء ڈاکٹر جلیلہ لطیف صاحب کا بیان)

بہر حال مصر میں داخل آزادی ہے جو ادنیٰ وقت تک باقی رہ سکتی ہے کہ سامراج کے اغراض سے متصادم نہ ہو یہ توقع رکھنا کہ قومی عزائم اور
قومی محرکات اُس کے ذریعہ سے فروغ پالیں گے آرزوئے بے معنی اور خیالِ باطل نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن اور اٹالیاں کے متعلق یہی کیونٹ جلد کس
کے اُس ایمان کش فلسفہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ جس کا بنیادی عقیدہ ہے۔ "عربی طاقت (خدا) کا انکار۔ اور عقیدہ تقدیر سے بغاوت وہ کانگریس

نکلے کے بعد جب ہندوؤں سے مایوس ہو گئے تو اب مسلمانوں کو دام تزدیر میں مبتلا کرنے کے لئے مسلم لیگ میں داخل ہو رہے ہیں۔ استقلال قوم کا فوہ ان کی زبان سے بھی بلند ہو رہا ہے مگر کیا اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے کہ روس اور برطانیہ کی آویزش کا میدان ایران کے بجائے پاکستان بن جائے جو ہندوستان کے شمال مغرب میں قائم ہو۔ وجہ اسلام کے ایک لیڈر نے اپنے ایک بیان میں ارشاد فرمایا تھا کہ کیونز کم کی روک تھام کے لئے نظریہ پاکستان کی حمایت ضروری ہے۔ مگر کیا روک تھام کی بھی صورت ہوگی کہ اودھیں لغو کی امید اور تقویت کی جائے جن کو سیاسی چال کے طور پر کیونزوں نے اختیار کیا ہے۔ ہندوستان میں صرف ایک ہی جماعت کیونز کم کا مقابلہ کر سکتی ہے اور وہ انڈین نیشنل کانگریس ہے۔ اور شرم کا منی باجھو کفر ہندو ہیں۔ مگر ان کی اپنے عقیدہ کے بموجب خدا پرستی سے یہ فائدہ ہوا کہ ہندو قوم کیونز کم کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئی۔ مگر انوس استقلال قوم کا دعویٰ کیسے دالے نا دانستہ طور پر کیونز کم کو مسلمانوں میں پھیلا رہے ہیں۔ یہ صورت حال یقیناً خاطر برطانیہ کے لئے بھی پریشان کن ہے۔ مگر بظاہر درست اُس کے سامنے صرف یہ ہے کہ دس کروڑ مسلمانوں کو اپنا حامی بنا کر۔ ہندوستان خالی کر دو کی آواز کو کسی صورت سے دبا دیا جاوے۔ خواہ اُس کے بعد نتیجہ وہی ہو جو جرمنی کی شکست کے بعد اُس کو دکھنا پڑ رہا ہے۔ بہر حال یہ استقلال قوم کا خارجی پہلو اور برطانیہ کی وہ سامراجی پالیسی جس کا ننگا ٹانج دوسرے ممالک دکھ رہے ہیں لیکن اگر مستقل مرکز کے بطن کو چاک کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مستقل مرکز غیر مسلم اقوام کا تابع نہیں اور ان کی محکوموں میں پامال ہونے والا ایک گنبد ہوگا اس سلسلہ میں عم ڈاکٹر عبداللطیف صاحب کا بیان درج کر دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ جو بزم خرد پاکستان کے صنف اول ہیں۔ اور آپ اس بنا پر کہ مشر جناح نے اپنی بہت بڑی ناقابل تلافی سیاسی نظمی اور بے عمل صدا اور بٹ کے باعث ہندو مسلم معاہدہ۔ اور انگریز کو ہندوستان سے باہر نکال دیئے کا بہترین موقع کوغ دیا ہے وہ پاکستان تحریک کے صنف مقابل میں ہیں۔ آپ نے مدراس یونیورسٹی میں ایک انشٹی ٹیوٹ کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

”اگر پاکستان میں شمال مغربی۔ اودھمالی۔ مشرقی ہندوستان کے صرف وہی علاقے شامل ہوں جہاں مسلمان بولتی اکثریت میں ہیں۔ مثلاً لاہور، خرب اور جنوب کا علاقہ اور مشرقی بنگال تو یقیناً ریاست کا تمام اسلامی طرز کا ہو سکتا ہے اور وہاں کی اقلیتوں کو مناسب مراعات اور تحفظات دیکر وہاں کا آئین اسلامی بنایا جاسکتا ہے۔ (لیکن ظاہر ہے کہ اس صورت میں پاکستان چند غیر توئی یافتہ شہروں کا نام ہوگا جس کی حیثیت محدود کے آزاد علاقہ سے زائد نہ ہوگی) لیکن اُس کے برخلاف میرا کہ پہلے سال کا مذہبی جناح مراست کے دوران میں تجویز کیا گیا۔ اگر پاکستان کے سوسے اپنی موجود شکل میں شامل کئے جاتے ہیں یعنی پورا پنجاب اور پورا بنگال اور تمام تو پاکستان کی مسلم اکثریت محض برائے نام رہ جاتی ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ کسی طرح بھی اسلامی حکومت قائم نہیں کی جاسکتی۔ وہاں کی حکومت میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا تناسب ۶ اور ۴ کا ہوگا۔ بلکہ اگر مشر جناح کی اس منطق کا اطلاق جس کی بنا پر انھوں نے ہندوستان کی مرکزی عارضی حکومت میں برابر کی نمائندگی کا مطالبہ کیا تھا۔ اُس پاکستان پر بھی کیا جائے تو پاکستان کی حکومت میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی نمائندگی برابر ہوگی۔

(ہندوستان انفر مورٹھ ۱۰ نومبر ۱۹۴۵ء)

یہ چالیس فیصد کی نسبت اُس فیڈریشن میں ہوگی جو مسلم اکثریت کے صوبوں سے ترتیب دیا جائے گا صوبائی حکومتوں میں یہ تعداد اور بھی بڑھ

جائیگی کیونکہ اخبار مشورہ مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۵ء کے شائع کردہ اعداد شمار کے بموجب بنگال میں غیر مسلم آبادی ۳۶ فیصدی ہے اور پنجاب میں ۳۲ فیصدی اور آسام میں ۶۷ فیصدی۔ سرحد۔ سندھ۔ بلوچستان میں اگرچہ غیر مسلم آبادی ۵ فیصدی سے ۲۷ فیصدی تک ہے مگر ان تینوں صوبوں کی کل مسلم آبادی چوتھ لاکھ پچیس ہزار ہا دن ہوتی ہے۔ یہ مجموعی اعداد پنجاب بنگال اور آسام کی تقریباً دس گروڑ آبادی میں شامل ہو کر مسلمانوں کی تعداد کو زیادہ سے زیادہ ۶۰ فیصدی تک پہنچا سکتی ہے۔ یہ چالیس فیصدی کی اقلیت کسی وقت اور کسی صورت میں بھی نظر انداز نہیں ہو سکتی۔ اور جبکہ دولت۔ ادا اندونی نظم میں یہ تعداد مسلمانوں کے بعد چھانٹتی ہو تو اس پاکستان کو اقتصادی طور پر اپنی مرضی کا مایع بنائے رکھے گی۔ اور سیاسی لحاظ سے بھی اس پر حکومت پاکستان کے حصول کے لئے انگریزی اقتدار کو حیات جاوید بخشدینا اگر ضرورتی نہیں تو اور کیا ہے۔

اندرون ہند برطانیہ کی سامراج پالیسی

برطانیہ کی بیرون ہند پالیسی کے مطالعہ کے بعد اس کی وہ پالیسی بھی خاص طور پر قابلِ لحاظ ہے جسکو وہ اندرون ہند اختیار کئے ہوئے ہے اور جس کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ استعمار مرکز۔ یا دو قوموں کا خدا نہیں ہے مسلمانوں کے رجحانات و جذبات کی تفسیر جو گروہ مسلمانوں کے ذہن اور دماغ کی پیداوار نہیں اور حقیقت میں وہ برطانیہ کا فنانس اور تفریق انگیز پالیسی کی ایک ترقی یافتہ نذر ہے۔ یہ حقیقت حرایں ہو چکی ہے کہ برطانوی سامراج کا سنگ بنیاد و جڑیں ہیں۔ (۱) ہندوستان میں ہندی قومیت کا فقدان۔ پروفیسر سیٹلے نے لکھا تھا۔

اگر ہندوستان میں متحدہ قومیت کا کمزور جذبہ بھی پیدا ہو جائے اور اس میں اجنبیوں کے کھانے کی کوئی عمل راج نہ بھی ہو۔ بلکہ صرف اس قدر احساس عام ہو جائے کہ اجنبی حکومت سے اتحاد عمل ہندوستانیوں کے لئے خطرناک ہے تو اسی وقت شہنشاہیت کا فائدہ ہو جائے گا۔ کیونکہ ہم درحقیقت ہندوستان کے فاتح نہیں ہیں اور نہ ہم اُن فاتحانہ حکمرانی کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس طرح کی حکومت کرنی بھی چاہیں گے تو اقتصادی طور پر قطعاً برباد ہو جائیں گے۔ (اکسپنشن آف انگریز متحدہ قومیت صفحہ ۱)

سر جان مینڈرڈ نے ایک اخبار میں لکھا تھا۔

ہندوستان میں فائدہ جتنی کی طرف رجحان موجود ہے جس کا ایک نمونہ ہندو مسلم عداوت ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ یہ رجحان نہ ہوتا تو پوری حکومت نہ تاخر ہو سکتی نہ برقرار رہ سکتی۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ہندو مسلمانوں کے مابین عام مخالفت برطانیہ کے عہد میں شروع ہوئی برطانیہ سے پہلے بھی ظالم مسلمان گزشتے میں جنہوں نے کبھی غیر مسلمین پر جبر نہ کیا اور کبھی گائے نہ ذبح کرنے پر مجبور نہ ہوئے جس سبب سے ان میں یہ واقعات گاہے گاہے پیش آتے تھے خبر ظلم کا جھل کھینے سے پہلے عوام میں مذہبی افتراق کا احساس نہ تھا۔ اور خواہ ہندو ہوں یا مسلمان دونوں ایک ہی عہد میں محروم پرستش رہتے تھے۔ (ماخوذ از ان پی پی انڈیا صفحہ ۳)

تفرقہ انگیزی

لارڈ آفشن۔ گورنر بمبئی نے ۱۹۵۵ء میں تحریر کیا تھا۔ اتفاقاً حال کی حکومت کے ناراضیوں کا اصول تھا۔ اور یہی اصول ہمارا بھی ہونا چاہئے۔ (ان پی پی انڈیا) ایک اور انگریزی افسر۔ کارنیکس نے ۱۹۲۷ء میں لکھا تھا ہندوستان میں ہادی حکومت کے ہر سینے خواہ وہ خارجی تعلقات سے واسطہ رکھتا ہو یا داخلی اور عربی نظم و نسق سے یہ اصول ہمیشہ نافذ رکھنا چاہئے کہ تفرقہ ڈال دو۔ اور حکمران کی حکومت خود مختاری

نہ ۱۹۵۷ء) ان دو اصولوں کی روشنی میں سامراج کے کارناموں پر ایک نظر ڈالئے۔ ہندوستان کی صحیح تاریخ سے واقفیت رکھنے والا شخص اگر دولت انصاف سے شرم نہیں تو وہ لائٹل احزاب کے لئے گارہ جہاد و حریت خط ۱۹۵۷ء تک ہی انتخابات کا وجود نہ تھا۔ قوموں میں بغاوت شروع ہوتی تو ہر مقام کے سپاہی اپنی بغاوتوں میں الگ الگ گروہی کے معزول اور صطل بادشاہ کی طرف دوڑ پڑے۔ ہندو سپاہی بہادر شاہ کی بے جگہ تھے۔ مولانا صاحب نے کان پور میں انگریزی حکومت کو ختم کرنے کے بعد بہادر شاہ خٹہ شاہ ہند کی سلامی کے طور پر ایک نو ایک توپیں واپس۔ کنورنگشیش سنگھ (بہار) جہان کی کشمی بانی (جھامی) بیٹے بہادر مرد اور توپیں اس جنگ آزادی کے نمایاں سپہ سالار تھے۔ ۱۹۵۷ء کے واقعات نے برطانوی کارکنان حکومت کو فخر انگیزی کے اصول پر عمل کرنے کے لئے بہت زیادہ مستعد اور مست کردیا۔ اس اصول پر پہلا عملی کارنامہ بیکون کوئٹہ کے کورس میں داخل کرنا تھا۔ یہ خدمت اگرچہ بہتر نہیں تھی مگر بڑی۔ سینڈنارہ گورنٹ (ہند) ۱۹۵۷ء میں اس انجام دے چکے تھے۔ گورنٹ تک اس نے ذہن کو منس نہیں کیا تھا۔ ۱۹۵۷ء میں مین نیشنل کانگریس قائم ہوئی۔ اس جماعت کا محرک اڈل اگرچہ ایک خیر اندیش اگر نہ تھا مگر اس جماعت کے دوسرے اجلاس ہی میں طے کر دیا کہ ایک ایسی جماعت تربت کی جائے جو اسے حالات کی اصلاح اور ترمیم کرانے میں یکجہت ہو جو ہندوستان کو انصاف سے پہنچانے والے اور غیر منصفانہ ہوں اور اس بنا پر ان کو متحدہ قوم کیا جائے۔ اس قسم کی متحدہ قوم اس اصول کے مخالفت تھی جس پر برطانوی سامراج کی بنیاد قائم کی گئی تھی لہذا دوسرے اجلاس کے بعد سے ہی مین نیشنل کانگریس کی مخالفت شروع کرادی گئی۔ اور اگست ۱۹۵۷ء میں مللی گڑھ میں۔ یونائیٹڈ نیشنل بیمر بلک ایسوسی ایشن اپنی جماعت مہمان وطن قلم کی گئی مقصد صرف یہ تھا کہ کانگریسی خیالات کی تردید کی جائے اور اس کے نشوونما کو ہر ممکن صورت سے دایا جائے۔ اس انجمن میں ہندو کلم دونوں شریک تھے۔ اور اس نے یونائیٹڈ کانفرنس اس کے ساتھ برعادو کیا تھا۔ مگر صورت بھی ناکافی سمجھی گئی۔ اور ۱۹۵۷ء میں ایک دوسرا نشوونما چھوڑا گیا۔ سرانوئی میکڈانل اگنیشن گورنٹ منوبندہ نے ایک گشتی حکم اس مضمون کا جاری کیا کہ عدالتوں اور کچہریوں میں ہندی حروف میں لکھی ہوئی۔ در خواستیں لی جا سکیں گی۔ اس حکم پر ہندو لوگوں کی طرف سے گورنٹ کے شکریہ کے بدلے اور مسلمانوں کی طرف سے انہماک ناراضگی کے بدلے منقہ ہونے لگے اور ہندو کلاموں میں بدلائی ہوئی یہ بدیہی اور فرقہ پرستانہ عقائد کی تعبیری کے لئے مسلمانوں کو ایک علیحدہ قوم قرار دیکر جداگانہ انتخابات کا مطالبہ کرنا ضروری تھا مگر یہ حکم سوخت نہ ہو جائے۔ جداگانہ انتخاب سے متعلق بھی اس نے اہمیت وہ تمام دلائل پیش کئے جاتے تھے۔ جو آج دو قوم کی پیوری سے متعلق سرخشاہ اور ان کے ہوا پیش کر رہے ہیں۔ اس وقت ایک خیال یہ تھا کہ مسلمانوں کی ششیں محفوظ کر دی جائیں اور انتخاب محفوظ ہے۔ مگر جو ابام شکلی کی جڑوں سے خود ساختہ بہانوں قوم کے دونوں پرانوں جو چکا تھا۔ اس نے اس اشتراک کو بھی جائز نہیں قرار دیا۔ جس طرح پاکستانی تحریک کے متعلق گورنٹ کا کوئی بیان مخالفت ہوتا ہے کوئی نم ہوا حق تاکہ حقوق طلب میں اضافہ ہو اور مسلمان استقلال قوم اور استقلال مرکز کو دائمی بنانا مطالبہ قرار دیکر اپنے جذبات کو اس معنوی مقصد کے لئے وقف کر دیں۔ اسی طرح جداگانہ انتخاب کی یہ استدعا کچھ عرصہ سے دل کے خوالہ ہی اور کچھ بزرگ رعایت و لوازش منظور فرمائی گئی۔ لیکن اس جداگانہ انتخاب نے بدیہہ منافرت میں مزید اضافہ کر دیا۔ ہندوؤں کو مسلمانوں سے بے نیاز کر دیا الیکشنوں کا کیا پان اٹھی لوگوں کے لئے مخصوص کر دیں جو ہندو مسلم منافرت میں پیش پیش ہوں انتہا یہ کہ انتخاب میں کامیابی کے لئے وزارتوں اور عہدوں کے حریفوں نے مسجدوں تک کو شہید کر دیا۔ مسجد شہید کج کا واقعہ اس جداگانہ انتخاب کا شرمناک نتیجہ جس کی حقیقی وجوہات مام غور پر مشہور ہو چکی ہیں۔ کانگریس کی قرائنوں نے فرقہ وارانہ ذہنیت کے بجائے ملکی فدایت کا دفاع اس ذریعہ پر عمارا ہے کہ مہمہ دیا جیسا اس کے سامنے سرگرم ہوئی۔ شہرہ یکنسوں میں سلم بلک کو بھی اس وقار کے سامنے جھکا پڑا اور سرخشاہ کو ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ جیتے ہمار ہند کا سامنا نہیں تو ہم بدیہہ کا فروغ بر ملائی سامراجی پالیسی کے لئے پیغام موت ہے۔ لہذا سیاسی و تنظیمی

ایک گفتار کیا گیا اور وہ نظریہ پاکستان کی مخالفت ہے۔ جس کی تحقیق لندن کے بزنس میں ایک عرصہ شیر ہو چکی تھی۔ استقلال قوم اور استقلال مرکز اس نظریہ کی ایک خوبصورت اور دغرب تعبیر ہے۔ اگر برطانوی سامراج اس نظریہ سے اتنا ہی بیگانہ اور بے تعلق ہے جتنا ایک غائب یا جاہل ہے تو کیا وہ بے کہ تاہم رمانیت اس نظریہ کے پرستاروں کے ساتھ مخصوص ہیں اور اس کے مخالفین معمولی مراعات سے بھی محروم۔ صرف دینی تحریں تقریباً ایک درجن آدمی اور دیگر بڑی اقلیات اسی نظریہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اور عیسوی علماء ہند جو اس نظریہ کی مخالفت ہے اس کو ایک اخبار کی اجازت بھی نصیب نہیں ہوتی مرکز کا کل کے اکشن ختم ہوتے ہیں ہر ایک مسلمان بلکہ ہر ایک ہندوستانی اپنے علم اور اپنے مشاہدہ کی شہادت سے فیصلہ کرے کہ ہر کاری عہدہ دار ملازم، ٹیکسیڈر، زمیندار، غرض تمام سرکار پرست افراد اور عیسوی خیال کے حامی رہے اور ان کے مخالفین کے سے کیا کیا کام میں نہیں پیدا کی گئیں۔ کیا ان تمام مشاہدہ اور تجربات کے بعد بھی اس فیصلہ میں تردد نہ لگے گا گفتار ہے کہ استقلال قوم اور استقلال مرکز کی ضد۔ انگریزی و ڈیو می کے تاریک گنبد کی صد گھنٹ ہے۔ جس سے صرف سامراج کا نالہ ہے مسلمان اگر اس کی حمایت کرتے ہیں تو سراسر فریب خود کو اور نادانی ہے۔ اور ہیں۔

مسئلہ قومیت

مسئلہ قومیت | گلکرسٹ - پھلی وغیرہ جو بین سیاست کے ماہرین نے نیشن (قوم) کو صرف مذہب میں تضام نہیں رکھا۔ بلکہ تصریح کردی ہے کہ جغرافیائی نسل - یا سماجی حیثیت سے بھی نیشن (قوم) کی تشکیل کی تربیت ہوتی ہے - ہذا رعون نام - قوم کو بااوقات برادری اور نسل کے مراد قرار دیتا ہے جب قوم کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو جواب میں سید - شیخ - برہن - حقیری وغیرہ کہا جاتا ہے - کتاب اللہ میں تقریباً سارے میں سو مقام پر لفظ قوم آیا ہے جس کا اخلاق و مسائل مجاہد سے ہے اور کہیں کہیں جغرافیائی حیثیت سے - بہر حال کتاب اللہ کے احکامات لفظ قوم کو مذہب کا مراد نہیں قرار دیتے - بیشک اسلام نے قبائلی عصبیت کو محکم کر کے انسانی برادری کو دو دستور میں تقسیم کر دیا ہے -

[illegible]

متحدہ قومیت کی تحریک کے صرف اُس پہلو کو تسلیم کر سکتا ہے جو ملک کے لئے آزادی اور اختیارات حاصل کرنے میں مددگار ہو۔ اور ہندوستان کے سماجی مسائل حل کرنے میں معاون ہو۔ لیکن وہ اسے کسی طرح قبول نہیں کر سکتا کہ اپنی قومی ہستی کو ہندوستان کی متحدہ قومیت میں مضیم کر دے۔ وطن اور روٹی کا بہت بگاڑ وہ اُن کی پرستش نہیں کر سکتا۔ یا وطن کو آزاد کرانے اور روٹی کے مسئلہ کو حل کرنے میں کسی سے پیچھے رہنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن ایسی متحدہ قومیت جس میں اُس کا قی و وجود اُس کا خاص تصور زندگی، اُسکی مخصوص تاریخی روایات اُنکے معنی مذہبی شعار۔ اور سیاسی حقوق فنا ہو جائیں۔ اُس کے لئے کسی قابل قبول نہیں۔ تاہم سلیم لکھ از مرزا آخر حسن صاحب بی۔ لے صفحہ ۵۰ و صفحہ ۵۱ مطبوعہ ممبئی) اُس کے بعد اب متحدہ قومیت کے متعلق حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے ارشادات ملاحظہ فرمائیے۔ شیخ الاسلام مدظلہ العالی اپنے رسالہ متحدہ قومیت اور اسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔ ہندوستان میں سکونت کرنے والی قومیں اور افراد وحیثیت مسکن و وطن بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کو موجودہ برہمنی حکومت نے اپنی اغراض کے تحت پامال کر دیا ہے۔ اور ہندوستان کے باشندوں کی زندگی بکھ کر دی ہے۔ چونکہ ان مشترک مفادات کے ضائع ہونے سے سب فنا ہو رہے ہیں۔ اس لئے تمام ہندوستانی متفق ہو کر ان ضائع شدہ حقوق کو حاصل کریں۔ اور اس برہمنی قوم کے جوئے کو اپنے کھجوروں اور گروہوں سے اُٹا بیٹکیں۔ اُن کے لئے متحدہ جدوجہد ہو۔ اور تمام ہندوستانیوں کے ملکر اور مشترک مفادات کے لئے ترقی کی راہ کھل جائے۔ یہ مقصد متحدہ قومیت سے ہے (صفحہ زیر عنوان۔ ہندوستان کے لئے) اوہل) اس کے بعد زیر عنوان قومیت کے مجوزہ معنی تحریر فرماتے ہیں۔ ہمارا متحدہ قومیت سے اس جگہ وہی متحدہ قومیت ہے۔ جس کی بنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ میں ڈالی تھی۔ ہندوستان کے باشندے خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں بحیثیت ہندوستانی اور متحدہ وطن ہونے کے ایک قوم ہو جائیں۔ اور اُس برہمنی قوم سے جو کہ وطن اور مشترک مفاد سے محروم کٹی ہوئی گونا گورہی ہے۔ جنگ کر کے اپنے حقوق کو حاصل کریں اور اس ظالم و بے رحم قوت کو کھال کھال کی زنجیروں کو توڑ پھوڑ دیں۔ ہر ایک دوسرے سے کسی مذہبی امر میں تعرض نہ کرے بلکہ تمام ہندوستان کی بسنے والی قومیں اپنے مذہبی اعتقادات۔ اخلاق۔ اعمال میں آزاد ہیں اپنے مذہبی رسم و رواج۔ مذہبی اعمال۔ اخلاق آزادی کے ساتھ عمل میں لائیں اور جہاں تک اُن کا مذہب اجازت دیتا ہو۔ امن و امان قائم رکھتے ہوئے اپنی اپنی نشر و اشاعت بھی کئے رہیں۔ اپنے اپنے پریشل لا بکچر و تہذیب کو محفوظ رکھیں نہ کوئی اقلیت دوسری اقلیتوں اور اکثریت سے ان اُمور میں دست درگیاں ہو اور نہ اکثریت اس کی جدوجہد کرے کہ وہ اقلیتوں کو اپنے اند میں مضیم کرے (متحدہ قومیت صفحہ ۵۲)۔

مشرعہ العزیز اور مولانا حسین احمد صاحب کے ارشادات کے مطالعہ کے بعد آپ نے جس تسلیم کر بیٹھے کہ قول کے لئے عمل نکھارنے کے لئے کہ در لازم اور ضروری ہے ارشادِ ربانی ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا ما لا تفعلون۔ کہو مقتدا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون ۵۔ (ترجمہ) اے ایمان والو کیوں وہ باتیں کہتے ہو جو کرتے نہیں اللہ کے نزدیک یہ بات بہت زیادہ مخفی عتاب ہے کہ تم وہ باتیں کہو جو کرو نہیں۔ مشرعی العزیز نے ہولیک کے پلیٹ نام پر کہا اُس کا کوئی عمل ثبوت نہیں دیا۔ اور حضرت شیخ الاسلام اور آپ کی جماعت کا برم ہی یہ ہے کہ وہ جو کہہ سکتی ہے اُس سے زیادہ کہتی ہے (رحمہم اللہ علی ذالک) کیا سر عبد العزیز اور اُن کی پوری جماعت سے بڑھ چکے کی آزادی کے لئے کبھی کوئی قدم اٹھایا ہے۔ کوئی جنبش کی۔ روٹی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے کوئی اقدام کیا۔ جیتے علماء ہند اور اُس کے صد محترم کا جرم ہی یہ ہے کہ اُنہوں نے تحفظ شریعت کے ساتھ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ گوارا نہیں کیا کہ مسلمان روٹی کا مسئلہ حل کرنے میں کسی کے پیچھے رہیں۔ یا کسی سے پیچھے رہیں۔ اس کی تاریخ ماضی شاید ہے کہ ہر ایک موقع پر ہر ایک صورت حال پر قرآن و احادیث فقہ کی روشنی میں اُس نے مکمل طور پر غور و غوض کرنے کے بعد ایک لمحہ عملِ مشرب کیا اور پھر آثار و قرآنی

اور افتاد علی اللہ کا روشہ گراں قدر دیکر راہ نوری شروع کر دی البتہ یہ خصوصیت صرف مسلم لیگ کے لئے مخصوص ہے کہ ہندوؤں کے مظالم کا شریک ہر عوام کے جذبات میں حرکت پیدا کی اور جب اسی اجلاس پٹنہ کے سوئے پر عوام کے متحرک جذبات نے علی اڈام کا مطالبہ کیا تو ایک تجویز کے ذریعہ وزارت اکیشن اور علی مذاہر کا مجلس عاملہ کو اختیار دیدیا۔ اُس کے بعد آج تک کانگریس مظالم کا شور نہ مارتی ہے۔ مگر تجویز کا مفہوم بھی یگانہ بہلاروں کے راجنیں نہ رہا ہوگا۔ اس کے ماسواہ جماعت میں کاروز و شب اعیار مست اور اتباع شریعت میں صرف ہوتا ہو۔ جس کا دوا ہی بحث موضوع ہے ہو کہ کوئی مافصل سنت کے مطابق اور شریعت کے موافق ہے۔ کونسا مخالف جو ہر ایک رحم کو اور ماضیت کے ہر ایک روح کو شریعت عمار کے اصول پر پرکھنے کی مادی ہو جو کچھ اور تہذیب کے باب میں ہر ایک جدت سے علما اور فہم متغیر ہو۔ اور قدامت پسندی کی یہاں تک مادی ہو کہ دنیا نویت اور تنگ نظری کا انتخاب انھیں دعویداران تحفظ کچھ کر جانب سے دیا جاتا ہو۔

اُس نے تحفظ ملت۔ اعیار مست۔ اتباع شریعت کے مقاصد کے لئے تمام ہندوستان میں انجمن اور مجالس کا جال پھیلا رکھا ہو۔ ہر ایک ضلع میں وہ درگاہیں قائم کر لی ہیں۔ جو بنالان اسلام کو نہ صرف یہ کہ پابند شریعت بنائیں۔ بلکہ اُن کی وضع قطع اُن کے مذاق اور اُن کے تمام جذبات کو شریعت عمار کے سانچے میں ڈھال دیں۔ ایسی جماعت کے متعلق کوئی انصاف پسند کبھی بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ وہ ایسی متحدہ قومیت کی خواہاں ہو سکتی ہے جس سے سربراہ غریب نے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ کانگریس وزارت کے دور میں ہر ایک راجا و راجا عالم تحریک شروع کی گئی۔ تو کیا یہی مولانا امین احمد صاحب اور اُن کے رفقاء تھے جنھوں نے ناموس معاہدہ کی عزت و حرمت کے لئے سخت ترین قربانیاں پیش کیں۔ ورنہ یاد دیکھ۔ وارو حال کی تعلیم صوبہ بہار میں اوقات پر حاصل لگائے جانے کی ایک دم وغیرہ وغیرہ کے متعلق جو فدا انجام دیں اُن کا ذکر طویل ہے (رسالہ جمعۃ العلماء کیلئے) میں اُن کی حقیر کیفیت بیان کی گئی۔ اور اگر شریعت بل۔ فاضل اور مسلم فاضل کو خودی لگ مبران اسلی مستور نہ کر لے تو آج تمام ہندوستان میں ایک ایسی نظم و نظام ہو جاتا جو حکم شریعہ اور دارا القضاء وغیرہ کے قیام میں سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتا۔ اور گلام سدھار کے سلسلہ میں جن سو ہوشمذرات کا اظہار کیا جا رہا ہے اُن سب کا سدباب ہو جاتا۔ گرا فوس ہیئت علماء کی ان تمام فدا کے باوجود وہ بطرح قابل طعن ہے۔ اور مسلم لیگ ان تمام بد اعمالیوں کے باوجود حق تعالٰی۔ بہر حال حضرت شیخ الاسلام مظہر العالی جن متحدہ قومیت کو پسند فرماتے ہیں وہ ایسی متحدہ قومیت ہے۔ جو قائمین اور نہ عدا لیگ کے نزدیک بھی جائز اور درست ہے۔ اور اتحاد قومیت کا جو یہ شرط ناگ ہے۔ اُس سے نہ صرف انتساب و احتیاط کا دعویٰ ہے بلکہ اُس کے متعلق قابل اطمینان شخص۔ اور نیز تجریش جدوجہد جاری ہے۔ ہم دہلیان بحث کو دس اہرار مولانا محمد علی صاحب جوہر (شیخ الاسلام کے رفیق زندان کراچی) اور پیچھے دوست) کی تجویز سے مرصع کرتے ہیں۔ جو آپ نے رائے ڈھیل کانفرنس میں ارشاد فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا ایک لفظ میں مسلمانوں کی پوزیشن کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ مذہب میرے خیال کے مطابق حیات انسان کی تشریح کا نام ہے۔ میرے پاس ایک تمدن ہے ایک مضابطہ اخلاق ہے۔ زندگی کا ایک نظریہ ہے۔ اور حیات اجتماعی کے لئے مکمل نظام ہے جس کو اسلام کہتے ہیں۔ فدائے برتر کے حکم کے سامنے میں ازل مسلمان ہوں۔ وہم مسلمان ہوں اور آخر مسلمان ہوں اور سوائے مسلمان کچھ نہیں ہوں۔ اگر ترجمہ سے اپنی قوم اور اپنی سلطنت میں اس نظام اس مضابطہ اخلاق اور اس شریعت کو چھوڑ کر شریعت کو کوہنگے تو میں اس کے لئے تیار نہ ہوں گا۔ میرا پہلا فرض ہے اپنے خالق کی جانب سے جو مجھ پر مائدہ ہوتا ہے۔ اور میری ڈاکٹر کو مجھے کا خیال ہے۔ اور عجمان تک اس فرض کا تعلق ہے۔ اُن کو پہلے ہندو ہونا چاہئے۔ اور کچھ پہلے مسلمان لیکن جن امور کا ہندوستان سے تعلق ہے۔ میں اول ہندوستانی ہوں۔ وہم ہندوستانی ہوں۔ اور آخر ہندوستانی ہوں۔ اور ہندوستانی کے سوا کچھ نہیں میں ان سادی الساخت دائروں سے متعلق رکھتا ہوں جن کے وہ مرکز

ایک ہندوستانی دوسری دنیا اسلام -

(مدینہ منورہ ۲۲ فروری ۱۹۴۷ء)

سر محمد علی جناح صاحب کو یہ بری دفاع اور یہ لطافت طبع تو کہاں نصیب تاہم قیادت عقلی کے ماضی مائیں سے چیز ہر تہ کے بنیاد لکھتے
کے بعد اپنے مذاق کی تعریف کرتے ہوئے اپنے خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا تھا: "جو دہلی کے متعلق کو حلی نظریہ اس حقیقت کو ہندی
مسائل کے مابین ہم سب کے لیے نہیں کر سکتا۔ ہندوستان ہم سب کی پہلی اور آخری منزل ہے۔" (تاریخ مسلم لیگ ص ۱۲۵۔ خطبہ صدارت)
بجلاس لکھتے۔

دو قوموں کا نظریہ

(TWO NATION THEORY)

موضوع بحث

مذکورہ بالا تین مقال کے بعد ہم مجتہد علامہ ہند کے ایک ذمہ دار رکن کا بیان مدینہ کے حوالہ سے درج کرتے ہیں جس سے معلوم
ابوالکلام آزاد کا نظریہ بھی واضح ہو جائیگا نیز موضوع بحث کے معنی میں سہولت ہوگی۔ بار بار قوم پرست مسلمانوں کو معین
دیا جا رہا ہے کہ وہ دو قوم کی تعمیری کے مخالف ہیں۔ حالانکہ اگر عدل و انصاف کے پیمانہ کو ہاتھ سے نہ رکھ دیا جادے تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ مسلم لیگ
اور اُس کے قائد اعظم اور اُن کی باتوں پر چین اعتقاد رکھنے والے حضرات نے یہ غلط پروپیگنڈہ صرف اس لئے کیا تاکہ مسلم عوام کو مذہب کے نام پر فرقہ گرانہ
مردم کا کرپانے سیاسی اقتدار کو کمند کیا جاسکے ورنہ تو بڑی صاحب (ابوسعید صاحب بڑی۔ سابق ایڈیٹر اخبار مدینہ منورہ) خود اس کے لئے شاہد عدل ہیں کہ
کانگریسی دور میں بڑی صاحب نے جب مولانا آزاد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے بعض شکوک و شبہات کو اس سلسلہ میں قیامت متحدہ کا
مسئلہ بھی آیا تھا۔ اور مولانا نے اُنہی احوال سے فرمایا تھا کہ اس سلسلہ میں تو دو درمیان ہیں کہ مسلمان اور ہندو علماء و کلمہ اور ثقافت و دھرم
تو ہیں۔ اور یہی ہے۔ لیکن اپنے ملک کو آزاد کرنے اور اپنی حکومت کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے جو فیض یا دفاع انڈین نیشنل کانگریس
کی جانب سے بصورت پر امن جنگ جاری ہے اس نقطہ نظر سے بلاشبہ ملک کے مختلف مذاہب اقوام سب ایک قوم ہیں۔ اور اس دفاعی
قیامت متحدہ کو کانگریس قوم کہتی ہے۔ اور اگر وہ یہی کہے تو آزادی خواہ مسلمان اس سلسلہ کی صرف اتنی ہی حقیقت سمجھتے ہیں۔

(مدینہ منورہ ۲۲ فروری ۱۹۴۷ء ص ۱۲۲)

اس تحریری بیان سے جو نہایت مستند ہے واضح ہو جاتا ہے کہ موضوع بحث یہ نہیں کہ مسلمان اور ہندو دو قوم ہیں۔ یا ایک قوم۔ بلکہ موضوع بحث
یہ ہے کہ (۱) آیا برطانوی سامراج کا پانچواں استبداد کو توڑنے اور موڑنے کے لئے۔ ہندو مسلمان ایک قوم کی طرح مشترکہ جدوجہد کر سکتے ہیں یا نہیں (۲)
یا ہندو مسلمان کو دو قوم قرار دے کر تقسیم ہندوستان کا مطالبہ مسلمانوں کے لئے مفید ہے یا تباہ کن۔ جہاں تک سوال کا تعلق ہے تو خود ہی حضرات کے
مذکورہ بالا اقوال اُس کے جواز اور اُس کی درستگی کی شہادت دینے کے لئے کافی ہیں۔ انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد پڑنے کے بعد سے آج تک سیکڑوں
علماء کے فتاویٰ اس کے جواز کے متعلق بار بار شائع ہو چکے ہیں۔ ایک انصاف پسند کے لئے وہ بہت کافی ہیں۔ جدوجہد کی ضرورت نہیں۔ سب
دوسرا مسئلہ یہی دو قوم قرار دے کر تقسیم ہند کا مطالبہ تو اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اگرچہ قیمتی سے لیگ نے اس نظریہ کو اپنایا ہے۔
مردود حقیقت مسلمانوں کے لئے تباہ کن ہے۔

اس نظریہ کے بموجب اسلام اور قوم تقریباً مرادف ہو جاتا ہے۔ اسلام اور قوم کو ہم معنی اور مساوی مانتے ہیں سب سے پہلی مذہبی جماعت یہ لازم آتی ہے کہ اعمال اور عقائد کا سوال قطعاً ختم ہو جاتا ہے۔ اور لفظ اسلام لفظ ہندو کی طرح ایسا ہمہ گیر اور عام ہو جائے کہ اُس کی کوئی جامع مانع تعریف نہیں رہ سکتی۔ سرسید نے صفر پنجاب میں ہندوؤں کو خطاب کرتے وقت فرمایا تھا "آپ نے جو لفظ اپنے لئے ہندو کا استعمال کیا ہے وہ سیری رائے میں درست نہیں کیونکہ ہندو سیری رائے میں کسی مذہب کا نام نہیں ہے بلکہ ہر ایک شخص جو ہندوستان کا رہنے والا ہے اپنے آپ کو ہندو کہہ سکتا ہے۔ بس مجھے نہایت انمول ہے کہ آپ مجھ کو باوجودیکہ میں ہندوستان کا رہنے والا ہوں ہندو نہیں سمجھتے۔"

(صفر نامہ پنجاب سرسید صفحہ ۳۹) (جوالہ روشن مستقبل صفحہ ۳۷) صبح سوم

اسی طرح اسلام بھی اُن مخصوص عقائد کا نام نہ رہے گا جو علما حق کے نزدیک صحیح ہیں۔ اور قرآن دست سے ثابت ہیں بلکہ ہر وہ شخص جو مسلم گھرانے میں پیدا ہوا خواہ عقیدہ کچھ بھی رکھتا ہو اور خواہ وہ کہو مسطور کی طرح منکر خدا جو مسلم حقوق کا مالک ہو گا اور مسلم معاشرت کا مساوی طور پر حصہ دار اور پھر اگر خدا نخواستہ پاکستان بن گیا تو ہر پاکستانی مسلم کہلائے گا جس طرح سرسید کا مطالبہ تھا کہ ہر ہندوستان کو ہندو کہا جائے۔ ایسے ہی ہر پاکستانی مسلمان کہلائے گا۔ خواہ عقیدہ کچھ ہو باغداد دیگر ایک برہمن برہمن ہے۔ ایک کھتری کھتری ہے۔ ایک ویشی ویشی ہے۔ خواہ عقیدہ اور عمل کچھ بھی ہو ایک جرن۔ جرن ہے۔ ایک فرانسسی فرانسسی ہے کیونکہ جرن یا فرانسسی مینش سے تعلق رکھتا ہے عمل اور عقیدہ خواہ کچھ ہو اسی طرح جو مسلم مینش سے تعلق رکھے گا مسلم کہلائے گا خواہ عمل اور عقیدہ کچھ ہو۔ آج سطر جناح مفتی کی حیثیت اختیار کر کے مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور مولانا آزاد اور پاکستان کے مخالفین کے یہ ایمان کہ رہے ہیں۔ سطر جناح کی یہ حیثیت اسی نتیجہ بد کی جھلک ہے۔ پھر یہ ایک عجیب عطف ہے کہ ایک طرف یہ دعویٰ کہ اسلام غیر انسانی اور نسل کی تمام ہندوؤں کو توڑ کر ہمہ گیر اور عالمگیر مذہب ہے اور دوسری جانب اُس کو پاکستان کی جغرافیائی حدود میں محدود کر دیا جائیگا۔ یہ حد بندی تبلیغی نقطہ نظر سے بھی انتہاء جہ غلط ہوگی کیونکہ اس صورت میں ہندو ہندوستان کے کسی ہندو یا عیسائی کو اسلام کی دعوت دینے کے یہ معنی ہوں گے کہ آپ پاکستان بننے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اُس کی شکل ایسی ہوگی کہ ایک برطانوی کو جرن مینش اور جرن مینش میں داخل ہونے کی دعوت دیکھائے۔ یہ حال اگر جغرافیائی حیثیت نمایاں ہوگی تو یہ تباہ کن نقصان لازمی ہے اور اگر مذہبی حیثیت ابھری رہی تو جب مذہب پر مبنی کامدار ہوگا۔ اور بحیثیت مینش ملک کی تقسیم ہوگی تو ہندوستان صرف دو حصوں میں ہی تقسیم نہ ہوگا بلکہ ہر ایک حصہ میں درجنوں حصے بنیں گے اور اس کا بیشتر نقصان خاص پاکستانی طاقتوں کو اٹھانا پڑے گا۔ آف سکہ۔ عیسائی۔ پارسی وغیرہ ہندوستان کے بنیاد مذاہب داؤں کو مطالبہ تقسیم سے کیا چیز سب کر دیگی۔ اور جب مذہبی بنیاد پر مبنی تقسیم ہوئی تو یہ صرف مروجہات ہی تک کیوں محدود رہیگی۔ ہر ایک یونسلٹی اور ہر ایک ڈسٹرکٹ بورڈ میں تقسیم ہونی چاہئے۔ مسلم مسلم اور ہندو ہندو اور سکھ سکھوں اور ہواشن سے جدا ہوں اور ہر ایک کی ملحدہ یونسلٹی ہو۔ ملحدہ ڈسٹرکٹ بورڈ ہو۔ اس تقسیم تقسیم میں کسی کا فائدہ ہوگا اور کسی کا نقصان۔ یہ چیز آج غور کرنے کی ہے۔ نقصان سراسر مسلمانوں کا ہوگا جن کے سرووں میں ۲۵ء اور ۶۵ء فیصدی غیر مسلم ہوں گے اور فائدہ ان کا ہوگا جن کے ایک منکر۔ سران میلکم کا ارشاد ہے۔ اس قدر وسیع سلطنت میں ہماری غیر معمولی قسم کی حکومت کی حفاظت اس امر پر منحصر ہے کہ ہماری جو جڑی جڑیں ہیں انکی عام تقسیم ہو اور پھر ہر ایک جماعت کے کوئی مختلف ذاتوں اور فرقوں اور قوموں میں ہوں۔ جب تک یہ لوگ اس حریف سے جدا نہیں گئے اُس وقت غالباً کوئی بناوٹ اور حکمرانی قوت کے استحکام کو متزلزل نہ کریگی۔

(عہد کشمیری کی تاریخ تعلیم از منیر جاسو صفحہ ۱۷۰ بحوالہ شاندار ماضی و روشن مستقبل صفحہ ۳۷)

بہر حال یہ برطانوی ڈپلومیسی کسی قدر حیرت انگیز ہے کہ مسلمان بچے پاؤں پر کھباڑی مار رہے ہیں اور اس قدر وارنٹ ہیں کہ اس پر بادی کو آبائی سمجھ رہے ہیں۔ (والی اللہ والشکلی)

ایک اہم سوال نوٹیشن (دوقوم) کے اصول پر اگر تقسیم کا مطالبہ ہو سکتا ہے تو یہ بھی تو ممکن ہے کہ اسی اصول کے بموجب مرکز میں مساوی نمائندگی کا مطالبہ کیا جائے جیسا کہ نواب زادہ اور دیپال نارولالین ہندو مسلمان دونوں کے لئے چالیس چالیس فیصدی نمائندگی ملے گی تھی۔ اس صورت کو قطعاً نظر انداز کر کے تقسیم ہند کے مطالبہ پر کیوں زور دیا جا رہا ہے کیا یہ واقع اس حقیقت کو روشن کرنے کے لئے کافی نہیں کہ (کوئی مشنری ہے اس پر دُر زحکاری میں)۔

شاہراہِ ستقیم

پاکستان کے ہمہ مطالبہ نے (۱) ہندو ہندوستان کے تقریباً تین کروڑ مسلمانوں کو صرف ایک معاہدہ کا اطمینان دلایا جو پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ہو گا اور انھیں ایک ہندو ہندوستان اس کا استاخمناج نہ ہو گا جتنا کہ پاکستان کیونکہ ہندو ہندوستان میں مسلم آبادی اوسطاً ۴۵ فیصدی ہوگی اور پاکستان میں غیر مسلم آبادی تقریباً چالیس فیصدی (۲) پاکستان میں جمہوری حکومت کا اعلان کر کے اسلامی حقوق کو خراب میں ۴۴ فیصدی اور بنگال میں ۴۵ فیصدی اور آسام میں ۶۶ فیصدی غیر مسلم کی مرضی پر ملحق کر دیا۔ (۳) پاکستانی اور غیر پاکستانی کی تقسیم کے ہندوستان کی دس کروڑ مسلم آبادی کو درحقوں میں تقسیم کر دیا۔ (۴) تقسیم برہنا مذہب کا اصول قائم کر کے ہندوستان اور بالخصوص پاکستان کو بہت سے حقوں پر مشتمل کر دیا۔ (۵) اقوام ہند میں افتراق و انفصال کی فہم ریزی کر کے متحدہ ہندوستان کی عظیم الشان طاقت کو کمزور کر دیا۔ (۶) بہانہ صرف یہ کہ مرکز میں ہندو اکثریت کے خطرہ سے مسلمان محفوظ ہو جائیں گے ہمارے نزدیک حقوقِ دوقوم کے ہیں۔

(الف) اسلامی حقوقِ شلاہم کا قیام مسلم ملکوں میں قانونِ غربت کا نفاذ وغیرہ۔

(ب) مسلمانوں کے حقوقِ شلاہم ذرائع۔ ملازمین۔ اسیلیوں وغیرہ میں نشستیں۔

پاکستانی علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت کے باعث مسلمانوں کے حقوق کے متعلق تو اطمینان کیا جا سکتا ہے مگر جب کہ حکومت جمہوری ہو اور مسلمانوں کے حامیہ اعلان کے بموجب سوشلزم کی بنیادوں پر نظامِ حکومت ہو تو صرف پاکستانی حیثیت کو اسلامی حقوق کے تحفظ کے متعلق کافی قرار دے لینا ادانی اور مراستادہ لومی ہے۔ بالخصوص اس صورت میں کہ بادشہ بیکر کی فٹ جنگ میں داخل ہو کر کسی اصلاح کے درپے ہوں۔ یا مقصد برادری کر کے ہوں اور اسلام کے خوف باطلہ کو بھی مسلم بیک مساوی حیثیت دے دی ہو۔

تحفظ حقوقِ اسلامی کے سلسلہ میں عینہ ملار امارت شرعیہ کے قیام کی سامی رہی جس کا ایک نمونہ صوبہ بہار میں تحریکِ فلاح کے زمانہ سے قائم ہے نیز وہ اجلاس سہارنپور مقدمہ اگست سلسلہ میں ملے کر چکی ہے کہ جو دستور سامی ہندوستان کے لئے قریب

ہوا اس میں۔ (۱) ہندوستان کی مختلف قوموں کے یکجہ۔ رسمِ خط۔ پیشہ۔ مذہبی تعلیم۔ مذہبی تبلیغ۔ مذہبی آزادی۔ مذہبی عقائد۔ مذہبی اعمال و عبادت گاہیں۔ اوقاتِ آئاد ہوں گے۔ حکومت ان میں مداخلت نہ کرے گی۔ (۲) دستور سامی میں اسلامی پرنسپل لاک حفاظت کے لئے خاص دفعہ رکھی جائے گی جس میں تعزیر ہوگی کہ محاسنِ فتنہ اور حکومت کی جانب سے اُس میں مداخلت نہ کی جائے گی۔ اور پرنسپل لاک شال کے طور پر یہ جزیں نفوٹ میں دیکھ کر کیا گیا

شلا اذکار کمال - غلاق - رحمت - عتد - خیال جلد - تقریب زمین - نفع - عین - مفقود - فقر - وجہ - حسانیت - ولایت - کمال - وبال - وصیت - وقت - وراثت - تکفین و تدفین - قربانی وغیرہ (۳) مسلمانوں کے لئے ایسے مقدمات فیصل کرنے کے واسطے ہیں جن میں مسلمان مالک کا فیصلہ ضروری ہے مسلم تانیوں کا تقرر کیا جائے گا اور ان کو اختیارات تفویض کے جائیں گے۔ پھر (علاں سہارنپور) کی دفع (ب) کے الفاظ یہ ہیں۔ وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہوں گے۔ ان کا مذہب آزاد ہوگا۔ مسلم کلچر اور تہذیب و ثقافت آزاد ہوگی وہ کسی ایسے آئین کو قبول نہ کریں گے جس کی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو۔

حقوق مسلم

پاکستانی اسکیم کے ذریعہ جس قدر حقوق پاکستانی مسلمانوں کو پاکستان میں حاصل ہوتے ہیں۔ جیتے ملا، ہند کی روسے وہ تمام حقوق پاکستانی مسلمانوں کو حاصل ہوتے ہیں اور اس پر تیز اد یہ کہ ہندو ہندوستان کے تہذیب کو مسلمان کسی جدید معاہدہ وغیرہ کے موافق ہو۔ یہ مقصد دار ہوتے ہیں اور مرکز میں بھی ان کا حق مساویانہ رہتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے تجویز کے الفاظ یہ ہیں۔ (ج) ہم ہندوستان میں مسلمانوں کی کمال خود مختاری اور آزادی کے حامی ہیں۔ غیر مسلم امتیازات مسلمانوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرکز کو صرف وہی اختیار ملیں گے جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالہ کریں اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو۔ (د) ہمارے نزدیک ہندوستان کے آزاد صوبوں کا دفاع ضروری اور مفید ہے گماں کیا دفاع اور ایسی مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت کی ملک نوکر (دس کروڑ) نفوس پشیمانی سمان قوم کسی مذہبی اکثریت کے ماتحت نہ رہے۔ آزادی کی طرف سے مسلمانوں کو بھی گوارا نہ ہوگی یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر ہوگی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی، سیاسی اور تہذیبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں۔ تشکیل مرکز کے متعلق جیتے ملا نے ایک تشریح کے ضمن میں چند صورتیں پیش کی ہیں تشریح کے الفاظ درج ذیل ہیں۔ (تشریح ملاحظہ ہو)

تشریح اگرچہ اس تجویز میں بیان کردہ اصول اور ان کا مقصد واضح ہے کہ جیتے ملا، مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حال میں چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔ وہ ہندوستان کی دھاتی حکومت اور ایک مرکز پسند کرتی ہے کیونکہ اُس کے خیال میں مجموعہ ہندوستان مسلمانوں کے لئے یہ مفید ہے مگر دھاتی حکومت کا قیام اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ صوبوں کے لئے حق خود ارادیت تسلیم کر لیا جائے اور دھاتی تشکیل اس طرح ہو کہ مرکز کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے مذہبی سیاسی تہذیبی حقوق پر اپنی محدود اکثریت کے بن بوتے پر تعدی نہ کرے مرکز کی ایسی تشکیل جس میں اکثریت کی تعدی کا خوف نہ ہو۔ باہمی انہام و تقسیم سے مندرجہ ذیل صورتوں میں سے کسی صورت پر یا ان کے علاوہ کسی اور ایسی تجویز پر جو مسلم اکثریت کے حقوق کے اتفاق سے طے ہو جائے ممکن ہے۔

(۱) شلا مرکزی ایوان کے مسروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو۔ ہندو ۴۵ - مسلم ۴۵ - دیگر اقلیتیں ۱۰۔

(۲) مرکزی حکومت میں اگر کسی بل یا تجویز کو مسلم ارکان کی ۲۵ اکثریت اپنے مذہب یا اپنی سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب و ثقافت پر مخالفانہ اثر نہ قرار دے تو وہ بل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہو سکے گی۔

(۳) ایک ایسا پیرامیٹر کوٹ قائم کیا جائے جس میں مسلم اور غیر مسلم کی تعداد مساوی ہو اور جس کے جوں کا توڑ مسلم و غیر مسلم صوبوں کی مساوی تعداد کے ارکان کی کمیٹی کرے یہ پیرامیٹر کوٹ مرکز اور صوبوں کے درمیان تنازعات یا صوبوں کے اجماعی تنازعات یا ملک کی قوموں کے اختلافات کے آخری فیصلے کے لئے تجویز دینے کے ماتحت اگر کسی بل کے مسلمانوں کے خلاف ہونے یا نہ ہونے میں مرکز کی اکثریت مسلم ارکان کی ۲۵ اکثریت کے فیصلے سے

اختلاف کے تو اس کا فیصلہ سپریم کورٹ سے کرایا جائے گا۔

(۴) یا اور کوئی تجویز جسے فریقین باہمی اتفاق سے لے کریں۔
(۵) (محافظہ پور پورٹ اجلاس جمعیت علماء ہند بہار پور)

سرمنہاج نے اعلان فرمایا ہے کہ پاکستانی حکومت سوئٹزرلینڈ پر قائم کی جائے گی۔ پاکستان میں سوئٹزرلینڈ یا کم از کم پاکستانی حکومت کے قیام کے یہ معنی ہوں گے کہ صرف اسلامی حکومت کے امکانات ختم ہو جائیں گے۔ بلکہ یہی شکل ہو جائے گا کہ وزارت میں مسلمانوں کی اکثریت ہو۔ بلکہ اقتصادی اصول پر پارٹیوں کا الیکشن ہوگا اور پارٹی غالب ہوگی۔ اُسی کی وزارت بنے گی خواہ مذہب کچھ بھی ہو لیکن سرمنہاج کچھ وسعت اور فراخوصلگی سے کام لیں اور صرف پاکستان کے بجائے متحدہ ہندوستان میں حکومت کی بنیاد سوئٹزرلینڈ کے اصول پر تشکیل مرکز کی ایک ایسی صورت ہو کہ پورے ہندوستان کے لئے بھی وہ مفید ہو اور مسلمانوں کو بھی اقلیت کی بنا پر جو مذہبی خطرات درپیش ہیں وہ کانور ہو جائیں کیونکہ اس صورت میں پارٹیوں کی نمائندگی مذہب کی بنا پر نہ ہوگی بلکہ سیاسی بدگراںی کے موجب ہوگی اور مذہبی مسائل مرکز کے موقوفہ بحث سے خارج ہو جائیں گے۔ بہر حال تشکیل مرکز کی ایسی بہت سی صورتیں نکال سکتی ہیں جس سے وہ خطرہ قطعاً زائل ہو جائے جسکی بنا پر تقسیم ہند کا مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ آج جبکہ باہمی اشتراک و تعاون سے یکجائی وفاق اور متحدہ سماج بنانے کی لہر تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور جی سے جی مرکزی حکومت

جی اس اشتراک و تعاون کی محتاج ہیں مسلمانان ہند بجائے اس کے کہ وہ افغانستان - ایران - مصر - عراق - شام - فلسطین - حجاز - سائرہ۔
ہند اور عربین جہاں ہندوستان سے بھی زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ اُن سب کو ملا کر ایک ایشیائی وفاق بنانے کی کوشش کریں جس میں مسلمانوں کی حیثیت بہت بلند اور بہت نمایاں ہو بلکہ قیادت مسلمانوں کے حصہ میں آئے۔ وہ خود ہندوستان کو جتنے بخرے کر کے مفتوح اور اپنا بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اس سب سے بھی کہ خود اپنے ہاتھوں ہندوستان میں ایک الشیہ قائم کر دیں کہ اگر ہندو ہندوستان کو سٹ انڈیا ہندوستان خالی کر دے گی تحریک میں کامیاب ہو کر اپنے حقہ کو انگریز کی دستبرد سے محفوظ کرے تو انگریز کی طرح ہندوستان کے پاکستان میں انگریز کا تسلط بدستور باقی رہے جس کے یہاں سے وہ تمام اسلامی ممالک بلکہ تمام ایشیا کو اپنی اغراض کا آماجگاہ بنائے رکھے۔ بالیت قومی

ایک سوال اور اس کا جواب

جمعیت علماء ہند کی اس واضح اور صاف تجویز کے بعد حامیان پاکستان اپنی خفت مٹانے کے لئے سوال کرتے ہیں کہ کیا جمعیت علماء اس تجویز کو کانگریس سے منظور کرا چکی ہے۔ مگر وہ بھول جاتے ہیں کہ پاکستانی اسکیم بھی اب تک اسکیم ہی ہے اُس کو نہ کانگریس نے اس تک منظور کیا نہ اُس میں بیان برطانیہ نے جس کا ہر ایک ممبر۔ آج انتخابی مہم میں لیگ کی حمایت میں سرگرم نظر آ رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کانگریس نے نائنہ اسمبل کا مطالبہ اس لئے کیا ہے کہ اہل ملک اسی مصلحتوں اور محنتوں کو سوچ کر بھکھ ہندوستان کے لئے آئیں بنائیں اُس وقت مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ خود کریں کہ آیا تقسیم ہند اُن کے لئے بہتر ہے یا جمعیت علماء ہند کی متبادل تجویز آخری فیصلہ نائنہ اسمبل سے ہاتھ میں ہوگا۔

ملاوہ انہی واقعہ یہ ہے کہ صوبہ جات کی مکمل آزادی۔ غیر مسلمہ انتخابات کا حق۔ صوبہ جات کے حوالہ ہونا۔ صوبہ جات کے لئے حق خود ارادیت کانگریس تسلیم کر چکی ہے ہر ایک مذہب اور ہر ایک تمدن کی آزادی کا اصول بھی کانگریس کے (فٹنڈ منڈل رائیس) بنیادی اصول میں تسلیم کیا جا چکا ہے۔ تشکیل مرکز کا مسئلہ ابھی افہام و تفہیم کا محتاج ہے۔ اگر مسلمان پاکستانی مطالبہ کی فوجیت کو محسوس کرے جمعیت علماء کی حمایت کریں اور انتخابات میں اس کا ساتھ دیں تو کوئی طاقت نہیں جو تشکیل مرکز کے سلسلے میں مسلمانوں کے مطالبہ کو نظر انداز کر سکے۔

کونستانی ہوا کی طرح سرد



طاطا کا ایوڈی کولان

ٹاکو سیلز ڈپارٹمنٹ
جواہر اسکوائر الہ آباد



دی ٹاٹا آئل ملز کمپنی لمیٹڈ

پاکستان اور بانی پاکستان

پاکستان کو خود مسلم لیگ کے نقطہ خیال سے سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ مسلم لیگ کے قائد سید محمد علی جناح کی ان تقریروں کا مطالعہ کریں جس میں انہوں نے پاکستان کے حق میں جزائری، معاشی، صنعتی، زراعتی اور سیاسی نقطہ نظر سے دفعتاً کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ ان تمام تقریروں کو اردو زبان میں کتابی شکل میں "اشارات جناح" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ اس میں ستر جناح کی وہ تقریریں بھی شامل ہیں جن میں ستر جناح اور کانگریسی لیڈروں میں درپردہ ٹوٹک جھوٹک ہی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پاکستان کے تمام پہلوؤں کے آگاہی ملے گی۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ پاکستان کے حامیوں کا اس مقصد کیا ہے نیز آپ کا داغ خود بخود یہ فیصلہ کرے گا کہ پاکستان ممکن ہے یا ناممکن؟ یہ کتاب جلد نکلائیے۔ قیمت دو روپیہ چار آنہ (پلم)

قطعات جناح اس کتاب میں ستر محمد علی جناح کے تمام صدوقی خطبے اردو زبان میں جمع کر دیے گئے ہیں۔ قیمت تین روپیہ (ستہ)

اس کتاب میں علامہ مرحوم کے تمام خطبات، صدارت، تقاریر اور سیاست کما حقہ کر دیے گئے ہیں۔ علامہ اقبال نے سب سے پہلے اراکہ کانفرنس کے خطبے صدارت میں پاکستان کا نظریہ پیش کیا اور کہا کہ ہندوستان کی تجاوت کا داند مل ہی ہے اسی نے علامہ اقبال کو بانی پاکستان کہا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی تقریروں میں ہندوستان کی تقسیم کے وجوہات پر بھی پوری روشنی ڈالی ہے۔ یہ کتاب مطالعہ کی بیوں سے خالی نہیں۔ قیمت تین روپیہ (ستہ) ان کے علاوہ اپنی پسند کی کتابیں منگائیے۔

ادبستان بیرون موجیب دروازہ لاہور

ڈائریکشن
شانقی کمار
موسیقی
گو بند رام



سنگھ کے

رنجنا۔ جیون
سمتی گیتے



موشیل کمار امان کانت
راج کوشاری سنگھ

کنڈا افتتاح

پرکاش پچیز کا سوشل فلم جو ہر گھر اور
گھروالوں کی زندگی کا عکس لطیف ہے

او جی بی بی

موسیقی، مزاح اور جذبات کا تامل غنیمت مند
موجزن ہے



رٹز سینما میں جمعہ ۲۲ دسمبر سے شروع

جگہ: ڈیساں اینڈ کمپنی لاہور دہلی

ہند سائیکل



پہلے سے بھی زیادہ مستحکم اور عمدہ

ہندوستان کا سب سے بڑا سائیکلوں کا کارخانا اب زیادہ سے زیادہ تعداد میں سائیکلیں تیار کرنے میں مصروف ہے۔ اس کی گائیاں افریقہ اور تمام پڑوسے فوڈ سے بنے ہوئے ہیں جن پر کوئیم کی گہری تلسی چڑھی ہوئی ہے۔ یہی ہند سائیکلیں آپ پہلے سے بھی بدربجاہستہ ہیں۔

روڈ سٹرکے مار اور ٹوب سے آماتہ ہند سائیکلیں
 ۲۲ اور ۲۴ انچوں کے فریم کی اور
 عورتوں کے مین اور عورتوں کے ڈول والی تیار کی ہیں۔



HIND CYCLES

ہند سائیکلز لیڈڈ۔ وری، بمبئی

بینچنگ ایجنٹس :- برکلا برادر سس لیڈڈ
 یو۔ پی۔ برانچ آفس :-

ہند سائیکلز لیڈڈ قیصر باغ لکھنؤ



سنٹرل اسٹڈیو کا

تازہ سماجی شاہکار



ہتاب، صادق علی، اسماعیل، جیوتی، بکری، پوڈی
 پروڈیوسر :- مس ہتاب
 ڈائریکٹر :- ام۔ صادق



پوڈیوسر ڈائریکٹر :-
 رستم مودی

سنٹرل اسٹڈیو تار دیو۔ بمبئی

پاکستان کے متعلق میری رائے

انز ————— ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب

میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مجھے نہ تو پاکستان سے مخالفت ہے اور نہ ہندوستان کے ان شمال مغربی و شمال مشرقی حصوں میں قائم ہونے والی آزاد مسلم حکومت سے۔ جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اور یہ ابھی کیسے ممکن ہے۔ جبکہ بقول مسلم لیگ حضرات میں ہی اس اسکیم کا بانی ہوں۔ اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں جس نے ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان کا نعرو بلند کیا۔ مرند ہی نہیں بلکہ اس قسم کی بنیاد پر ہندوستان کے لئے اُنہی میں تیار کیا۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجھے کیا لگتا ہے اسکے قاعدہ غلط کی پاکستانی اسکیم جسے لاہور ریزولیشن کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ کیوں اور کس طرح کا اختلاف ہے۔

مشر جناب کا یہ خیال ہے کہ پاکستان کی بالکل علیحدہ حکومت ہوگی۔ اسے بقیہ ہندوستان سے کسی قسم کا قانونی تعلق نہ ہوگا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر پاکستان کی بنیاد انہیں اصولوں پر ہے تو یہ اصول پاکستانی ریاستوں کے عقیدے زیرِ ملاحظہ ہوں گے۔ اگر یہ پاکستانی ریاستیں اپنی اور ہندو اکثریت والے حصوں کے مسلمانوں کی فلاح و بہبودی چاہتی ہیں تو انہیں اپنی اندرونی آزادی کے ساتھ ساتھ چند خارجی امور کیلئے جس کا تعلق مادے ہندوستان سے ہوگا بقیہ ہندوستان سے اشتراک عمل کو نافذ کرنا پڑے گا۔ علیحدہ پاکستان کے اصول پر میں نے مختلف پیروؤں سے ملجو ڈالی خصوصاً جعفر افغانی اور مساشیاتی نقطہ نظر سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس قسم کا پاکستان جلدی یا کچھ دنوں بعد اپنی آزادی کھود بیگا۔ اور اسکی حیثیت یا تو ایک باجگزار ریاست کی سی ہو جائیگی یا پھر بقیہ ہندوستان سے اشتراک عمل کرنا ہی ہوگا۔

لاہور ریزولیشن کے مطابق پاکستان کے اندر وہی خطے شامل ہوں گے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ اس لحاظ سے شمال مغرب میں نصف پنجاب (انہار ڈویژن و گامگڑہ دہلی کا علاقہ) چھوٹ جاتا ہے۔ شمال مغرب میں لاہور کے مغرب تک کا پورا علاقہ اور شمال مشرق میں مشرقی بنگال اور آسام میں سلطنت تک کا رقبہ اس میں شامل ہوتا ہے۔ اگر اس کا رقبہ بڑھانا چاہیں تو ان کے سامنے دو ہی طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اندرونی شمالی علاقہ کی مسلم آبادی کو ان علاقوں میں تہادہ آبادی کے ذریعہ ملا لیں دوسرے یہ کہ ان علاقوں کی غیر مسلم آبادی کو تیار کر لیں کہ وہ پاکستان میں شامل ہوں

تبادلہ آبادی انھیں پسند نہیں۔ ان میں سلف کے مسلمانوں کی قربانی کا جذبہ نہیں۔ ان کے سامنے صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ غیر مسلم آبادی والے خطہ کو پاکستان میں شامل ہونے کیلئے رخصت کر لیں۔ اگر وہ اس کوشش میں کامیاب ہوئے تو یقینی پاکستان کا قبضہ وسیع ہو جائیگا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ پاکستان اس طرح کا ہوگا جیسا کہ یہ کہتے ہیں۔ ان کے قول کے مطابق پاکستان کو اسلامی حکومت کا نود ہونا چاہئے۔ جیسے یقین ہے کہ یہ پاکستان کبھی بھی ان کے قول کے مطابق نہ ہوگا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ یہ ایک مشترکہ حکومت ہوگی پاکستان نہیں انھیں ایک مشترکہ گورنمنٹ بنانی ہوگی جو کسی صورت میں بھی حکومت انہیں نہیں کسی جاسکتی غیر مسلم آبادی کے ساتھ جتنا ددی ہوئی آبادی کا سلسلہ نہیں کیا جاسکتا یقین ماننے کہ اس طرح کا پاکستان ان کے سامنے پھر اسی طرح کے فرسودہ و بے پیدہ خانگی سوالات پیش کر دے گا جس کا حل انھوں نے اپنے سیمار کے مطابق لاہور ریزولیشن میں پیش کیا ہے۔

اگر ذاتی مسلم لیگ پاکستان بنانے کی دلی خواہش رکھتی ہے اور یہ چین ہے تو اسے شمال مغربی و شمالی مشرقی ہندوستان کے ان علاقوں پر برہان غیر مسلم اکثریت ہے، حکومت کرنے کے ارادہ کو ختم کر دینا چاہئے۔ اس لئے کہ جس وقت اسے خود مختاری حاصل ہوگی دوسری پارٹیاں ان غیر مسلم علاقوں کا آرگیک مقابلہ کیلئے صف آرا ہو جائیں گی۔ ان علاقوں کے علاحدگی کے بعد ان کے پاس سولے دوسلم اکثریت کے خطے کے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کچھ بھی نہ بچے گا۔ دونا تو یہ ہے کہ یہ دو خطے بھی غربت کے زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان بری اور بھی نافر بھی کافی ہے۔ ایسی صورت میں ان دو خطوں سے مرکب ایک فیڈرل حکومت کی کو قیام رکھ سکتی ہے۔ بعض مسلم لیگ سکروں نے اس کا صدور پاکستان کے دونوں بازوؤں پر ایک دالان یا سائبان سے تشبیہ دی ہے۔ ملطف کی بات تو یہ ہے کہ یہ سائبان ایک ایسا سائبان ہے جو بذات خود ایک خطہ کی حیثیت رکھتا ہے اور غیر مسلموں سے آباد ہے۔ کیا اس طرح کا دعویٰ کامیاب ہو سکتا ہے؟ کیا لاہور ریزولیشن اس کی اجازت دیتا ہے؟ یہ سچ ہے سمندر اللہ کا عطیہ ہے اور اسے کسی قوم کو اپنانے کا حق نہیں۔ یہ ان خطوں کو ملنی کر سکتا ہے۔ یہاں بڑے سوال پیدا ہوا ہے کہ کیا وہ ایک متحدہ عربی بیڑہ رکھ سکتے ہیں جو جگہ و جہاں کے موقع پر بھی کام دے سکے اور ان علاقوں کے اطمینان کو بھی یقین دہانہ کر دے؟ کیا ایسے معاشی (ECONOMIC) ذرائع جو محدود اور غیر ترقی یافتہ ہیں۔ ایک موجودہ طرز کے آئین کے منحل ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ خطے اپنے تحفظ کے اختراجات کی بغیر کسی مدد کے برداشت کر سکتے ہیں؟ کیا ان خطوں میں موجودہ دور کے بڑے بڑے کارخانوں کو چلانے اور ان کے ذریعہ قوم کی اقتصادی حالت کو درست کرنے کی صلاحیت اگر نہیں ہے تو پھر کیوں ہم ہندوستان کے ان ذخیروں سے محروم ہو جائیں جسے قدرت نے ہمیں ودیعت کی ہے۔

معاشیاتی پیچیدگیاں

مسلمانوں کی حالت اقلیت کے صوبوں میں

جغرافیائی اور معاشیاتی نقصان کو اگر نظر انداز کریں تو دیا جائے تو سوال ان لاکھوں مسلمانوں کا جو ہندو اکثریت کے صوبوں میں ہیں وہ ہیں دیکھنا ہے کہ پاکستان ہندوستان سے ملحدہ رہ کر کس طرح ان لاکھوں مسلمانوں کی بھلائی کر سکتا ہے؟ لاہور ریزولیشن تو ان مفکوک الحال مسلمانوں کی سیف گارڈ حاصل کرنے کی تجویز پیش کرتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سیف گارڈ کس کے ذریعہ حاصل ہوگا۔ سرکار برطانیہ پاکستان کے ذریعہ اس سیف گارڈ کو مل میں لانے کی کیا صورت ہوگی؟ کیا یہ ہر اس موقع پر جب مسلم اقلیت پر ظلم دیا جائیگا اس کا رد ثابت ہوگا؟ کیا انڈیا ہندوستان کے ختم کے خارجی فرمان کو مان لینے کیلئے تیار ہوگا؟ بعض مسلم لیگ حضرات اس سوال کا یہ مل پیش کرتے ہیں کہ اگر ہندو اکثریت نے مسلمانوں پر

ظلم کا وہ بھی ہندو اقلیت کو کچل ڈالیں گے۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہندو اقلیت آپ کے نامہداری کا دم بھرے تو ایسی صورت میں بھی آپ اندر ظلم کا سارو حاشیں گے؟ کیا اسلام آپ کو اس بات کی اجازت دیتا ہے؟

اس مسئلہ کی اور کراہ کشی کا تصور رکھتے ہوئے اب ہم یہ دیکھنا ہے کہ اس کا ہمارے کچھ اور کیا اثر پڑے گا؟ ہم ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک متحدہ قومیت کا تصور رکھتے ہیں۔ اگر اس طرح کی علیحدہ علیحدہ مسلم ریاستیں قائم ہو گئیں تو یہ دعویٰ بھی باطل ہوتا نظر آئے گا۔ کیا ایسی صورت میں ہم اپنے کچھ کا استحفاظ قائم رکھ سکتے ہیں؟ اس کراہ کشی سے کیا ممکن نہیں کہ مسلم اقلیت والے صوبوں میں ہم پر اکثریت کا ایسا اثر ہو کہ ہم اپنی مذہب اپنا تھن اور اپنا کچھ سب وصول جائیں اور ہمیشہ کیلئے اپنے کو ملت اسلامیہ ہند لگ کر لیں۔ اسی کا رد اس وقت حالی نے اپنی کتاب شکوہ ہند میں رد کیا ہے۔

گوئیں ہے رفتہ رفتہ یاد اہم سلف
دل سے چھوڑے گی خاک گردش اور زماں
وصول جائیں گے کہ تھے کن وائیں کے ہم سفر
ٹوٹ کر آئے کہاں سے اور بکے آکر کہاں

اس قسم کا نظارہ اس وقت بھی ہیں دیہاتی علاقوں میں دکھائی دیتا ہے کیا ہندوستان کو بہت سے صوبوں اور دیسی ریاستوں کے مسلمانوں کی مذہب تمدن، کچھ اور انتہائی کم اعتقاد بھی بچے ذات کے ہندوؤں سے ملتے جلتے نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو پھر اس طرح کی علیحدگی جیسے پاکستان کہا جاتا ہے کسی صورت میں بھی کارآمد ثابت نہ ہوگی۔

ہندوستان کی مسلم ریاستیں | ہندوستان کی مسلم دیسی ریاستیں جن کے ارد گرد ہندوستان ہوگا اور جہاں کی آبادی ہندو اکثریت پر مشتمل ہے۔ اس کے متعلق کیا ہوگا؟ کیا ان کی حیثیت ایک خود مختار ریاست کی ہوگی یا سارے ہندوستان کے کاسن و بھندہ میں ایک باعزت جمود کی حیثیت حاصل ہوگی۔

۱۹۳۹ء میں جب آل انڈیا مسلم لیگ کنگ کٹی کے سامنے ایک اہم مرتبہ کر کے کا سوال درپیش تھا تو میں نے مذکورہ بالا امور کو سامنے رکھ کر یہ صلاح دی تھی کہ مسلم دیسی ریاستوں سے مل کر ایک یونین بنائی جائے جو کہ مرکز میں ان مسائل پر جس میں مسلم اقلیت والے صوبوں کے مسلمانوں و ذیر دیسی مسلم ریاستوں کا تعلق ہو۔ نمائندگی کرے۔

بعد میں اس طرح کے ایک مرکز کی انہیں بھی ضرورت محسوس ہوئی جسے سرسندھ رحمت مرحوم اور ستر سید رضوان اشرف گھنوی نے تجویز کی صورت میں لاہور کے اجلاس میں پیش کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاہور ریفرنڈم ۱۹۵۰ء میں مسلم لیگ و کنگ کٹی متفقہ خارجی معاملات نفع و حرکت اور تجارت وغیرہ کے متعلق ایک اہم مرتبہ کرنے کی اجازت دی۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے کیا اس کے معنی یہ نہیں کہ پاکستانی حکومت کو آئندہ ایسے معاملات میں جس کا سارے ہندوستان سے تعلق ہو عارضی طور پر دوسروں سے اشتراک حاصل کرنا ہی ہوگا۔ اگر یہ معنی ہیں تو پھر کس بنا پر سرسندھ خارج دنیا کو بڑے آب و تاب کے ساتھ بنا رہا ہے جس کو کس قسم کے مشترکہ مرکز کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہوگی۔

اگر یہ صحیح ہے تو پھر وہ مجھے بتائیں کہ لاہور ریفرنڈم میں جن ٹھکانوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کا منظم اس وقت تک کیلئے کون ہوگا؟ جب تک کہ پاکستانی حکومت اس قائل نہ ہو جائیگی کہ اس کا انتظام کر سکے؟ کیا وہ چاہتے ہیں کہ یہ چیزیں لندن کیلئے چھوڑ دی جائیں؟ کیا لیگ وائیں اس کیلئے تیار ہے؟ اگر لیگ وائیں اس کیلئے تیار ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی نمائندہ سے پاکستان کی کیا پوزیشن ہوگی؟ ویسٹ منسٹر کے

آئین اور کس پان کے مطابق خود مختار حکومت (Dominion) اسکو تھے جس جوان محکوم کی ہی ختم ہو، ایسی صورت میں پاکستان کا
میں ایک محکم حکومت کی سی رہ جاتی ہے۔ کیا ہم لوگوں کے محنت و کوشش کا یہی صلہ ہوگا؟

مجھے تو خوف ہے کہ سرسرخ جہاں اسی کم کا صلہ دینا چاہتے ہیں شروع میں میں نے سمجھا تھا کہ صلہ کی کا اعلان محنت اپنے حقوق کو مانگے کیلئے
کیا گیا ہے۔ لیکن اب یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ حقیقت ہے۔ مجھے کئے دیجے کہ حقیقت میں اس قسم کی چیز اگر جوتی تو مسلمانوں اور ملک کی اندازہ کی پانچویں ہوگی
سرخ جہاں شمال مغرب کے چار صوبے (پنجاب) سندھ بلوچستان اور صوبہ سرحد) اور شمال مشرق میں پورا بنگال و آسام کو بنا کر ایک پاکستان حکومت
قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن آزادی کے متعلق ان کا کیا خیال ہے؟ بالکل خاموش ہیں۔

۱۹۴۷ء میں لندن نیوز کرائیکل کے نمائندے کو خبر ہوئی کہ دقت سرسرخ جہاں نے اپنے پاکستان کا خاکہ کھینچتے ہوئے یہ بتا تھا کہ یہ نہ
پاکستان ہندوستان سے ملحدہ ہو جائیگا اس وقت ایک عارضی مدت کیلئے سرکار برطانیہ کا وہن ضروری ہے۔ یہ عارضی مدت اس وقت تک رہے گی کہ
ہندو مسلمان دونوں نے آئین کی ترتیب حاصل کر لیں اور ہندوستان کی یہ دو قومیں سرکار برطانیہ سے الگ الگ معاہدہ کرنے کی تحریک اٹھائیں جس میں
سعرے آزادی حاصل کرنے کے بعد برطانیہ سے کیا تھا۔

نیوز کرائیکل کے نمائندہ کے اس سوال پر کہ اگر برطانیہ اس وقت بھی یہ کہہ کر پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات ہمسایہ ریاست ہونے کی بجائے
سے خوشگوار نہیں ہیں؟ اپنا تسلط قائم رکھے تو کیا ہوگا؟ سرسرخ جہاں نے جواب دیا "ایسا ہو سکتا ہے" لیکن ہونے کے امکان نہیں ہیں۔ جب ہم لوگ
آزاد ہوں گے تو گورنمنٹ برطانیہ سے آسانی کے ساتھ معاملہ کر سکتے ہیں اور ایک معاہدہ قائم ہو سکتا ہے جو کہ اس وقت کی انگلش کی جسے جبریل نہیں
کیا اس قسم کا پاکستان حقیقت میں ویسٹ منسٹر کے آئین میں جس میں ایک آزاد حکومت کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ وہ برطانیہ کی طرح اپنے غارت و غفلت
معاملات میں ایک آزاد حکومت ہوگی؟ حقیقت تو یہ ہے کہ پاکستان اس کے صدر کے قول کے مطابق ایک ایسی ہندوستانی جاگیر ریاست ہوگی کہ
کوئی دانت نہ ہو، مزید یہ کہ سرسرخ جہاں صبر کی آزادی چاہتے ہیں اور ملک کو اتنا ہی ترقی یافتہ بھی قابل احترام ہے ان کا ذکر ہر معیار اور نہیں۔

ہر ایک سمجھ دار انسان اگر ٹریٹی آف الائنس (Treaty of Alliance) جس کے ذریعہ صبر کی آزادی سرکار برطانیہ سے ملے گی
قبیلہ کی ہے اور خاص کر اس کے دفعہ آٹھ کا معاہدہ کیا ہے جس میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ سرسرخ جہاں کے قتل کیلئے دستوراً سیاسی انگلستان کے فوجی
افسر متب کر دیں گے۔ تو یہ خبر روز روشن کی طرح آشکار ہو جاوے گی کہ حقیقت میں برطانیہ کا اقتدار سرسرخ جہاں تک قائم ہے صبر برطانیہ کی اجازت یا رضامند
حاصل کئے ہوئے کسی دوسرے ملک سے معاہدہ نہیں کر سکتا۔

ہندوستان کی تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے ہمیشہ کو راند غلبہ کو برا جانا۔ ان کا جو بھی دم اٹھتا تھا بہت ہی سوچ و دیکھا کرتے
ہوتا تھا لیکن انھوں نے صدائیں کہ آج مسلمان خودی کو راند غلبہ کے شکار ہو گئے اب وہ سیر ہوئے کچھ جو کچھ بھی انھیں کا جاتا ہے ان بچے ہیں میں
دیکھنے کے آخراں کے بعد کیا ہوگا اور صد ہزار افسوس کو راند غلبہ اب ان کا جزو ایمان بن چکی ہے۔

قرآن پاک مسلمانوں کو پکارا کر کہہ رہا ہے کہ انھیں ان چیزوں کو بھی سیکھ کر اپنا بنائے جسے وہ خود ہی نہ سمجھ سکیں۔ انھیں ہر چیز کو دیکھنے اور جاننے کی
طاقت خودی پیدا کرنا چاہیے، سوائے خدا کے کسی دوسری شے کی پرستش نہ کرنا چاہیے۔ جس میں کاف ہے کہ اس کی عظمت و درجہ ہزاروں کی تعداد میں قرآن پاک کی
تلاوت کرتے ہیں مگر وہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ وہی حضرت شعیبؑ پر ہی میں مبتلا ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ اگر ایسا کیوں ہوتا ہے کیا۔ غفلت و غمازی ہی ہے۔

ہندوستانی مسلمانوں کی اس عرض کے مریض ہیں! کیا اس کا سبب یہ ہے کہ موجودہ ہندوستانی مسلمانوں کا اداجہاد بہت بڑا اور شخصیت بہت بڑا ہے۔ چیز انہیں متحرک کر رہی ہے! مسلم لیگ حضرت بڑے زور شور کے ساتھ لڑا کرتے ہیں کہ اسلام جمہوریت پر زور دیتا ہے اور اس کا خلاصہ یہی اس کی مقصد یعنی ہے! کیا میں ان سے پوچھ سکتا ہوں کہ کیا لیگ جمہوریت کا ٹونہ نہیں کرتی ہے! وہ مجھے بتائیں کہ یہ کہاں کی اور کس جمہوریت ہے کہ لیگ میں کسی کا اپنی آواز دے کے کام کرے گا مجاز نہیں ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ لیگ ایک فسطائی جماعت ہے (Fascist organisation) ہے۔

کاش ہر شخص ان کے قول و کردار کو گہری نظر سے مطالعہ کرے! ہم لوگوں کی سب سے بڑی بے رحمی یہ ہے کہ ہمارے مدبروں میں بھی اختلاف ہے وہ یہ نہیں سوچتے کہ زور اگر ایک شہر میں آتا ہے تو غیر کس اعتبار کے ہر شخص پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ مسلمانوں میں سوچنے اور سمجھنے کا ادھاب بھی پیدا ہو رہا تو یاد رکھئے کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ایک ایسے انجام پہ پہنچے گی کہ جس کے بعد مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائیگا۔ دورانِ کبریت اسے شیرازوں کا سنبھال بھی مشکل ہوگا۔

مسلمان اب بھی ہوشیار ہوں۔ وہ نہ بھڑکنا پڑے گا۔ وہ یقین کریں کہ مسلمان انہیں تو ہندوؤں سے حاصل ہو سکتا ہے اور نہ انگریزوں سے۔ مسلم لیگ حضرت کرپس بلان کے نئے آپسشن (Non Accession) کی شرط کو ایک خواب اور خواب کے تشبیہ دے سکے ہیں۔ لیکن بڑے مہربانی وہ بیکار لڑکے کو بے لینڈ کتاب کر رہے ہیں! مسلمانوں کو اس نے بتایا ہے کہ جس وقت ان شرط کے مقصد کا اگشتان ہوگا، اس وقت یہ صلہ ہو جائیگا کہ اس کی حقیقت کیا تھی! آگے جب کہ وہ مسلمانوں کی قسمت پر افسوس بھارتے ہوئے کہتا ہے کہ مسلمانوں کا مسطحہ پاکستان ایک منور بھلن ہے۔ کاش مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ سے سبق لیں!

شمال مغربی خطہ اور شمال مشرقی خطہ کے مسلمان یہ سمجھ لیں کہ اگر انہوں نے اب بھی نہ سمجھا اور شرجاج کی صلاح کو تسلیم کرنے سے عطف کی انہیں کرنی تو انہیں آگے چل کر سخت نقصان برداشت کرنا پڑیگا۔ زانا انہیں اتنی بھی مصلحت نہ دیگا۔ کہ وہ اس کے خلاف کی کوشش کریں۔ انہیں چاہئے کہ وہ اپنی بے گناہی اور ایک آزاد متحدہ ہندوستان کیلئے ان تعاد کو کوشش کریں اور کرتے جائیں یہاں تک کہ ملک اور ان کو آزادی حاصل ہو جائے! اس میں ان کے فلاح و بہبودی کا راز مضمر ہے۔

ملک کے سامنے دو تجویزیں ہیں ایک تو کانگریس کی پوزیشن کے علاوہ کی تجویز جس کے دوسرے ملک کے ہر خطہ کو خود مختاری اور آزادی حاصل ہوگی دوسرے وہ تجویز جسے میں نے سیاست میں قدم رکھنے میں مرتب کیا تھا جس میں یہ چیز پیش کی ہے کہ سارے ہندوستان کو آزاد صوبوں (All Provinces) میں منقسم ہو جائے۔ ان میں سے ہر ایک آزاد ریاستوں میں تعین کر دیا جائے جنہیں اپنے اندرونی معاملات میں اختیار کامل ہو اور ان چیزوں کے منظم کیلئے جس سے سارے ہندوستان کا تعلق ہے ایک مرکز بنایا جائے۔ اس مرکز میں ان ریاستوں کی نمائندگی اس طرح کی ہو کہ ایک ریاست کا فرد دوسری ریاست پر غالب نہ ہو۔ یہ مرکز سارے ملک و ہندوستان کی فلاح و بہبودی کا جواب دہ ہوگا۔ صرف انہیں معاملات میں دخل ہوگا جس سے متحدہ ہندوستان کی فلاح و بہبودی کا تعلق ہو۔ اس طرح ہندوستان کی کل دینی ریاستیں غیر متعصب شخصی دھرم کے سمہ کر میں شریک ہو جائیں گی۔

وہ تجویز ہے جس کے دوسرے مسطحہ تقسیم ہندوستان کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اگر مسلم لیگ خود کو دے اور پاکستان کے کھانے سے تسلیم کرے تو مجھے یقین ہے کہ کانگریس کو اپنی مسطحہ والی تجویز کو مسترد کرنا پڑے گا اور اس تجویز کے تحت ہندوستان کیلئے ایک آئین بنائے جس میں مسلم لیگ سے تعاون کا وعدہ دیا جائے گا۔ مسطحہ والی اصولوں کے تحت آپ خود ہی تجویز کریں۔ یہ ایک کام تک مسلم متاد کیلئے مفید بھیگی۔

- ۱۔ اس سچے ذریعہ ایک طرف مسلمان مسلم اکثریت والے صوبوں کو پاکستان کہہ سکتے ہیں تو دوسری طرف ہندو بھی اتحاد ہندوستان پر خوش نظر آئے۔ اس طرح دونوں کے جذبات کی حفاظت ہو جاتی ہے۔
- ۲۔ پاکستانی ریاست جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اپنے اندرونی معاملات میں بالکل خود مختار ہوگی۔ جس طرح چاہے اپنے لئے داخلہ عمل کرے اور اپنی تہذیب و کلچر کو فروغ دے۔ اسے کسی دوسری طاقت (Univ. Centre) کے دخل انداز ہونے کا خوف باقی نہیں رہتا۔ اس طرح ہندو اکثریت والے صوبے بھی اپنی حالت کے خوری ذمہ دار ہوں گے۔
- ۳۔ پاکستانی ریاستوں کو دو الگ الگ سرحد جوڑی اور کھلی دونوں طرف سے اپنے درمیان کافی فاصلہ رکھتے ہیں، کے تحفظ کے لئے پورا ترنگ برداشت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس خرچ میں وہ ریاستیں بھی حصہ دار ہوگی جو ان کی ہمسایہ ہوں گی جو ان کی پابست کہیں زیادہ بالکل ہیں۔
- ۴۔ ہندوستان کی مشترکہ صنعتی و معاشیاتی ترقی میں مسلمانوں کا بھی حصہ ہوگا اور وہ ایک حصہ دار کی حیثیت سے نفع کے بھی سخی ہوں گے جو فقیر ہندوستان میں کسی صورت میں بھی ممکن نہیں ہے۔
- مختصر یہ کہ ایک علمبردار پاکستان نہ ہونے کی صورت میں بھی مسلمانوں کو وہی سب سہولتیں اور آسانیاں حاصل ہو جاتی ہیں جس کے لئے وہ علمبردار پاکستان بنا رہا ہے۔ بلکہ اس طرح انھیں نقصانات کا اندیشہ بھی نہیں رہتا جن کا امکان علمبردار پاکستان میں ہے۔

مقدار خوراک ۲ تا ۶ رتی

سفر مرادیدی جسر طر

موتی، مشک، عنبر، یاقوت اور زمرد وغیرہ قیمتی اجزاء کا عجیب الٹا
مجموعہ دیکھیں۔ ایڈیٹر، مصنفین، طالب علموں اور پروفا
کام کرنے والوں کے لئے نادر تحفہ دل و دماغ کے مہلک امراض

کو دور کرنے، دل جادو اور دوا سفر مرادیدی کی وہ لائق دعا ہے جسے مغز میں برابر تھم و تبدیل ہوا اور ہر صدمہ اپنے صدمہ کرنے کے بعد مکمل
کی صحت میں سب نشا تیار ہوں اس کی ایک خداک سے دن بھر کی صحت سے صحت و باقی اور غیر باقی ہر قسم کے ممکنات میں دہ ہو جاتی ہے اور
آوی از سر نو پختے سے بھی زیادہ مستعدی کے ساتھ کام کرنے کے قابل ہی جاتا ہے۔ ہر صدمہ کی تصدیق میں سیکڑوں غمروں میں جوتے رہتے ہیں۔ ان
کے استعمال سے اعتقاد قلب (دل کا دھڑکنا) غشی، بیہوشی اور ضعف قلب وغیرہ ملک امراض کا پیشہ کیلئے فائدہ ہو جاتا ہے۔

دل و دماغ اور اعضاء، رئیسہ کو حقیقی طاقت بخشنے والی اگر کوئی شے ہو سکتی

ہے تو وہ صرف سفر مرادیدی ہے

پتہ:۔ دواخانہ چشمہ صحت
بانار سادہ کاران۔ لاہور

قیمت:۔ فی فیسی بین تولد پانچ روپے آٹھ آنہ 5/8/-

پانچ تولد فیسی زبرد چار آنہ 9/4/-
محمد لڑک ۱۲

کاردار پروڈکشنز کا عظیم الشان شاہکار

شاہجہاں

اداکار :- سہیل راگنی جیم کراچ
ایم۔ ڈی۔ کوزر، سلوچنا چٹرجی، ہمالیہ دالال، نیری بیدی، افری کیسریانی، منیر سلطانیہ
اور نسرین موسیق :- نوشاد

کاردار پروڈکشنز کا ایک اور جذباتی
سوشل شاہکار
کہانی دوڑ کرشن :- نذیر جمیری
پروڈیوس :- پی۔ ان۔ آرڈر
موسیقی :- نوشاد

قیمت

تفصیلات کے لئے لکھئے :- کاردار پروڈکشنز - پیر میل - ممبئی ۴۰۰۱۳۱

وہ بہادر سردار جس نے تنہا ایک طاقتور دشمن کو چیلنج کیا
میں شہرہ آفاق اداکار اشوک کمار کو فلستان کے تازہ ترین فلم



میں ملک احمد خان کی

جس میں پردہ میں پرہیزگار ویرا اور پاروق کا تعارف کرایا جائیگا
ڈائریکشن :-
کسانی :-
گانے :- نیپالی
واچیا
گیان مکرجی
موسیقی :- کمار ہندو ورما
فلستان لمیٹڈ - فورٹ ممبئی

پاکستان پر اجتماعی نظر

از ڈاکٹر راجندر پرشاد

پروفیسر جمال الدین کوپلینڈ نے ہندوستان کے مجوزہ پاکستان کے موافق نکات کو بڑے اعتبار اور جامعیت کے ساتھ دل نشیں پیرائے میں بیان کیا ہے اس نے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایک طویل اقتباس یہاں پیش کر دوں۔۔۔

(۱) "سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے کامکان فخر و غور کے اُس احساس کا مل پیش کرتا ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے اختلافات کا زیادہ تر ذمہ دار ہے۔ اس ہمارے عمل میں آتے ہی آدھے سے زیادہ مسلمانوں کو ہندو کی دہشت سے نجات مل جائے گی۔ نتیجہً ان کے جذبہ فخر و اعتماد میں اس طرح اضافہ کرے گی کہ ایک طرف تو وہ ایک بڑی ہندوستانی ریاست میں اقلیت کی حیثیت سے رہنے کے بجائے دو نسبتاً چھوٹی ریاستوں میں اکثریت میں ہوجائیں گے اور دوسرے ان کو ایک الگ ذات ماننے کے بجائے ایک متحدہ اور مغربہ قوم تسلیم کر لیا جائے گا جسے اپنی ریاستوں میں قومی آزادی نصیب ہوگی۔ پھر یہ تقسیم بین الاقوامی حیثیت سے بھی ان کا درجہ بلند کر دے گی۔۔۔۔۔ ان کی ریاستیں مشرق وسطیٰ کی اسلامی ریاستوں کے دوش بدوش رہ کر آج کے پس منظر اور اس کا احساس ملا سکتی ہیں کہ وہ ایک ایسی اُفت اور بربادی سے متعلق ہیں جس کی سرحدیں ہندوستان سے بہت آگے نکلی ہوئی ہیں۔ برخلاف اس کے اگر وہ ان تمام نئے امکانات سے فائدہ اُٹھائیں گے ہندو اکثریت کے ہاتھوں میں اپنی قسمت مستقل طور پر سونپ دیتے ہیں۔ تو ان کا بھی وہی انجام معلوم ہوتا ہے جو اقلیتوں کا یورپ میں ہوا۔"

(۲) دوسرے آس کا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ پاکستان ہندوستان کی اقلیت کے مسئلہ کا سب سے بہتر حل ہے۔ ایک یا ایک سے زیادہ ہندو ریاستوں کے مقابلے میں ان اسلامی ریاستوں کی وجہ سے توازن قائم رہے گا کیونکہ رقبہ میں کم ہونے کے باوجود یہ ریاستیں اپنے بین الاقوامی حقوق میں برابر رہیں گی۔ اقلیتیں ان ریاستوں میں ہمارے کے بعد بھی رہیں گی کیونکہ فرد دارانہ یکسانیت کا خیال مل ہے لیکن ان اقلیتوں کا مسئلہ اتنا پیچیدہ اس سے نہ رہا جائے گا کہ کھاتے اور آؤٹارے کا مسئلہ کی مکملش ختم ہوجائے گی اور ہر قوم اپنی اپنی ریاست میں برابر اور یکساں رہے گی۔ (COALITION GOVT)

بنانا اور اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کرنا ایک بڑے کام میں شامل ہے لیکن یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ ریاستیں اسلامی ہوگی جن میں اسلامی روایات و ثقافت اسی طرح غالب نظر آئے گی جس طرح ہندو ریاستوں میں ہندو تہذیب و آجگار رہی۔ اسی صورت میں اپنی اپنی اکثریتوں سے اقلیتوں کو روٹے رہنے کے لئے بھی نہ اٹھایا جائے گا اور سب اکثریتیں اپنے اپنے فرائض ذمہ دارانہ طور پر انجام دیتی رہیں گی۔

(۳) قسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ ہمارے ہندوستان کی حفاظت اور دفاع میں آسانیاں پیدا کر دے گا شمال مغرب میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی سرحدی صوبہ کی ساری اہمیت ختم ہو جائے گی۔ سرحد کے اُس پار بسنے والے قبیلے مسلمان ہیں۔ اپنے اسلامی بھائیوں سے براہ راست تعلق ہونے کی وجہ سے ان کا غیر مسلموں سے لڑنے اور جہاد کرنے کا سارا جوش ختم ہو جائے گا اور کافروں سے ہجوم آبادہ جنگ رہنا چھوڑ کر وہ مل جل جلتے اپنے ہم مذہب بھائیوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کر لیں گے جنھیں پاکستان اور پڑوس کے اسلامی ممالک کے درمیان معاہدہ کر کے اور مضبوط کر لیا جائے گا۔ آخر کو یہ پاکستان بھی سودا بادل کے معاہدہ کی طرح کئی سمجھوتے پر دستخط کر دے جس نے ترکی، ایران، عراق اور افغانستان کو ہم رشتہ کر دیا تھا۔

(۴) جوتھے یہ کہ ایک غیر منقسم ہندوستان میں جب فوجی نظام ہندوستانی اور خصوصاً ہندوؤں کے ہاتھ میں رہے گا تو ملکی طور پر مسلمانوں کا تناسب فوجی ملازمتوں میں گھٹ جائے گا گویا مسلمان سپاہیوں کا یہ تناسب جو ۱۹۳۳ء میں ایک تہائی سے زیادہ تھا اور اب ۸۔۲ فیصدی ہے ایک چوتھائی سے بھی کم رہ جائے گا۔ اس کا نتیجہ صرف یہی ہوگا کہ پنجاب میں لوگوں کا معیار زندگی گر جائے گا بلکہ ہندو دراج کو فوجی قوت کی گارنٹی بھی مل جائے گی۔ پنجاب کے بیشتر خاندانوں کا مذہبی آمدنی فوج کی نوکری ہے اور مسلمانوں کی اُس صوبے میں اکثریت ہونے کے باعث اس کا زیادہ انعام نہیں پڑے گا۔

(۵) پانچویں یہ کہ پاکستان اور صرف پاکستان کے ذریعہ ہندوستانی مسلمان اقتصادی آزادی اور اختیار حاصل کر سکتے ہیں۔ ہندو مسلم مخالفت کا اقتصادی پہلو ہمیشہ سے زیر غور رہا ہے اور مسلمان کا ہندو دراج سے دہشت زدہ رہنے کا اہم سبب یہی ہے کہ ہندو دراج میں ہندوؤں کو ایسے اختیارات حاصل ہو جائیں گے جس سے وہ ملک کے تمام معنوی و اقتصادی اثر اور غلبہ حاصل کر لیں گے۔ سود پر روپیہ چلانے اور تجارت کی مختلف شاخوں میں ہندوؤں کی دامد جا رہ داری نہ صرف ہندو اکثریت کے علاقوں میں بلکہ مسلمان اکثریت کے علاقوں پنجاب اور سندھ وغیرہ میں تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہی تھی مگر اب اسے ختم یہ ہوگا کہ ملک میں کاروباری صنعتوں نے عروج پکڑ لیا اور نئے اُجھرتے ہوئے متوسط طبقے پر صورت حال دیکھ کر برگشتہ ہو گئے۔

مسلمانوں کی اُتری کچھ جمہوری زیادہ تر درجہ فوجی ہے۔ اس کی آبادی برطانوی ہند کی آبادی کا ۱۲۔۳٪ ہے لیکن جہانگیر زمانہ کے ایک لاکھ ۵۱۱ ہزار ہیں اور مذہبی ترقیوں کا تناسب بھی صرف ۵۲ فی صدی ہے۔ بنگال اگرچہ مجموعی حیثیت سے اس سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ صوبہ ہے مگر اس کی آبادی برطانوی ہند کی آبادی کی ۲۰ فی صدی ہے اور صنعتوں کا تناسب

ہم اس سے پہلے بھی دیکھ چکے ہیں کہ پنجاب میں مسلمان صرف ۵۰ فی صدی ہیں جس میں شمال مغربی حصہ کا بھی اگر شمار کر لیا جائے تو مسلمانوں کی تعداد ۶۲ فیصدی ہو جائے گی اور اگر اس میں سے ہندوؤں کی اکثریت کے ضلع ملحدہ کو دے جائیں تو کبھی صبح ۵۰ فی صدی سے زیادہ نہ ہوں گے۔ اسی طرح مشرق میں آسام اور بنگال کے مسلمان صرف ۵۱ یا ۵۲ فی صدی ہوں گے اور اگر ہندوؤں کی اکثریت کے علاقے نکال دے جائیں تو بھی کسی حالت میں ۶۹ فیصدی سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ ایسی حالت میں ان حصوں کو اسلامی ریاستیں شکل سے کہا جاسکتا ہے۔ اس سے انکار نہیں کہ مسلمانوں کی تسکین کے لئے یہ چند بڑے گروہ ایک بڑی ریاست میں اقلیت ہونے کے بجائے دو نسبتاً چھوٹی ریاستوں میں اپنے گروہ کی اکثریت میں گھس گئے۔ لیکن انھیں جو بنیاد پر کیا گیا اس قسم کی تسلی ان قربانوں کا موازنہ بھی ہے جو اس کے حصول میں انھیں جینٹ کرنی ہوں گی۔

بین الاقوامی حیثیت سے اپنی اہمیت جتانے کا سلسلہ بھی بڑی مدت تک ان کے اسلامی ریاست ہونے پر مبنی ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کے زیر نگین وقت کوئی ایسا ملک نہیں جس میں غیر مسلموں کی اتنی بڑی اقلیت جو عیسائی مغربی و مشرقی ممالکوں میں ہوگی۔ اس کے علاوہ ہندوستانی مسلمانوں کو اپنے ہم مذہب فر لیکوں سے ہمدردی رکھنے یا رابطہ پیدا کرنے میں اب تک کوئی ایسی چیز مانع رہی ہے؛ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ خلافت کی تحریک کے سلسلہ میں ہندوؤں کے سلسلے مسلمان متحد ہو کر اپنے فر لیک بھائیوں کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور اس انداز سے اپنی قربانیاں پیش کی تھیں جس طرح پنجاب میں ہندو مسلمانوں اور سکھوں نے مل کر ہندوستانی حقوق کے لئے اپنی جانیں نذر دیں۔

ہندوؤں نے کسی اسلامی ممالک کے ساتھ کوئی بُرائی نہیں کی اور میں کوئی وجہ نہیں جھٹاکر کہیں نہ ہندوستان مشرق وسطیٰ کے تمام اسلامی ممالک کے ساتھ باہمی احاد کا سہارا دے۔

یہ سب کہہ چکے ہیں بعد یہ جانتا پڑے گا کہ اس کا فیصلہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو کرنا ہے کہ آیا وہ اپنی اس ذرا سی تسلی کو باہمی و تاریخی چٹکت دودنی پر ترجیح دیتے ہیں یا نہیں۔ انھیں یہ بھی دینا چاہئے کہ اس طرح کا منقسم ہندوستان ملحدہ رہے کہ ایک متحدہ ہندوستان کے یہ نسبت کمزور ہو جائیگا اور ان فوائد میں بھی کمی آجائے گی جو ایک مکمل منظم اور متحدہ ہندوستان سے انھیں حاصل کر سکتے ہیں۔

اس بنیاد پر اگر پاکستان یا ہندوستانی مملکت کے فیصلہ سنبھالنے والوں کو ان کا یہ نقطہ نظر بالکل مقبول ہے کیونکہ پاکستان کے اعلان کے بعد انھیں اس کا فکارت نہ رہے گا۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ منقسم ہندوستان ایک متحدہ اور منظم ہندوستان کے مقابلے میں کمزور رہے گا اور بین الاقوامی شہدوں میں اسے وہ اہمیت نہ حاصل ہوگی جو متحدہ ہندوستان کو ہو سکتی ہے۔ منقسم ہندوستان کو دوسرے ممالک کے ساتھ اپنی کمزوری کے باعث وہ تجارتی معاہدے اور صنعتی ترقیاں بھی حاصل کرنے کی سہولتیں کم ہو جائیں گی۔ بلاشبہ اس کا زیادہ اثر اسلامی ملاقوں یعنی پاکستان پر پڑے گا کیونکہ اس کے ذرائع اور درجے نسبتاً محدود ہوں گے لیکن ہندوستان کے بقیے حصے پر بھی اس کا اچھا خاصا اثر پڑے گا اور اسی بنیاد پر اسے اسے بھی کافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔

لیکن اس سے بڑھ کر ان باتوں کا خوف ہے جو بنیاد کے حامی اپنے اعلانات میں پیش کرتے ہیں۔ میں یہاں ڈرلن صاحب کی کتاب THE MEANING OF PAKISTAN کے دیباچے سے ایک اقتباس پیش کروں گا جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ پاکستان کے بنانے اسلامی حکومت چھوڑے قائم کرنے کا خیال ہے۔ یہ دیباچہ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۷ء کو لکھا گیا :-

”سردین ہند کا ایک چیمپیو ایسا نہیں ہے جس سے آباد اعداد نے اپنے خون سے نہ خریدی ہو۔ ہم اپنے آبائے عزیزین کے ساتھ ہندوستان ہماری میراث ہے اور اسلام کی خاطر اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ روحانی طور پر دست و تواریخ کی

کوشش کرنا ہمارا پیدائشی حق اور دین کی اشاعت و ترویج میں اتنا ذکرنا جائز عقیدہ ہے جسے ہندوؤں سے نفرت یا دشمنی کے مترادف نہ سمجھنا چاہئے۔ ہمارا اصل مقصد ہندوستان کو اسی جھنڈے کے سایہ میں رد و ماری اور سیاسی طور پر متحد کرنا ہونا چاہئے اور ہندوستان کی سیاسی نجات کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ۱۔

ایک پنجابی صاحب لکھتے ہیں کہ

”یہ بتادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے علاقوں سے ہمارے علاقوں کی ملحدگی ہی ہمارا آخری مقصد نہیں ہے بلکہ یہ محض ایک ذریعہ ہے جس سے ایک بہترین اور مثالی اسلامی ریاست قائم کی جاسکتی ہے۔ مجوزہ جو ادارے ہیں مثلاً ہندوؤں کی اقتصادی غلامی سے نجات مل جائے گی لیکن ہمارا مقصد چونکہ ایک بہترین اور مثالی اسلامی ریاست ہے۔ اس لئے اس اقتصادی غلامی سے نجات کا مفہوم مکمل آزادی ہوگا۔ آزادی حاصل کرنے کے بعد ہمارے لئے ایک غیر اسلامی دنیا میں زیادہ عرصہ تک اپنی مثالی اسلامی ریاست حاصل کرنا ناممکن ہو جائے گا اس لئے ہم غاص اسلامی طریق پر ایک عالمگیر انقلاب کی حمایت کریں گے۔ ملحدگ، ہندوؤں کے اقتصادی دباؤ سے نجات اور برطانوی حکومت کے آئینی شکنوں سے آزادی یہ چند ذرائع ہیں جن سے ہم اپنا مقصد یعنی غاص اسلامی طریق پر ایک عالمگیر انقلاب حاصل کر سکتے ہیں۔“

”زمانہ ماضی میں مسلمان اقلیتیں دنیا کے مختلف حصوں میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ بہت گھل مل کر رہی ہیں لیکن اب حالت میں انھوں نے کبھی اقلیت بننا قبول نہیں کیا جب وہ اپنی تعداد یا اپنی قوت کے اعتبار سے ایک خود مختار اسلامی ریاست قائم کر سکتے تھے۔ ہندوستان میں خود مختار اسلامی ریاستیں قائم کرنے کی اس تحریک سے چین، اور روس میں اسی قسم کی تحریکیں کو تقویت ہوگی جہاں مسلمانوں کو ابھی تک محض اقلیت کی حیثیت حاصل ہے۔“

”وسط ایشیا میں دو کروڑ کی آبادی میں پچانوے فی صدی مسلمان ہیں لیکن پھر بھی دو چینی اور روسی حکومتوں کے زیر نگیں ہیں۔“

”اسلامی سیاسی مسائل ایک دوسرے سے ملحق ہیں۔ اس لئے ایک اسلامی ملک آزادی حاصل کرنے سے دوسرے کموں پر بلکہ دست اثر پڑے گا۔ ہندوستانی مسلمانوں کی قسمت کا براہ راست اثر دنیا کے دوسرے حصوں پر خصوصاً چین کے مغربی مولوں اور روس کے بولی اور مشرقی علاقوں پر پڑے گا جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ہندوستان کے براعظم میں اقلیت کی حیثیت تسلیم کرنے کے سنی حرم کو کروڑ ہندوستانی مسلمانوں ہی کی قسمت کا فیصلہ کر دینا نہیں بلکہ تین کروڑ روسی مسلمانوں اور پانچ کروڑ چینی مسلمانوں کی دائمی مسئلہ کی بھی فیہالہ لکھ دیتا ہے۔“

”یہ سمجھنا بالکل فطری ہے کہ اگر ہندوستان کو متحدہ حیثیت سے کانگریس کی قیادت میں آزادی نصیب ہوتی ہے تو یہ چین

اور روس سے دوستانہ تعلقات قائم کرے گی تاکہ مسلمان ان تینوں ممالک میں دوسری اقلیتوں کے دباؤ میں مستقل طور پر رہیں۔ وسط ایشیا میں ایک خود مختار اسلامی ریاست کا قیام متحدہ ہندوستان کی جوئے والی کانگریس حکومت کی طرف سے خطرے کی نظر سے دیکھی جانے لگی کیونکہ وسط ایشیا میں اس تحریک سے ہندوستانی مسلمانوں کو بھی ایک علیحدہ خود مختار ریاست قائم کرنے کی طرف رغبت ہو سکتی ہے۔ ۱۱

”ہندوستانی مسلمان کی اپنی علیحدہ خود مختار ریاست بنانے کا خیالی سلسلہ جامع وحدت ائم اسلام کی تحریک سے متعلق ہے جسے تمام اسلامی ممالک کو متحد و متحدین کرنے کے لئے مصطفیٰ کمال انا ترک مرحوم اور سید جلیل احمد مرحوم کی سرپرستی میں شروع کیا گیا تھا۔ اس تحریک کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ موجودہ اسلامی سلطنتوں کے علاوہ ایسی اسلامی سلطنتیں بھی مسلم اکثریت کے علاقوں میں قائم کی جائیں جو اب تک موجود نہیں۔ اس سلسلہ میں جن دس جمہوریتوں کا قیام تجویز کیا گیا تھا ان میں ایک اسلامی بنگال کی جمہوریت تھی۔ دوسری شمال مغربی ہندوستان کی اور تیسری ریاست حیدر آباد دکن کی۔ ۱۲

یہ اعلانات بڑھ کے اگر غیر مسلم اس بڑا اسے کو ایک ایسے مرحلے کی ابتدا سمجھیں جس کی تکمیل اسلام کے لئے ہندوستان کی فتح، وسط ایشیا سے مسلمانوں کی چین و روس کے تکبے سے رہائی اور آخر میں اسلامی طریق پر ایک عالمگیر انقلاب پر پہنچی تو ان کا یہ خیال غلط نہ ہوگا۔ ہندوؤں جیتنیوں اور درویشوں پر اگر یہ اس قسم کے پاکستان کے حامیوں کی گرم نظریں پڑتی رہی ہیں ان کی اس تحمل کی داد دینی چاہئے کہ خواہ مخواہ اٹھانے سے ایسی صورتیں فرغ کر رہی ہیں جس سے ہندوؤں، جیتنیوں اور درویشوں کو غالباً اس کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں کہ مسلمان کو ہانپنے اور پیسنے کے مختلف طریقے سوچا کریں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ مسلمانوں میں نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا کو تغیر کرنے کا خیال اور بہت پر ویر کو پ لینڈ کے اس نکتہ کو بھٹلاتی ہے کہ مسلمان اقلیت ہندو اکثریت سے خوف زدہ ہے۔

(۲) یہ بات گھنا آسان نہیں کہ ایسا دہلائی ریاستیں ہندوستان میں قائم کر کے اقلیتوں کے مسئلہ کو حل کیا جاسکتا ہے۔ دنیا میں اس وقت کوئی ملک ایسا نہیں جہاں کی آبادی بالکل یکساں ہو۔ ہر جگہ اقلیتوں کا رہنا نظری ہے چنانچہ ہندوستان بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں اور نہ ہی ایسے قیام کے بعد یہ دہلائی ریاستیں اقلیتوں سے مستثنیٰ رہیں گی۔ تبادلے سے مسلمان اقلیت کا ہندوستان سے منتقل کرنے کا خیال کو مہل کہا جاسکتا ہے۔ مسلم اکثریتوں کے علاقوں میں غیر مسلم اکثریت کا جائزہ ہم لے چکے ہیں۔ برطانوی ہند کے غیر مسلم علاقے میں مسلمان صرف ۱۰۱۷۲ فی صدی بنج رہیں گے۔

برطانوی ہند میں مسلمانوں کی کل آبادی ۷۹۳۱۹۵ لاکھ ہے جس میں سے ۲۰۲۹۵ لاکھ (یعنی ۲۵۶ فیصدی) غیر مسلم علاقے میں رہ جاتے ہیں اور اگر آسام، بنگال اور پنجاب کے غیر مسلم اکثریت کے ضلع پاکستان میں شامل نہ کئے جائیں تو ۲۹۹۹۹۲ لاکھ (یعنی ۷۷۷ فیصدی) ہی رہ جاتے ہیں۔ لاکھ مناسب صوبہ دار اس طرح مختلف رہے گا کہ اڑیسہ میں ۶۸ فیصدی تو ۳۰۱۵۱ فیصدی صوبہ متحدہ میں اور ۲۲۲۲۳ فیصدی دہلی کے مختصر صوبہ میں۔

ان مختصر اعداد و شمار سے واضح ہوتا ہے کہ ہندو ہندو مسلم علاقوں میں اقلیت کی اجمعی خاصی تعداد موجود رہے گی۔ مسلمان اکثریت کے علاقے میں غیر مسلم اقلیت کی تعداد نسبتاً زیادہ رہے گی (اعداد شمار چھوڑ دے گئے) جہاں ایک طرف ہندو علاقے میں مسلمانوں کی اقلیت بنگال سے لیکر پنجاب تک اور ہالیوے سے لیکر اس کاہری تک پھیلی رہے گی وہاں غیر مسلم اقلیت چھوٹے چھوٹے علاقوں میں محدود رہے گا جس کا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ مسلمان اقلیت کسی ایک مخصوص علاقے میں اپنا سارا زور صرف نہیں کر سکتی اور اپنے مطالبات اور حقوق کی دبی مخالفت نہیں کر سکتی جیسا کہ غیر مسلم اقلیت بنگال اور قریب قریب آباد ہونے کی وجہ سے کر سکتی گی۔

اقلیتیں صرف ایک صورت سے ناپید ہو سکتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایک وسیع پیمانے پر آبادی کا تبادلہ کر لیا جائے۔ آبادی کا یہ تبادلہ دوطرف سے ہو سکتا ہے ایک اپنی مرضی پر اور دوسرے زبردستی۔ مسلمان اور غیر مسلموں کی اتنی بڑی تعداد کا اپنی مرضی سے ہجرت کرنا ناقابل تصور ہے۔ بلقان میں خود اختیاری ہجرت کی کڑھائیے ناکامیاب ہی کہ لوگوں نے اپنے ارد گرد کی چیزیں اور اپنا ماحول چھوڑنا پسند نہ کیا پھر ہندوستان میں زمین کے ساتھ ہندوؤں اور مسلمانوں کو اتنی زیادہ محبت اور اتنا زیادہ لگاؤ ہے کہ وہ صرف ایک دوسری ریاست کے باشندے ہونے کے لئے اپنا وطن چھوڑنے پر کبھی تیار نہیں ہو سکتے۔ خلافت کی تحریک کے سلسلے میں ہجرت کی تجویز پر چونکہ کامیابی مسلمانوں کو ہو چکی ہے اس سے بالکل یہ اُسید نہیں کہ اس قسم کے تبادلے کا خیال بھی کبھی ذہن میں لایا جائے گا۔

ہجرت کرنے کے سلسلے میں ماحول، آب و ہوا، طرز زندگی وغیرہ کا اختلاف ہی ایسا ہے جو اس کے امکانات بالکل ختم کر دیتا ہے لیکن اس کے علاوہ مالی مشکلات بھی ایسی ہیں جو اسے ناممکن بنا دیتی ہیں۔

اگر یہ ہجرت خود اختیاری کے بجائے جبر سے قرار دی جائے تو مشکلات کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہیں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں سے سادہ فدا کوئے کے لئے رقم لائی جاسکتی ہیں یا کہاں سے اتنی بڑی آبادی کی ہجرت کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔ جو لوگ ترکی اور یونان کے درمیان کچھ لاکھ کی معمولی تعداد کا ذکر اس درمیان میں لاتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جہاں پچھ سات کروڑ کے تبادلے کا معاملہ ہوگا اور پھر ہجرت کا فاسلا اس قدر زیادہ ہوگا کہ تمام تجاویز بے سود ہو جائیں گی۔

مسلم لیگ کی قرارداد سے واضح ہوتا ہے کہ غیر مسلم اکثریتوں کے مذہبی، ثقافتی، سماجی، سیاسی، انتظامی اور دوسرے حقوق کے تحفظ کے لئے معقول اور مناسب انتظام کیا جائے گا جس میں مسلمان علاقوں کی غیر مسلم اقلیت اور غیر مسلم علاقے کی غیر مسلم اکثریت سے بھی مشورہ لیا جائے گا۔ اب اگر ہندوؤں اور مسلمانوں کی ملحدہ ملحدہ خود مختار ریاستیں قائم ہوں گی جنہیں اپنے اپنے آئین بنانے کا خود اختیار رہے گا تو کس طرح ایک خود مختار ریاست دوسری خود مختار ریاست کو کسی اقلیت کو غاص مرعات دینے پر مجبور کر سکتی ہے؟ فرض کرتے ہوئے کہ ریاستوں کے قیام کے بعد ان میں سے کوئی ریاست اپنے قوانین میں اقلیت کا کوئی خاص خیال نہیں رکھتی۔ ایسی حالت میں کون سی قوت ایسی ہے جو

اس ریاست کو اپنے آئین میں تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتی ہے ؟

مگر حتمی دیر سے لے یہ مان لیا جائے کہ ابتدا ہی میں اس قسم کی مراعات نہ نظر رکھ لی جائیں گی تو یہی اس کی گنجائش تو رہے گی جاتی ہے
کر یا نہیں قائم ہونے کے بعد قوانین میں ایسی تسلیم کر دی جائے جس سے اقلیت کو صدمہ پہنچنے کا امکان ہو یا قوانین بنے ہوئے کے باوجود
ان پر عمل درآمد نہ کیا جائے تو کیسے ایک خود مختار ریاست دوسری خود مختار ریاست پر دباؤ ڈال سکتی ہے ؟

جمعیت بین الاقوام (LEAGUE OF NATIONS) کی مثال سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ دوسری حکومتوں کی ضمانت اور
کارروائی بھی اس سلسلے میں زیادہ کارآمد نہیں ہو سکتی۔ بدلہ کھانے کا نظریہ بھی ناقابل قبول ہے۔ آئندہ کے لئے آئندہ اور دانت کے لئے دانت کا
پرانا قانون بھی ناکافی ہے۔ انصاف پسندی کبھی یہ روا نہیں رکھ سکتی کہ ایک گروہ کے لوگوں کو دوسرے کے مظالم کی پاداش میں سزا دی جائے
یا معذور قرار دیا جائے جب کہ ان دونوں کے درمیان سوا اس کے اور کوئی تعلق نہیں کوئی رابطہ نہیں کہ وہ ایک خاص طریقہ سے عدالتی جھگڑ
کرتے ہیں۔ ایک محترم مسلمان ہی کے خیال کے مطابق "بدلتھو لے" کا طریقہ استیصال نہیں کیا جاسکتا اور اگر یہ استعمال کیا گیا تو یہ سیاست کی جلد
تنبید و تشنگی سے ہمارا کر بربریت و شقاوت پر رکھ دیں گے اور خواہ پاکستان کے حامی کچھ ہی کیوں نہ کہیں میں کبھی یہ ماننے پر تیار نہیں
ہوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے ذہن کا لطیف حصہ اس بربریت و شقاوت پر اثر کر سکتا ہے۔

ان ریاستوں کا ایک دوسرے سے غیر متعلق اور خود مختار رہنے کی وجہ سے کسی گروہ کے ساتھ ایک ریاست دوسری ریاست میں مقبول
اور مناسب برتاؤ رکھنے پر اتنا زیادہ زور نہیں دے سکتی جتنا کہ ایک وفاقی نظام کی دو ریاستیں ایک دوسرے پر اثر ڈال سکتی ہیں یا یہی وجہ
میں کسی بھی خود مختار ریاست کے پاس صرف ایک پُرمان مطلق ہو سکتا ہے اور وہ سیاسی و فوجداری تانگہ یعنی اپنی شکایات دوسرے کے سامنے
پیش کر جائیں۔ اس سیاسی تانگہ کے بعد صرف جنگ کا چارہ کار رہ جاتا ہے یہ جنگ اقتصادی بھی ہو سکتی ہے اور فوجی بھی، لیکن سنگین
الزامات اور سخت شکایتوں کے باوجود بالائی چیمبر نا اس وقت تک آسان نہیں ہوتا جب تک کہ ہر دو ملک کے باشندے ایک دوسرے سے
انتہا عاجز نہ ہو جائیں گے کہ کوئی اور چارہ کار نہ رہ جائے۔ معمولی شکایات کی صورت میں تو خیر اس کا امکان ہی نہیں لیکن کوئی ریاست جنگ
کا فطرہ اس وقت تک مول لینے پر تیار نہ ہوگی جب تک کہ اول اُسے شدید صدمہ نہ پہنچا جو اور دوم یہ کہ اپنی ریاست کو اس جنگ سے
غیر فائدہ نہ ملے نہ جو وہ نہ دے اور نہ ملک میں صرف اپنے ہم مذہبوں کی ایک معمولی اقلیت کے لئے اپنی جان جو کھم میں ڈالنے کو کوئی ریاست
تیار نہ ہوگی۔

یہ حد تحریری جملہ نہیں بلکہ نتیجہ حقائق پر مبنی ہے۔ ہندوستان کے بڑے بڑے مسلمانوں میں ایک تادم کا گواہ
ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی نے ہندوستان سے اعلان جنگ اس بنا پر نہیں کیا کہ ان کے ہم مذہبوں کے ساتھ یہاں بڑا سلوک روا رکھا جائے
ہندو متفقہ مسلمانوں پر انگریزوں کے ذریعہ یا گائیکوں کی وزارتوں کے ہاتھوں ان کے مفروضہ مظالم کو ٹانگے کے لیکن ان اسلامی ممالک کے کاؤں پر ہوں
تک نہ رہیں۔ یہ تو یہ جنگ، پنجاب یا سندھ کی مسلم لیگ وزارتوں نے بھی منہ سے ایک فتنہ تک نہ نکالا جب کہ ان کے نزدیک گائیکوں کی وزارتیں

مسلمانوں کے ساتھ بُرا برتاؤ کر رہی تھیں۔

یہ شخص حسنِ تخیل ہے کہ دو اسلامی ریاستوں کے بعد غیر مسلم علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ یا اسی کے برعکس اسلامی علاقوں میں غیر مسلموں کے ساتھ اچھے اور مناسب برتاؤ کا یقین اور گارنٹی ہو جائے گی۔ اقلیتوں کو ہمیشہ نظرتِ انسان کی ان عمومی غریبوں پر بھروسہ کرنا ہو گا جو سب تہذیب یافتہ اقوام میں مشترک ہیں اور رنگ یا مذہب سے جن میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اس نکتہ پر زور دینے سے کوئی فائدہ نہیں کہ غیر مسلموں کو اس کے علاوہ اور کوئی خیال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمانوں پر ظلم اور تشدد کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ کہ غیر مسلموں کو مان لینا چاہئے کہ مسلمان ان کے ساتھ ناروا، بیجا اور غیر منصفانہ برتاؤ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے۔ عجیب سادگی سے یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمان کبھی غیر مسلموں پر بھروسہ نہیں کریں گے اور اسی وجہ سے کسی مرکزی حکومت کے ہاتھوں خواہ اس کے قواعد کیسے ہی کیوں نہ بنے ہوں کبھی اپنے کو سیر نہ کریں گے اور اس پر طرہ یہ کہ غیر مسلموں کو مسلمانوں پر بھروسہ کرنا چاہئے کہ وہ اپنا وعدہ پورا کریں گے اور ان کے ساتھ کھرا معاملہ کریں گے۔ اگر اعتبار کا معاوضہ اعتبار ہوتا ہے تو بے اعتباری کا معاوضہ بے اعتباری بھی ہے۔ اگر آپ کو غیر مسلموں پر اعتماد نہیں اور ہر قدم پر ان سے بھڑکتے سہتے ہیں تو آپ کو یہ اُمید رکھنے کا کوئی حق نہیں کہ دوسرا عطائے قورقائے تو سے مقولے پر غلّیہ ہو کہ اسی طرح کا برتاؤ آپ کے ساتھ نہ مل سکے۔ خود مختار ریاستوں کا قیام کسی طرح اقلیتوں کے مسئلہ کا حل نہیں بلکہ اس طرح خود مختار ریاستوں میں اقلیتیں اور مذاہب بچور اور بے بس ہو کر رہ جائیں گی۔

(۳) اور (۴)۔

پاکستان ہندوستان کے دفاع میں بھی کوئی آسانی نہیں پیدا کر سکتا نہ شمالی مغربی سرحد اور نہ شمالی مشرقی سرحد پر۔ کہا گیا ہے کہ شمالی مغربی سرحد کے بعد لینے والے قبیلے سب مسلمان ہیں۔ جب ایک اسلامی ریاست قائم ہو جائے گی تو ان کا غیر مسلموں سے جہاد کرنے کا سارا مذہبی و سیاسی جوش ختم ہو جائے گا۔ اس اُمید کی نہ تو تاریخ میں کوئی مثال ہے اور نہ وقت اس کا کوئی ثبوت ہی ہے۔ اسلامی ریاست کا یہ قیام ہندوستان کی تاریخ میں پہلا نہ ہو گا۔ جب سے قطب الدین ایبک نے ہندوستان کی حیثیت اختیار کی اُس وقت سے سکھوں کے زور پکڑنے کے زمانے تک برابر ہندوستان کے شمالی مغربی حصے میں مسلمانوں کی حکومت رہی ہے۔ چھ سو برس کے اس عرصے میں ہندوستان پر اُس سمت سے جتنے حملے ہوئے ہیں سب مسلمانوں نے مسلمان بادشاہوں پر ہی کئے ہیں کیونکہ اس وقت کوئی ہندو راجہ نہ تھا۔ علاء الدین خلجی نے سرحد پر کافی فوجی مورچہ بندی کر رکھی تھی مگر بار بار حملہ آور ملنا کرتے رہے اور یہی حالت مسلمانوں کی حکومت کے تقریباً سارے زمانے میں رہی۔ تیمور۔ بابر۔ نادر شاہ۔ احمد شاہ ابدالی کے تمام حملے مسلمانوں نے ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں پر کئے۔ تاریخ سے اس پچکانہ مفروضہ کی کوئی تائید نہ ملے گی کہ مسلمانوں کی حکومت اُتری چھٹی علاقے میں قائم ہونے کے بعد حملے کے سارے امکانات ختم ہو جائیں گے۔ یہ جو کتاب کہ آج کل کے زمانے میں رادھر سے کوئی حملہ نہ ہونے کی وجہ اسلامی ریاست کا قیام نہیں بلکہ دوسرے وجوہ ہوں گے۔ صرف یہی نہیں کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کے خلاف دوسرے مسلمانوں نے حملے کئے بلکہ خود مسلمانوں کے درمیان

حکومت، سلطنت اور تخت و تاج کے لئے جگہیں ہوتی رہیں۔ اگرچہ اسلام کی تعلیم کے مطابق نسل و وطن کے سارے امتیازات زور پر ہٹانا چاہئے پھر بھی اسلام مسلمانوں کے درمیان باہمی جنگ روکنے میں عیسائی مذہب کی طرح ناکامیاب رہا۔ اس کے ثبوت کے لئے گزشتہ تاریخ میں زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ پہلی جنگ عظیم میں عربوں نے ترکوں کے خلاف لڑنے میں پس دیش نہیں کیا۔ ایسے وقت میں جب کہ ہندوستانی مسلمان سلطان ترکی کی عظمت اور حکومت بطور عظیمیہ المسلمین بقرار رکھنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے تھے۔ مصریوں نے انکے خلاف ظلم بغاوت بلند کئے تھے۔ فارس میں رضا شاہ پہلوی جیسے باخواریہ ایران کا بانی کہا جاسکتا ہے۔ دول یورپ کی تحریک و سازش سے اپنے ہی ملک کے مسلمانوں کے ہاتھوں ایسا پریشانی ہو کر تخت سے دست بردار ہو کر اپنا آخری زمانہ غربت میں بسر کرنا پڑا۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے درمیان افغانستان میں دو بڑے انقلابات ہوئے۔ امان اللہ شاہ کے بجائے تاج محمد اور بچہ سقا کی جگہ نادر شاہ کو اسی ملک کے مسلمانوں نے بادشاہ بنایا بلکہ آج بھی اس کی کوشش ہوتی رہتی ہے کہ ترکی، فارس اور افغانستان کو چھوڑ کے اور عربی سلطنتیں ایک دوسرے سے متحد ہجائیں۔ اس طرح مذہب اسلام مختلف نسلوں، قوموں اور فرقوں کے مسلمانوں کو کیا ایک بھی ملک کے تمام مسلمانوں کو رشتہ اتحاد میں منسلک کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس لئے یہ کہنا فغول ہے کہ مسلمان سلطنتیں ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہیں کر سکتیں۔ یہاں تک تو شمالی مغربی سرحد کے حملوں کے متعلق ہوا۔ شرقی سرحد پر حملہ روکنے یا اس کے اسکانات کم کرنے کا اس طرح کا بھی کوئی بیانیہ نہیں مہیا کہ شمالی مغربی سرحد کے بارے میں کہا گیا۔ شمال مشرقی ہندوستان میں اسلامی ریاست قائم ہونے سے یہ البتہ ہے کہ غیر مسلم علاقہ (ہندوستان) اپنی قدرتی حفاظت کے سامنے سے محروم ہو جائے گا اور اس کے مقابلے میں اسلامی ریاست کو اس طرح کا کوئی خاص فائدہ بھی نہ پہنچے گا۔ جیسا کہ شمالی مغربی علاقے کے قیام کی تائید میں بیان کیا جاتا ہے۔

شمالی مغربی علاقے کے تحفظ کی تائید میں جو نکتہ پیش کیا جاتا ہے وہ اسلامی علاقے کو آسانیاں پہنچانے کے علاوہ غیر مسلم علاقے کے دفاع کا مسئلہ اور زیادہ نازک بنا دیتا ہے۔ ایسی صورت میں کہ مذہبی و ملکی مصالح کے موافق جہاد کا جوش موجود ہو غیر مسلم علاقے کو جہاد کا خطرہ اس وقت اور زیادہ بڑھ جائے گا جب مسلمانوں کی ایک ریاست ہندوستان کے حدود کے اندر قائم ہو جائے گی اور غیر مسلم علاقے کے قبضے میں تحفظ و دفاع کے قدرتی علاقے یعنی پہاڑ بھی نہ رہ جائیں گے۔

اگر پاکستان کی تائید میں اس بنیاد پر (یعنی جہاد) کوئی بحث کی جاسکتی ہے تو اس سے غیر مسلم ریاست اندیشہ کرنے میں حق بجانب ہے خصوصاً اس حالت میں کہ اس قسم کی مسلسل پاکستانی حکومت قائم ہو جانے سے جو خطرے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کا بھی تذکرہ اور کیا جا چکا ہے۔ اس سے وہ بھی نتیجہ نکالیں گے کہ ثبوت سے یہ یہ تجویز محض اس لئے ہے کہ غیر مسلموں کو ان قدرتی حصاروں سے محروم کر دیا جائے اور اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد ظاہر ہے کہ وہ بڑا بڑا پرکس طرح رضامند ہو سکتے ہیں۔

ہر حال ڈاکٹر امبیڈکار کے اس مقولے کی بابت بہت کچھ کہا جاسکتا ہے کہ ایک مضبوط فوج مضبوط سرحد سے زیادہ بہتر ہے۔ ملک کے تحفظ و دفاع کے مسئلہ کو زمانہ اعمال کی جدید ایجادات اسلحہ و اسلوب جنگ کی روشنی میں دیکھنا چاہئے۔ لیکن قدیم طرز جنگ کے اعتبار سے بھی چونکہ مسلمان اور ہندو علاقوں کے گرد مندر ہوا اس لئے میٹوں ریاستوں کو سمندری دفاع کے مسئلہ

پر ہی توجہ دینا ہوگی۔ ان ریاستوں کو صرف غیر مالک کے حلوں ہی سے حفاظت کا سامان ہم پہنچانے کی ضرورت نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ملے سے مدافعت کے لئے بھی تیار رہنا پڑے گا۔ اس کے لئے کچھ بہت زیادہ حساب لگانے یا تجھے کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے کہ بٹوارہ جو جانے کی صورت میں ہندو اور مسلمان دونوں ریاستوں کے وسائل بہت کم ہو جائیں گے اور دفاعی سامان کی کٹوتہ بڑھنے کے ساتھ ہی دونوں ریاستوں کو (مسلم وغیر مسلم) اس کا خرچ پورا کرنا پڑے گا جس کا لازمی بار ان علاقوں کے رہنے والوں پر پڑے گا جس کا انجام پریشانی ہے۔

مالی وضعی وسائل کے سلسلے میں ہم ہندو مسلم دونوں علاقوں کا جائزہ لے چکے ہیں کہ اگرچہ بٹوارے سے دونوں کے وسائل کو کم پہنچے گا لیکن پھر بھی غیر مسلم علاقوں کے مقابلے میں بہتر حالت میں رہے گا۔ اسلامی علاقوں کے پاس نہ تو اتنا سرمایہ ہوگا اور نہ ہی اتنے وسائل ہوں گے کہ اپنی دفاعی تیاریاں مکمل کر سکے۔ بہر حال یہ معاملہ تمام ہندوستان کے باشندوں کے لئے اہم ہے کہ اپنی دفاعی صلاحیتیں منتشر اور متفرق نہ ہوں اور نہ انفرجابات ہی اتنے زیادہ ہوں جیسے ملک برداشت نہ کر سکے اور ضروری دفاعی صلاحیتیں برقرار رکھنے سے معذور رہے بلکہ ہندوستان کی حالت میں الاقوام میں قابل اطمینان رہنی چاہئے۔

مسئلہ دفاع کی ایک دوسری صورت بھی ہے جسے پروفیسر کوپ لینڈ نے بیان کیا ہے اور جسے پاکستان کے عابینوں کو غور سے ملاحظہ کرنا چاہئے۔

اگر اسلامی وغیر اسلامی خود مختار ریاستیں قائم ہوئیں تو ہر ایک کو جدا گانہ بری، بحری اور ہوائی قوتیں رکھنا ہوں گی جس میں لازمی طور پر اسی قوم اور فرقے کے لوگ ہوں گے جن کا وہ ملک ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ فوج کی موجودہ ترتیب میں تبدیلی واقع ہوگی۔ ڈاکٹر امبیڈکار نے بتایا ہے کہ قبل ۱۹۵۶ء میں فوج میں ۹ فی صدی شمالی و مشرقی ہندوستان، بہار و صوبہ متحدہ کے لوگ ہوتے تھے اور دس فی صدی شمال مغرب کے لوگ لیکن بعد ۱۹۵۶ء میں حکومت کی پالیسی بدل جانے کے باعث یہ حالت بالکل الٹ گئی جس سے ۷۴ فی صدی شمالی مغربی حصہ کے سپاہی ۶ فی صدی نیپال، گڑھوال اور کالیوں کے اور ۲۴ فی صدی شمالی مشرقی ہندوستان، بہار اور صوبہ متحدہ کے بھرتی ہونے لگے۔ چنگو اور ناٹال جنگ قوم کا فرق پہلے پہل ۱۹۵۶ء میں بھرتی کے اصول کے طور پر مقرر ہوا جس کی مزید تائید لاڈ رابرٹ اور لارڈ کپٹن نے بھی کی جس سے شمالی مغربی ہندوستان کی قومیں زیادہ بھرتی ہونے لگیں یہی وجہ ہے کہ مسئلہ ۱۹۵۶ء میں ان کی تعداد میں بڑا اضافہ ہو گیا یعنی ۵۷ فی صدی شمالی مغربی ہندوستان کی قومیں ۲۲ فی صدی نیپال، گڑھوال اور کالیوں کے لوگ اور ۱۱ فی صدی بہار اور صوبہ متحدہ کے لوگ رہ گئے بقیہ میں ۵۵ فی صدی جنوبی ہندوستان کے اور ۳ فی صدی برہما کے سپاہی تھے۔

ڈاکٹر امبیڈکار کی کتاب سے ذیل کا نقشہ یہاں پیش کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ فوج کی ترتیب میں قوموں کا تناسب کس طرح بدلتا رہا۔

نمبر	علاقہ و قوم	فیصدی ۱۹۱۷ء میں	۱۹۱۸ء میں	۱۹۱۹ء میں	۱۹۳۰ء میں
I	پنجاب، سرحد و کشمیر	۴۷	۴۶/۵	۴۶	۵۸/۵
۱	سکھ	۱۹/۲	۱۷/۲	۱۵/۲	۱۳/۵۸
۲	پنجابی مسلمان	۱۱/۱	۱۱/۳	۱۲/۲	۲۲/۴
۳	پٹھان	۶/۲	۵/۴۲	۴/۵۴	۶/۳۵
II	نیپال، گیلیوں، گرووال	۱۵	۱۶/۶	۱۳/۲	۳۱/۴
۱	گورکھے	۱۳/۱	۱۶/۶	۱۳/۲	۱۶/۴
III	شمالی ہندوستان	۲۲	۲۲/۷	۲۵/۵	۱۱
۱	صوبہ متحدہ کے راجپوت	۶/۴	۶/۸	۷/۷	۲/۵۶
۲ III	ہندوستانی مسلمان	۴/۱	۳/۴۲	۴/۴۵	نہاں
۳	برہمن	۱/۸	۱/۸۶	۲/۵	نہاں
	جنوبی ہند	۱۶	۱۱/۹	۱۲	۵/۵
۱	مرہٹہ	۴/۹	۳/۸۵	۳/۷	۵/۳۳
۲	مدرا سی مسلمان	۳/۵	۲/۷	۲/۱۳	نہاں
۳	تامل	۲/۵	۲	۱/۶۷	نہاں
V	برہمن (یعنی برہمن کے باشندے)	نہاں	برائے نام	۱/۷	۳

ان اعداد سے پنجابی مسلمان اور سرمدی پٹھانوں کی تعداد میں کافی انفاق پایا جاتا ہے سکھوں کی حیثیت نہراہل سے نہیں پرہاچو کی نہیں جہاں پر ہوگئی ہے اور یوپی کے برہمن تالوں اور مدراسی مسلمانوں کی تعداد نہراہل ہوگئی ہے۔ ۱۹۳۳ء کے فوجی اعداد میں قومیت کے لحاظ سے تجزیہ کر کے ڈاکٹر امبیڈکار اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد پیدل فوج میں ۳۶ فیصدی (اگر گورکھے شامل نہ کئے جائیں ورنہ ۳۰ فیصدی) اور سواروں میں ۳۰ فیصدی ہے۔ علاوہ ایک فیصدی پیدل کے جو دہلی کے قریب جوار کے ہیں بقیہ پیدل فوج کے تمام مسلمان اور ۱۵ فیصدی سوار فوج پنجاب اور سرمدی صوبے کے مسلمانوں سے مرکب ہے۔

مرکزی اسمبلی کے ممبروں کے استفسار کے باوجود ۱۹۳۲ء کے بعد کے فوجی اعداد و شمار گورنمنٹ نے ظاہر نہیں کئے۔ سرسکندر حیات خاں نے ایک پنجابی مسلمان کی حیثیت سے ہندوستان کے لئے ایک وفاقی سلطنت کا خاکہ بنایا تھا جس میں یہ شرط رکھی تھی کہ ہندوستانی فوج میں مختلف قوموں کا تناسب ہر صورت میں وہی رکھا جائے جو جنوری ۱۹۳۲ء کی ہندوستانی فوج میں ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا تناسب فوج میں یقیناً اتنا زیادہ تھا کہ انہیں یہ شرط لگانا پڑی۔ مسلمانوں کے علاوہ ۱۹۳۳ء میں ۱۱/۵۸ فیصدی سکھ سپاہی بھی پنجاب کے تھے۔ لہذا ہزاروں کسب سے پہلا اثر یہ ہوگا کہ ہندوستانی

فوج کے بہت زیادہ لوگ اپنی نوکریوں سے برطرف کر دیے جائیں گے اور اسلامی ریاستوں کو ان سب برطرف شدہ لوگوں کو اپنے یہاں جگہ دینی پڑے گی۔

یہ سچ ہے کہ جنگی اور غیر جنگی قوموں کی تخصیص محض مجملت پسندی کا نتیجہ ہے جس کا ایک مقصد پنجابیوں کو ان کی خدمات کے صلے میں انعام دینا اور موہبتہ و بہار کے باشندوں کو ان باغیانہ اقدام کے لئے سزا دینا تھا جو ان سے صدر کے سلسلہ میں ہوئی تھیں۔ یہ امتیاز کسی تاریخی یا حقیقی بنیاد پر مبنی نہیں اور اسی لئے شاید کوئی قومی حکومت اسے برقرار نہ رکھے۔ اگر ہٹوارہ نہ ہوا تو غالباً فوجیوں کا تناسب ہر صوبہ کی آبادی کے لحاظ سے رہیگا لیکن ان کی تعداد میں تخفیف یا زیادتی نہ ہوگی بلکہ آہستہ آہستہ اس پر عمل کیا جائے گا۔ پروفیسر کوپ لینڈ نے کہا ہے کہ فوج میں مسلمانوں کا تناسب جو ۱۹۳۶ء میں $\frac{1}{10}$ تھا اور اب ۳۰ فیصدی ہے جب ۲۵ فیصدی سے بھی کچھ کم کر دیا جائے گا تو اس کا اثر پنجابیوں کے طرز زندگی پر کافی اثر پڑے گا کیونکہ ان کا ایک بڑا حصہ انکمینی پر گزار کرتا ہے۔ اب یہ خیال کرنے کی بات ہے کہ جب ہٹوارے کی وجہ سے اکھنڈ ہندوستان میں پنجابی مسلمانوں کی آمدنی کا یہ دروازہ باطل ہی بند ہو جائے گا تو ان کی حالت کس قدر خراب ہو جائے گی۔

کہا جاسکتا ہے کہ جو لوگ اب حکومت ہند کی فوج میں ہیں وہی اپنی اسلامی ریاستوں میں بھرتی ہو جائیں گے۔ یہ بیشک ممکن ہے لیکن اس صورت میں چھوٹی مسلم ریاست کیسے ان تمام لوگوں کو اپنی فوج میں جگہ دے دیگی جو ہندوستانی فوج سے برطرف ہوں گے اور اگر اتنی فوج رکھ بھی لے تو اس کا بار انھیں کی گردن پر پڑے گا جس سے بقیہ غیر مسلم حصہ کو کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ اس طرح گویا مسلم علاقے کا جو نقصان ہوگا وہی غیر مسلم علاقے کا فائدہ ہے کیونکہ وہ دوسرے جو ایک ریاست اپنی فوج پر خرچ کرے گی وہی دوسری ریاست ان لوگوں پر صرف کرے گی جو اس کی آمدنی میں اضافہ کرنے والے ہوں گے۔

(۵) کہا جاتا ہے کہ صرف ہٹوارے سے مسلمانوں کو اقتصادی خود اختیاری حاصل ہو سکتی ہے۔ اقتصادی سلسلہ کی دو صورتیں ہیں ایک سرکاری نوکریوں کا ذریعہ اور دوسرے صنعتی ترقی کے ذریعہ اقتصادی فارغ المالی۔ جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے تو ہٹوارہ اسلامی ریاستیں قائم ہونے کے بعد اس سے مسلمانوں کی حالت بہتر ہونے کے بہت کم امکانات ہیں کیونکہ ملازمتوں کی تعداد اقوام کے تناسب سے معین ہے جو اگر نامناسب اور غیر منصفیانہ سمجھی جائے تو ترمیم کی جاسکتی ہے لیکن جب تک کہ یہ طے نہ کر لیا جائے کہ غیر مسلموں کو سرکاری نوکریاں دی ہی نہ جائیں گی یا ان کا تناسب اس سلسلہ میں زیر بحث گھٹا کر انھیں محض فرق مذہب کی بنیاد پرست ٹھہرایا جائے گا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیسے مسلمانوں کی حالت میں زیادہ تبدیلی پیدا کی جاسکتی ہے۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ صرف سرکاری ملازمتوں کا معاملہ ہی ایسا ہے جس میں باہمی اتفاق کی صورت نکل سکتی ہے اور اگر ان کے لئے ان کے اور دانت کے لئے دانت کی پڑائی مثل پوری اتر سکتی ہے۔

چونکہ غیر مسلم ملازمین کا تناسب مسلمان ریاستوں میں زیادہ رہے گا اس لئے انھیں اپنی مانگیں پیش کرنے اور حقوق حاصل کرنے میں آسانی رہے گی برخلاف اس کے غیر مسلم ریاست میں چونکہ مسلمانوں کی تعداد کم ہونے کے ساتھ چھدری ہے۔ اس وہ اپنے مطالبات شاید اتنے زوردار اور سنگھٹت طور پر نہ پیش کر سکیں۔ مسلمانوں کا تناسب چونکہ مختلف صوبوں میں ایک جہتی

۱۳ فیصد تک ہے اور انھیں جیسے اس سے زیادہ حاصل ہیں۔ اس لئے اس کا زیادہ امکان ہے کہ غیر مسلم ریاست کی سرکاری ملازمتوں میں ان کی تعداد اور گھٹائی جائے۔ اس وقت ملازمتوں کے بارے میں اگر کسی قسم کا معاہدہ ہو تو بٹوارے کے وقت اس میں ترمیم ہونا ضروری ہے کیونکہ اس معاہدے کے وقت بٹوارہ ہرگز مد نظر نہیں رکھا گیا تھا۔ اس طرح گویا ہندوستان کے مسلمان ہندو ملازمتوں کے سلسلہ میں نقصان اٹھائیں گے اور ایسا نقصان جس کے عوض میں ان کے ہم مذہب بھائیوں کو اسلامی ریاستوں میں بھی کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

اقتصادی ترقی و فارغ البالی کا دوسرا پہلو صنعتوں کی ترقی ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ غیر مسلم آبادی کو تجارت میں جو ترقی حاصل ہے وہ ان سیاسی رعایتوں کے باعث ہیں جو انھیں حاصل تھیں۔ ہندوستان میں جو سیاسی اختیارات تھے وہ نہ تو ہندوؤں نے استعمال کئے ہیں اور نہ مسلمانوں نے بلکہ یہ تو برطانیہ کے قبضہ میں رہے ہیں۔ اگر آج ہندوؤں کو تجارت کے میدان میں سلاؤ پر فوٹ حاصل ہے تو اس کا سبب سیاسی سرپرستی نہیں بلکہ اپنی محنت و کارپردازی ہے۔ اگر اقتصادی برتری آبادی کے تناسب حاصل کئے ہوئے اختیارات پر مبنی ہوتی تو پاری جن کا تناسب ہندوستان کی آبادی میں بہت کم ہے کہیں قابل ذکر ہی نہ ہوتے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انھیں اقتصادی اعتبار سے جو درجہ حاصل ہے وہ ہندوؤں سے اگر زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں کہی جاسکتی۔ ان کی اس فارغ البالی سے کوئی حد نہیں کرتا اور نہ انھوں نے کبھی اس کی شکایت کی ہے کہ غیر پاری اکثریت ہندوستان میں انھیں کچلے ڈال رہی ہے۔ یہ کہنا کوئی معقول بات نہیں کہ ہندوؤں کی موجودہ حالت ان کے سیاسی اثرات و مراعات کی بنا پر ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد کسی طرح اپنی اس حالت سے اس وقت تک گرائے جاسکتے ہیں جب تک کہ اسلامی حکومت ان کے ساتھ تعصب کا برتاؤ نہ شروع کر دے۔ اگر پاکستان کے حامیوں کا مطلب یہی ہے کہ پاکستان میں تاجروں کو صرف اس لئے ترجیح دی جائے کہ وہ مسلمان ہے تو وہ غلطی پر ہیں اگر وہ سمجھتے ہیں کہ غیر مسلم اس بٹوارے کو قبول کرینگے۔ اگر ہندوؤں کے ہاتھ میں اختیارات رہے ہوتے اور انھوں نے اپنے ہم مذہبوں کو تجارتی مراعات دینے میں ان اختیارات کا بجا استعمال کیا ہوتا تو یقیناً صورت دوسری ہوتی لیکن جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے مرکزی حکومت میں انھیں کبھی اختیارات حاصل نہیں رہے اور صوبوں میں اختیارات انھیں حاصل بھی ہوئے تو صرف ۲۴ مہینہ کی مختصر مدت کے لئے۔ اور ادھر مسلمانوں کے ہاتھوں میں پاکستانی صوبوں میں حکومت کی لگام تقریباً آٹھ سال تک مسلسل رہی ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پنجاب کے بعض ہندوؤں اور سکھوں نے اپنی صلاحیت، محنت، اور قابلیت کی بنا پر پنجاب کے باہر بھی صنعتی ادارے قائم کئے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ مسلمانوں کے بعض طبقے مثلاً فوجیہ وغیرہ کی طرح راجپوتانہ، کاٹھیاوار اور گجرات وغیرہ کے ہندو ہندوستان کے صنعتی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے موجودہ حیثیت کی سیاسی حق یا رعایت کی بنا پر حاصل نہیں کی۔ ان کے مقابلے میں اور مسلمانوں کا بڑھنا اور ترقی کرنا اس وقت تک مشکل ہے جب تک غیر مسلموں کو دبا بنے اور کھینچنے کا فیصلہ نہ کر لیا جائے جو خود مختار اسلامی ریاستوں کے غیر مسلم باشندوں پر مرمی زیادتی اور ظلم ہوگا۔

اسی طرح ہم نے دیکھا کہ جن دوجہ کی بنا پر بٹوارہ طلب کیا جاتا ہے وہ یا تو غیر معقول ہیں یا ایسی کہ انھیں بٹوارے کی جائز

وجہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ برخلاف اس کے بٹوارے کے خلاف بڑی معقول وجہیں ہیں جن میں چند کا اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کیا جاسکتا ہے۔

(۱) چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں کے دن اگر ابھی نہیں تو جانے ہی والے ہیں۔ حال کے واقعات نے بتلایا ہے کہ چھوٹی ریاستیں اپنی حفاظت کو کر ہی نہیں سکتیں بڑی بڑی ریاستوں کو اپنی آزادی برقرار رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ اس لئے آج کل کا سیاسی رجحان مختلف ریاستوں کو جمع کرنے کی طرف زیادہ ہے اور اگر بڑی ریاستوں سے بھی بڑھ کے کوئی عظیم تر ریاست کا قیام عمل میں آجائے تو چنداں تعجب و حیرت کا مقام نہ ہونا چاہئے۔ ایسی صورت میں یہ زبردست غلطی ہوگی اگر ہندوستان کو متحد دھڑی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جب ایک بار ہم بٹوارے پر آگئے تو ہندوستان نہ صرف مسلم و غیر مسلم ریاستوں میں بٹ جائے بلکہ ان مسلم و غیر مسلم ریاستوں کے بھی حصے ہو جائیں گے جس سے دلیان ملک کی مختلف ریاستیں قریب ایک طرف برطانوی ہندوستان بھی کٹ کٹ کے نجانے کتنے حصوں میں بٹ جائے۔ ایسی حالت میں ہندوستان کی مثال ایک ایسے مکان کی ہوگی جس میں بچپتی نہ ہو اور جو غیر ملکی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کا شکار رہنا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ یہ چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں کمزور باہری حملوں سے اپنی دفاع کرنے کے ناقابل اور باہریوں کے اشارے پر ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرنے پر تیار ہوں گی۔

(۲) بالکل طور پر سارے ملکی وسائل سب کے فائدے کے لئے زیادہ بہتر طریقہ سے استعمال میں لائے جاسکتے ہیں اگر سب مل جل کر، منہی خوشی، اس میں مدد کریں، یہ نسبت اس کے دو خود مختار ریاستیں قائم کر لی جائیں جس میں شمالی علاقہ علیحدہ بٹ جانے کی وجہ سے اتنا مفید نہیں ہو سکتے۔ دو ریاستوں کا محض خود مختار ہونا ہی ایک ایسی بڑی دیوار ہے جو مل جل کے کام کرنے میں عارِج ہو جائے گی۔

ہندوستان کے سے وسیع ملک میں قدرتی دولتیں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس ملک کے مختلف حصوں میں تقسیم ہو جانے سے یہ ہوگا کہ ہر حصہ یا ریاست اپنی بعض بہت اہم اور ضروری چیزوں کے لئے دوسرے کی دست نگر رہے گی جس کا نتیجہ کچھ اچھا نہ ہوگا۔ یہ امر کہ اسلامی مغربی و مشرقی علاقے اس بٹوارے میں سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے کہیں اور بیان ہو چکا ہے اور اس کا بھی ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اسلامی ریاستوں کے پاس سرمایہ بھی اتنا نہ ہوگا کہ عمل اور دفاع کا خرچ برداشت کر سکیں۔

(۳) ہندوستان کی سب سے بڑی ضرورت اس وقت یہ ہے کہ ملکی ترقی پر زیادہ سے زیادہ خرچ کیا جائے کہ نہ برطانوی حکومت نے اپنے کو کم و بیش پولیس کی حکومت سمجھا ہے جس سے ملکی ترقی کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ اس نقصان کے پورا کرنے کے لئے سارے ملک کو توجہ کرنا ہے جس سے اسلامی ریاستیں بھی مستثنیٰ نہیں لیکن ریاستوں کا بٹوارہ ملکی ترقی پر بہت بُرا اثر ڈالے گا جس میں اس زخار ترقی میں روڑا اٹکے گا۔ پھر وسائل گھٹ جانے کے باعث دونوں ریاستوں کو اس مد میں خرچ کے لئے بھی کافی رقم نہ میسر ہو سکے گی۔

(۴) دنیا کی قوتوں کا نیار حجان جس سے اسلامی ممالک بھی علیحدہ نہیں ہے کہ سیاست اور اقتصادیات کو مذہب سے زیادہ اہمیت دی جائے۔ مسلم لیگ اور پاکستان کے نام لیوا خواہ کچھ ہی کیوں نہ کہیں اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ دنیا کی تمام اسلامی حکومتیں یورپ کی عیسائی حکومتوں کی طرح دنیا دار اور لامذہب ہوتی جا رہی ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ ہندوستانی مسلمان وقت کے اس بہتے ہوئے دھارے کو بدل دیں گے اور ہندوستان میں مالگیر بھجائے گئے خلاف بعض دوسری بنیادوں پر حکومت قائم کر لیں گے؟

(۵) یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ بٹوارے کی اس تجویز کی سب غیر مسلموں اور کچھ مسلمانوں نے بھی سخت مخالفت کی ہے مجھے یہاں فیصلہ کرنا نہیں کہ آیا مسلم لیگ مسلمان اکثریت کی نمائندہ جماعت ہے یا جمیعت العلماء جمعیت المؤمنین مجلس احرار، نیشنلسٹ مسلمانوں کے گروہ، آل انڈیا شیوعہ کانفرنس اور دوسری جماعتیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آخر الذکر تمام جماعتوں نے بٹوارے سے شدید اختلاف کا اظہار کیا ہے۔ پھر مسلمانوں میں صورت حال صیہاں ہے ہندوؤں اور سکھوں نے صاف صاف پاکستان کی مخالفت کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بٹوارے کے مسئلہ پر جتنا زور دیا جائے گا تعلقات اتنے ہی خراب ہوتے جائیں گے۔

یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ آئندہ کیا ہوگا لیکن اتنا ضرور ہے کہ پاکستان ہنسی خوشی حاصل نہیں کیا جاسکے گا اور اگر یہ تجویز منظور بھی ہوگی تو بٹوارے کے بعد بھی ایک دوسرے کے خلاف یہ بے اعتباری دونوں کے دلوں میں قائم رہے گی۔ یہ امید کہ بٹوارہ ہو جانے کے بعد دلوں کے غبار دھل جائیں گے محض موهوم ہے۔ امکانات تو اسی کے زیادہ ہیں کہ یہ بے اعتدلی اور کینہ یہاں تک بڑھے کہ دونوں ریاستوں کو فوجوں کی نگر پڑائے اور اگر یہ نہ بھی ہو تو اقتصادی مقاطعہ یا معاشی جنگ کا ہونا ناممکن نہیں۔

(۶) اس تمام جنگ وجدل، کینہ پروری اور بغض سے اقلیتوں کی حالت پر زبردست اثر پڑے گا۔ اسلامی اور فراسلامی ریاستوں کے اس تصادم کا یہ نتیجہ ہوگا کہ جو ہمدردیاں ایک دوسرے کے دلوں میں اقلیتوں کے لئے ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گی اور اقلیتوں کا آج کل سے بھی بُرا حال ہو جائے گا۔ یہ صورت حال بٹوارے کی منظوری کی حالت میں غیر مسلم اقلیتوں پر تو زبردستی نازل کی جائے گی لیکن مسلمان اقلیتیں بیشک اسے خود ہی مول لیں گی اور کسی دوسرے پر اس کا اہرام نہیں لگا سکیں گی۔

گذشتہ چند سال میں ترقی پسند ادب کی تحریک نے اتنی کافی ترقی کر لی ہے کہ اس کی ترجمانی کے لئے متعدد رسائل کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے چنانچہ اس خیال کے مد نظر حیدر آباد سے ایک سہ ماہی رسالہ "نیاز زمانہ" جاری کیا گیا ہے جسے بعض مشاہیر اہل فکر مثلاً ڈاکٹر عبدالحق، پروفیسر احتشام حسین، کرشن چندر اور فضل الرحمن صاحب حیدر آباد کی مساعی نامیہ حاصل ہے۔ اس کا پہلا شمارہ اواخر فروری میں شائع ہوگا۔ میں توقع ہے کہ ملک کے وہ اہل قلم جنہیں اردو ادب اور

نیاز زمانہ
ڈاکٹر قاضی عبدالغفار

معموماً ترقی پسند ادبی رجحانات سے بہرہ ور ہیں ان کے ہاں یہ مسرتیغ ہوئے کا موقع دیں گے۔
میں "نیاز زمانہ" مکرّم جمہا ہی روڈ۔ حیدر آباد.... دکن

ہمارے کتابیں

اردو کی عشقیہ شاعری

از

فراق گورکھپوری

فراق کے کلام میں دنیا کی اعلیٰ ترین عشقیہ شاعری کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ فراق کی شعر موجودہ زمانے کے بلند ترین فکر کی مثال ہے۔ عشقیہ شاعری پر سن و عشق کے معاملات پر اب تک ایسی کتاب اردو میں نہیں آئی۔
جلد با تصویر قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ

اصغر شاعر بھی تھا، نقاد بھی اور ادیب بھی اُسی نے شمع سخن کو اس شان سے فروزاں کیا کہ ادبی فضا نے ادب بلکہ اُسی اب بھی سخن آرائی اس کے طرز ادا کی ندرت پر دھجھ کر رہی ہے اور ارباب علم اس بجائے فن کی نازک نیلیاں پر سر دھتے ہیں اگسٹ آپ بھل کے مطالب علیہ اور افادات ادیب سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں تو

اصغر گوندوی

کامط لعل اکیمجے۔ اسی مجموعہ کے پہلے اشعار اے نے مرتب کیا ہے اور اس زمزم خان بہادر امدانہ کاظمی ایم۔ اے ایم ایڈیٹر فیض منظر عزیز بی۔ اے آئندہ ملک کے دوسرے نقادوں نے شرکت کی ہے۔
قیمت دو روپیہ ۱۲ آنہ

اردو شاعری کی ذہنی تاریخ

اصغر گوندوی مرحوم بیسویں صدی کے چارے ادیب ہیں جو مرتبہ رکھتے ہیں وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا ہے۔ مرحوم کی تاریخہ بالا تصنیف اہم اور غیر معمولی تنقیدی تفکر کی جھلکاتی ہوئی مثال ہے۔ خارجی طور پر تو اردو شاعری کی کئی تاریخیں لکھی گئی ہیں لیکن داخل اور ذہنی طور پر اردو شاعری کی تاریخ حضرت اصغر کی تصنیف میں ابھار کی گئی ہے۔ اپنا آؤدہ پہلے سے تب کر لیں۔
قیمت فی جلد دو روپیہ چار آنہ

ساتھی اور دوسرا سفلے اذ۔ حمیدہ گیم بی۔ اے سبق آموز ہے۔ مطالعہ کے بعد موجودہ معاشرت کا تاریکیاں روشن پہلو نظر کے سامنے آجاتا ہے اور اس طرح ہر مطالعہ گریز ال پہلے سے زیادہ تجربہ کار ہو جاتا ہے۔
قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

ملنے کا پتہ: سعید برادر س پبلشرز الہ آباد

Cool off your cares
of the day-



اور پیلکوپچھت کر
سکے

کے سب کام اور توجہ کی تمام طاقت ختم ہو جاتی
پیلکوپچھت کر پچھلے ہیجے پستی اور مکان کو کواور
پچھت کر پچھلے قابل اعتقاد ہو سکتی ہیں۔ ایک روز پچھت
معلیٰ سے پچھت رہتے ہیں اور ناز و ناری رت کٹتا
پچھت کر پچھت کر پچھت کر پچھت کر پچھت کر
پچھت کر پچھت کر پچھت کر پچھت کر پچھت کر
پچھت کر پچھت کر پچھت کر پچھت کر پچھت کر

وقت اس قدر کم ہے کہ ہر شخص اس میں سے لکھا ہے۔ اسی اور ڈی اسی دونوں قسم کے کریٹ کے لئے ہیں۔

پیلکوالکٹریکل انڈسٹریز لمیٹڈ

لاہور - امرتسر - بمبئی

PELICAN
Ceiling Fan

خبرنامہ کچھو

ہندوستانی شکم فلم سازی کے ایک نئے معیاری ادبے کا قیام

پرستی:- ہمارا جگ جیت سنگھ صاحب بہادر، والئی کیور تھلہ ایسٹ

کہانی امکالے دگانے
پروفیسر واقف مراد آبادی

پہلی تصویر راج ہٹ

وڈیو ڈائریکٹر: صادق علی

میل کے لئے لکھئے:-



کیونکہ قائم رہ سکتی ہے جبکہ طبیب نہ لکھے اور دوا صبح نہ ملے یا مریض کو حکیم ہی عطا کر لے۔ یہی پاکیزہ خیال آنا تھا کہ حکیم اجل خاں صاحب مرحوم نے سال ۱۹۰۳ء میں ہندوستانی دواخانہ دہلی کو قائم کیا۔ تاکہ صحیح دوائیں میسر آسکیں ساتھ ہی آیور ویدک اینڈ یونانی طبیہ کالج دہلی کی بنیاد رکھی تاکہ مستند حکیم دواخانہ کی خدمت کر سکیں۔ اور صاف اعلان کر دیا۔ کہ ہندوستانی دواخانہ دہلی کا کل نفع کالج پر صرف ہو۔ اپنی عمر کا اندوختہ جولانی نونہ جات تھے۔ صرف ہندوستانی دواخانہ کو عطا فرمائے۔ تاکہ ہندوستانی دواخانہ کی آمدنی اتنی کافی ہو جائے کہ کالج بغیر کسی امداد کے چلتا رہے حتیٰ کہ یونیورسٹی کے درجہ تک پہنچ جائے۔

آج ہم فخر محسوس کرتے ہیں کہ حکیم اجل خاں صاحب مرحوم کے صاحبزادے مسیح الملک حکیم اجل صاحب اپنے والد مرحوم کے ہندوستانی دواخانہ دہلی اور طبیہ کالج دہلی کی سرپرستی جس مجاہدانہ سرگرمی سے کر رہے ہیں۔ اس کے نتائج اتنے شاندار کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ طبیہ کالج یونیورسٹی کا درجہ حاصل کر لے گا۔ اور یہ سب نتیجہ حکیم صاحب مرحوم کے خلوص اور آپ کی امداد سے ہو گا۔

چند مخصوص اور مجرب دوائیں پیش کی جاتی ہیں

جیسے۔ قیامت ۹۰ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

دانی میں اور دوا کے سہول کو کھوٹے ہیں۔ قیامت ۹۰ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص ملین فروخت ہوتے ہیں۔ قرص ۲ قریب پانی کے ساتھ کھائے گئے۔ قیامت ۹۰ قریب ایک آنہ (۱۰۰)

قرص پودینہ۔ مس طرح ہودوں کو بڑوں سے نقصان پہنچانے اور ان کے اعصاب و دماغ پر اثر کر دینے کے لیے۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کلاں۔ نقصان پہنچانے اور دوا اندر ہی اندر عمل میں آتی ہیں۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص میل۔ یہ شکایت نسخ ہوجاتی ہے اور پیشاب سے پیسے پائیدر ہوجاتا ہے۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص جریان۔ نہایت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ ہزار ہا انعام شفا یاب ہوتے ہیں۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

دیتا ہے۔ خون صاف پیدا کرتا ہے۔ چھوٹے خوراک میں کھاتے ہیں۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

قرص کشتہ ظلا۔ غلظت۔ قریب سات روپے آٹھ آنے (پیشانی)

Handwritten notes in the left margin, including 'Handwritten notes in the left margin' and other illegible text.

پاکستان کی مختلف اسکیمیں

از

ادارہ نئی زندگی

ایک پاکستان کی جتنی اسکیمیں ہمارے سامنے آئی ہیں انہیں خاص طور پر پانچ اسکیمیں قابل ذکر ہیں :-
 (۱) ڈاکٹر سید عبداللطیف (۲) ملٹی گٹھ اسکیم (۳) سکندریات اسکیم (۴) اسد امداد اسکیم اور
 (۵) پنجابی کی اسکیم پاکستان نبر کے ناظرین کی معلومات کے لئے ہم یہ تمام اسکیمیں اپنے سرسری تجربے کے ساتھ دفتراویہ
 ہیں۔ مگر یہ پاکستان اسکیم کے اڈل لٹری ڈاکٹر سید عبداللطیف ہی ہیں، لیکن یہ اسکیم آپ نے مسئلہ میں پیش کی تھی، اور
 اب اسے جن معنوں میں استعمال کیا جا رہا ہے اس سے ڈاکٹر صاحب کو اختلاف ہے۔ آپ کا مضمون اسی نمبر میں
 شامل ہے جو بصیرت افزا ہے۔

(۱)

ڈاکٹر سید عبداللطیف کی اسکیم

اس اسکیم میں ہندوستان کو چار مسلم ادنیٰ کردہ ہندو ثقافتی معلقوں CULTURAL ZONES میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مسلم علاقے

(۱) شمالی مغربی علاقہ - اس علاقہ میں پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور بلوچستان کے برطانوی صوبے ہوں گے اور قیصر پورہ اور بھاول پور کی
 باتیں شامل ہوں گی۔

(۲) شمالی وسطی علاقہ - اس میں شرقی بنگال اور آسام کا صوبہ ہوگا۔

(۳) دہلی - لکھنؤ علاقہ - یہ علاقہ ریاست پٹیالہ کی شرقی سرحد سے لیکر راتم پور کو اعظمہ کرنا پور لکھنؤ تک جائیگا اور اس میں لاہور،
 دہلی، ممبئی اور لکھنؤ کے شہر ہوں گے۔ ریاست مروت ایک راج پورہ ہوں گی۔

(۴) دینی حلقہ۔ اس میں ریاست حیدر آباد، اور ملیر اکہ مرید پورہ، مزید برآں اس حلقہ میں کراں، گڑواپا، چنڑ (CHITTOOR) شمالی گجرات اور دہلی پٹ کے برطانوی اضلاع (جو فی الحال عربیہ مدراس میں ہیں) شامل کر دئے جائیں گے تاکہ اس حلقہ کو سندھ کی کناراہ بھی مل جائے۔

ہندو حلقے

- (۱) اس حلقے میں مغربی بنگال کے وہ اضلاع جو مسلم طبقے سے نکل رہے ہوں اور بہا کے وہ اضلاع جن میں بنگلہ زبان بولی جاتی ہے ہوں گے
- (۲) اڑیسہ۔ جس میں تمام اڑیسہ بولنے والے اضلاع شامل ہوں گے۔
- (۳) بہار۔ اور یوپی کا حلقہ جس کی رست کھنڈ اور دہلی کے مسلم طبقے کی سرحد تک ہوگی اور وہ کہہ جایا اور ہندو عیسائی کے درمیان واقع ہوگا، اس میں وسط ہند کی چند دیہاتیں بھی شامل ہوں گی۔
- (۴) مراچہ تانہ کی راجپوت ریاستیں مل کر ایک نقطہ بنائیں گی۔
- (۵) گجرات اور کاشیاوار
- (۶) اعماراشتر
- (۷) کنارا
- (۸) آندھر
- (۹) تامل ناڈو
- (۱۰) مالا بار اور
- (۱۱) شمالی دھڑلی ہند میں ایک ہندو اسکول جو کہ جس کی کشمیر کے بھی کچھ حصے شامل ہوں گے۔

تبادلہ آبادی

صنف ایکم نے ان مسلمانوں کو جو ہندو علاقے میں رہتے ہیں اسے دی ہے کہ وہ اپنے قریبی مسلم علاقے میں منتقل ہو جائیں اور اسی طرح جو ہندو مسلم علاقے میں ہیں وہ ہندو علاقے میں جا سکیں، ہر گز کے تبادلہ کا سوال ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اپنی خواہش کے مطابق ہندو یا مسلم علاقے میں رہنا پسند کریں چلے جائیں۔ لیکن یہ تبادلہ آبادی فوری طور پر نہ ہو بلکہ کئی سال کی مدت میں مکمل ہو تاکہ انتظام میں سہولت ہو۔

مرکز

اس اسٹیج کا مقصد کچھ اور تمدن کی بنیاد پر تقابلی ریاستوں CULTURALLY HOMOGENEOUS STATES کی ایک امداد (COURSE DEMOCRACY) قائم کرنا ہے لیکن فی الحال یہ اسکیم اتنی متفقہ کا ایک عملی بعد وفاق قائم کرنا چاہتی ہے اسلئے کہ وہ مذاق کی تمام صورتوں UNITS گروہوں سے زیادہ آزادی دیا جائے اور عزت ناگزیر مملکت۔ یہی صوبہ خارج حکمت عملی تجاوت رسا ورمائل وغیرہ وفاق کے سپرد کئے جائیں۔ اس دستور میں دیہی راجپوت اور ان کے حکمرانوں کے حقوق کو کسی چیز پر پیشہ کیلئے تسلیم کر لیا گیا۔

صوبہ ایمر کی منتظر (EXECUTIVE) اکثریت حزب کرگئی، جیسا کہ انتخابات کی پارلیمنٹ کا قاعدہ ہے، لہذا ایسی منتظر ہوگی جو تمام صوبوں کا وزیر مسلمانوں دونوں کو مل کر بنائی جائے گی۔ اگرچہ مجلس منتظم مجلس مغربی پنجاب کرگئی لیکن یہ ہمیں قیادت کی گزرت سے آزاد ہوگی اور بقول صنف پنجم خود کا وزیر مسلمانوں دونوں کو مل کر بنائی جائے گی۔ وزیر اعظم اور اس کی کابینہ

STABLE EXECUTIVE INDEPENDENT OF LEGISLATURE

ڈاکٹر عبداللطیف صاحب لکھتے ہیں،

”مختصر ذریعہ اعظم عرب مجلس اقتضیٰ یہاں میں برسرِ قدرت ہے کہ اگر مقتضی کو اس کی طبعی گئی کا اختیار نہ ہوگا۔“
نمائندگی کا فرقہ بدامانہ انتخاب ہوگا اور تمام عربوں میں مسلمانوں کی موجودہ تعداد بمطابق مسلمانوں ہی عالمِ عالم قائم رہے گی۔

نقائص

ان بنیادی نقائص اور کمزوریوں کے علاوہ جو تقسیم ہند کی تمام سکیموں میں مشترک ہیں، موجودہ اسکیم کے مخصوص نقائص درج کرتا ہوں۔
(۱) مذکور بالا تقسیم کی اصول کی بنا پر نہیں کی گئی ہے اور نہ ہی جگہ نہایت غیر معیاری ہے۔ اس تقسیم میں ان مقامات کو بھی مسلم حلقے میں شامل کر دیا گیا ہے جہاں ہندو اکثریت ہے۔ صوبہ آسام شمالی مشرقی بلوک میں شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہاں ۵۶ فیصدی ہندو رہتے ہیں اور صرف ۳۰ فیصدی مسلمان۔ اہل صوبہ آسام کاسٹ فلیٹس شامل کیا جاسکتا ہے۔ جہاں ۵۶ فیصدی مسلمان ہیں۔ پھر دہلی اور گوجرانوالہ علاقہ بھی مسلم حلقے میں نہیں آسکتا کیونکہ اس علاقے میں ہندوؤں کی بہت زیادہ اکثریت ہے۔ صوبہ متحدہ میں مسلمان صرف ۴۰ فیصدی ہیں۔ پھر دہلی میں بھی قریب قریب اسی تناسب میں آباد ہیں، جہاں آباد کی قریب مسلم حلقے میں نہیں آسکتا کیونکہ یہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ اگر حیدرآباد صرف اس سبب سے کہ اس کا آباد مسلمان ہے مسلم حلقے میں شامل کیا جاتا ہے تو کوئی دوسری جگہ کثیر کوپاکستان میں رکھا جائے۔ کیونکہ کثیر آباد ہندو ہے۔ علاوہ اس کے آرکٹ، چنگل پٹ اور مدراس میں بھی ہندو اکثریت ہے۔ صرف اس لئے سیاست جہاں آباد کو ہندو مت کا رشتہ مل جائے، ہندو اسے دینے پر راضی نہ ہوں گے۔ کوئی دوسری جگہ مدراس ایسا جگہ نہ ہوگا کہ وہاں ہندو اکثریت میں ہندو اکثریت ہے۔ اس لئے اسے بھی مسلم حلقے میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) تبادلاً آبادی اس اسکیم کی ایک بنیادی چیز ہے جو بالکل ناقابلِ عمل ہے۔ اسکیم مذکور کے مطابق تبادلاً منظور کیا جائے تو تقریباً تین کروڑ ہندو اور مسلمانوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑے گا۔ اس بڑے پیمانہ پر تبادلاً آبادی بالکل ناقابلِ عمل ہے۔ یہ تبادلاً صرف برطانوی صوبوں کے درمیان نہیں بلکہ برطانوی صوبوں اور ریاستوں کے درمیان بھی ہے، کوئی دوسری جگہ برطانوی ہند کا باشندہ جسے ریاستوں سے زیادہ شہری آزادی اور سہولتیں حاصل ہیں، ریاستوں کی خصوصی حکومتوں میں جانا پسند کرے۔

اگر انتقال آبادی اعتباری رکھا گیا تو شاید یہ کوئی اپناؤں جو کرنے پر راضی ہو۔ اور اگر جبری رکھا گیا تو ملک اس سے ایک بے پناہ عذاب میں مبتلا ہو جائیگا۔ تبادلاً آبادی کے اجرا جات حکومت کیلئے ناقابلِ برداشت ہوں گے اور کروڑوں کروڑوں آدمی کے لئے حکومت روزگار کا بھی انتظام کرے گی۔
(۳) مصنف اسکیم نے برطانوی اقتدار کے ماتحت ’نیشنل مینا‘ مانا ہے۔ جس کا مطلب ہے۔ ملک کی دائمی غلامی۔ علاوہ اس کے ریاستوں کو اس کی شخصی اور دینیانوسی حکومت کے ساتھ ملی مال قائم رکھا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ کچھ کروڑ ہندوستانیوں پر شخصی اور غلامانہ حکومت کی علت قائم رہے۔ اور وہ کبھی اپنی جمہوری اور آزاد حکومت قائم نہ کر سکیں۔

(۴) یہ اسکیم منتقلہ EXECUTIVE کو مجلس قانون ساز LEGISLATIVE کے ماتحت نہیں رکھتی، جس کا مطلب چند شعبوں کی ڈیٹیشن ہے۔ موجودہ دائرہ کے (مرکزی) حکومت اور اس حکومت میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ دائرہ کے اور ان کی ایک کثیر کاسٹل مرکزی جاسٹس عہدہ کے آگے اپنے افعال کیلئے جواب دہ نہیں اور۔ پہلی انھیں مکان چاہے ہی تو نہیں کال کال کرتی۔ غرضیکہ اس اسکیم کا مقصد ہندوستان میں جمہوریت کا

(۵) یہ کہنا کہ تقسیم کے بعد مسلمانوں کی موجودہ پوزیشن صوبوں میں قائم رہیگی، ناگہان اہل ہے۔ مسلمانوں کو جو WIGHTAGE اور ملازمتیں ان کے تناسب سے زیادہ ملی ہوئی ہیں اور وہ ہندو اکثریت کے حقوق کے رشتہ کر کے دی گئی ہیں، وہ بھی انھوں کی بنیاد پر تقسیم ہند کے بعد قائم نہیں رہ سکتیں۔

(۶) شمالی مغربی صوبوں کی اس تقسیم سب سے بڑی بڑی غلطی کے دانے ہندو علاقے میں رہ جاتے ہیں۔

(۲)

علی گڑھ اسکیم

اس اسکیم کے صنعت علی گڑھ اسکیم یونیورسٹی کے "پروفیسر سیٹھ ظفر الحق" اور "فضل حسین قادری" ہیں۔ یہ اسکیم سارے ہندوستان کو متحدہ صوبوں میں بانٹتی ہے۔ جس کا ہر حصہ کل طور پر ایک سلفٹ ہوگا اور تمام معاملات میں آزاد و مختار ہوگا۔
تقسیم اس طور پر ہوگی۔

۱۔ پاکستان
اس میں پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ اور برصغیر کے برطانوی صوبوں کے ارد گرد شیعہ جموں، کشمیر، چٹا، سیکیت، جین، فرید کوتھ، ناٹھ، جھٹ، چٹا، کپورتھلہ، ایسرکوتہ، پتھریل، دیر، تھل، بوآر، بلاس پور، جھار پور اور شملہ کی پارٹی ریاستیں ہوں گی۔
جمعی آبادی - ۳ کروڑ ۹۲ لاکھ - مسلمانوں کا تناسب ۶۰ فی صدی۔

۲۔ بنگال
اس میں صوبہ بنگال، راجاڑا اور دہلی کے اضلاع کے اسوا، پٹنا اور گڑھ کا ضلع اور مبارک پور، بنارس، شملہ اور
جمعی آبادی - ۵ کروڑ ۲۵ لاکھ - مسلمان ۴ کروڑ ۱ لاکھ - مسلمانوں کا تناسب، ۷۰ فی صدی

۳۔ ہندوستان
اس میں ہندوستان کے تمام بقیر حصے اور ریاستیں (حیدر آباد، پاکستان، بنگال اور بنگال کی ریاستوں کے اسوا، شان بھگت۔
جمعی آبادی - ۲۱ کروڑ ۶۰ لاکھ - مسلمان ۴ کروڑ ۹ لاکھ - مسلمانوں کا تناسب ۹ فی صدی۔

۴۔ حیدر آباد
اس سلفٹ میں ریاست حیدر آباد، صوبہ برار اور کرناٹک (جس کے کچھ اضلاع مدراس سے لینے پڑیں گے اور کچھ اڑیسہ سے)
شان بھگت۔

جمعی آبادی ۴ کروڑ ۹۰ لاکھ - مسلمان ۲۱ لاکھ - مسلمانوں کا تناسب، ۶۰ فی صدی۔

(۵) دہلی
اس میں صوبہ دہلی اور صوبہ متحدہ کامیونٹی ڈویژن اور ریاست ڈویژن اور علی گڑھ کا ضلع ہوگا۔

بحری آبادی - اکبر ۲۶ لاکھ - سلمان ۳۵ لاکھ - مسلمانوں کا تناسب - ۷۰ فی صدی -

۴ - مالابار

اس سلطنت میں مالابار کا صوبہ اور جزیرہ کنارا ہوگا۔

بحری آبادی - ۹۳ لاکھ - سلمان ۱۳ لاکھ - مسلمانوں کا تناسب - ۷۰ فی صدی -

۵ - آزاد شہر

ہندوستان میں جتنے شہر ۵۰ ہزار یا اس سے زیادہ آبادی رکھنے والے ہوں گے انہیں آزاد شہر (FREE CITY) کا درجہ دیا جائے گا اور وہ خود بطور ایک سلطنت کی مانند آزاد ہوں۔ ان آزاد شہروں میں بحری طور پر تقریباً ۱۳ لاکھ مسلمان ہوں گے۔ اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ ان میں جس طرح مسلمان بکھرے ہوئے ہیں، وہ اس پاس سے سٹ کر ۵۰ ہزار آبادی کا شہر بنائیں اور اس طرح خود مختار ہو جائیں۔ بہر حال یہ ایک مندرجہ ذیل ڈاگرم کے ذریعہ آسانی سے سمجھ میں آسکے گی۔

خطہ	سلمان آبادی فی صدی	نفاذ
(۱) پاکستان (جس میں صوبہ سرحد، سندھ، بلوچستان، پنجاب اور ریاستیں شامل ہیں)	۶۰	۴۰
	۵۶	۴۳
(۲) بنگال		
(۱) ہندوستان جس میں صوبہ متحدہ، بہار، اڑیسہ، بھوپال، مدراس، سی پل، وسط ہند، راجستھان وغیرہ شامل ہیں	۱۰	۹۰
	۲۸	۷۲
	۲۶	۷۴
(۲) دہلی		
(۳) مالابار		
حیدر آباد (جس کو جداگانہ خطہ قرار دیا گیا ہے)	۷	۹۳

مرکز

مرکزی شہنشاہی کے متعلق ہر دوسرے مہاجان کوئی صاف چیز نہیں پیش کرتے۔ بہر حال آپ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا ہر ایک ریاست تمام معاملات میں

”کمل طور پر آزاد“ ہوگی اور اسے کال سوری (SOVEREIGNTY) حاصل ہوگی۔ کوئی مرکزی حکومت ان کے اوپر نکلوانے نہ ہوگی۔ ان پر تین قسم کی عہدہ ملے۔ برطانیہ کے ماتحت ہوں گی۔ اور شاہ شاہ برطانیہ سے ان تینوں کے عہدہ ملے۔ عہدہ عہدہ سے ہوں گے۔ اور ان میں مانع کے تین عہدہ ملے۔ نایندہ رہیں گے۔ پھر تینوں ریاستیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ دوجارہ OFFENSIVE AND DEFENSIVE اتحاد کریں گی۔ جس کی بنیاد یہ ہوگی۔

(۱) ایک دوسرے کی حکومت کو تسلیم کرنا ایک دوسرے کو ہر قسم کی مداخلت دھمکیں ہم پہنچانا۔

(۲) پاکستان اور بنگال میں سسلز کا زمین (HOME LAND) قرار دیا جائے گا اور ہندوستان میں ہندوؤں کا جس میں وہ اپنی زمین کے لئے جب چاہیں منتقل ہو جائیں۔

(۳) ہندوستان میں جو مسلمان رہ جائیں۔ انہیں پاکستان اور بنگال کی بڑی قوم کا جزو تصور کیا جائے اور ان سے ویرا ہی سلوک کیا جائے۔

(۴) پاکستان کی متعدد اقلیت اور ہندوستان کی مسلم اقلیتوں کو یہ حقوق دیئے گئے

(الف) تناسب آبادی کے مطابق نمائندگی دی جائے گی۔

(۵) اور ایک مستند سیاسی جماعت کو ہندوستان کی مسلم اقلیت کی نمائندگی کی گئی ہوگی۔

تقاضے

(۱) پاکستان میں مشرقی پنجاب (انبالہ ڈویژن) اور امرتسر ضلع (کبارہ ضلع ایسے شامل کر لئے گئے ہیں جن میں ہندوؤں اور سکھوں کی اکثریت ہے اور مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ان بارہ اضلاع میں ۴۴ لاکھ ہندو، ۱۸ لاکھ سکھ اور صرف ۲۹ لاکھ مسلمان ہیں۔ بنگال میں برودان ڈویژن اور پریسڈنسی ڈویژن کے دس ضلعوں کو خواہ مخواہ مسلم علاقے میں رکھا گیا ہے ان دونوں کمشنریوں میں ایک کروڑ ۲۳ لاکھ ہندو اور اس کے مقابلے میں صرف ۶۰ لاکھ مسلمان ہیں یعنی ان اضلاع میں ہندوؤں کی تعداد مسلمانوں سے دو گنی ہے۔ اسی طرح بارہ کے پورین ضلع کو شامل کر لیا بھی نہیں کیونکہ اس میں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ۱۰ فیصدی اور اس کے مقابلے میں ہندوؤں کا ۵۰ فی صدی ہے۔

(۲) ہندوستان کے تمام شہروں کو جن میں پچاس ہزار یا اس سے زیادہ کی آبادی ہے، آزاد شہر (FREE CITY) قرار دیا جائے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان شہروں کیلئے ہندوستان میں ہمیشہ خالی رہتی رہے۔ آزاد شہروں کا یہ رپ میں جزیہ ہوا وہ شخص کو معلوم ہے۔ جگہ جگہ ڈیزنگ ہی کے آزاد شہر شروع ہوئی ہے۔ علاوہ اس کے یہ چھوٹے چھوٹے شہر اپنی مداخلت بھی نہیں کر سکتے۔ اتنی بڑی تعداد میں ملک کے اندر آزاد شہر پیدا کر دینا بے زبانت زیادہ خطرناک ہے۔ اس سے ہندوستان اسی دور میں چلا جائے گا۔ جبکہ تقسیم ہند میں ملک میں قدم قدم پر ریاستیں بنیں اور ان میں باہمی خدائی ہو کر ترقی ترقی اور باہر کے حملہ آوروں کو کھانکے اندر دے دے پئے آنے کا موقع ملتا تھا۔ علی گڑھ اسکیم ہندوستان کو مزید چند حقوق میں نہیں بلکہ سیکڑوں کمزوروں میں تقسیم کر دیتی ہے۔

(۳) مسلم اقلیت کے مسئلے کا اس میں کوئی حل موجود نہیں۔ تقریباً ۴۰ کروڑ مسلمان پھر بھی ہندوستان میں رہ جاتے ہیں۔

(۴) مسلم اقلیت جو ہندوستان میں رہ جاتی ہے۔ ان کے متعلق عقیدین اسکیم یہ کہے ہیں کہ ہندوؤں کو انہیں پاکستان کی ایک بڑی فٹ کا جو دیکھا جائے، لیکن وہ پاکستان کی ہندو اقلیت کو ہندوستان کی ایک بڑی جاتی کا حصہ کیوں نہیں قرار دیتے؟

(۵) ہندو آزاد کردہ سرے جھڑوں سے زیادہ آزادی دینے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور خیال ہے کہ اس کی بنا دینے کا خیال غلط ہے کیونکہ یہ بعض

دوسری قوموں کے لئے قابی قبول نہیں ہو سکتا، علاوہ اس کے ہزار اور کربانگ کے ہندو ملائوں کو حیدر آباد کی ریاست میں کس بنا پر قبول کیا جائے اور اسے ہندو کیوں غور کریں اس کی کوئی دلیل نہیں پیش کی گئی ہے۔

(۶) یہ ایکم ہندوستان، پاکستان اور بنگال تینوں کے لئے برطانیہ سے طغیہ طغیہ معاہدے کرنا چاہتی ہے۔ جس کا مطلب دوسرے اٹلانٹس یہ ہے کہ ہندوستان برطانیہ کے رحم و کرم پر رہ جائے اور جس طرح انگریزوں کی داخلی فوجات کے ناز میں میٹنگس اور کلاؤڈ فیر نے ہندوستانی مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑایا اور اپنا مطلب نکالنے کے لئے کبھی ان کا ساتھ دیا اور کبھی ان کا ہی نقشہ ہندوستان میں دوبارہ بکھڑکایا۔

(۷) ہندوستان کی آزادی ہمیشہ کیلئے مسدود ہو جاتی ہے۔

(۸) پاکستان اور بنگال میں جنہیں مسلمانوں کا وطن قرار دیا گیا ہے۔ فیصلہ کی اتنی زبردست اور طاقتور اقلیت رہ جاتی ہے۔ جسے ہندوستان کا شکل برہما۔ پاکستان میں ۴۰ فی صدی ہندو اور سکھ رہ جاتے ہیں اور بنگال میں ۴۳ فی صدی ہندو۔ ۴۰ یا ۴۲ فی صدی کی اقلیت نہیں بلکہ اسے مساوی قوم کنا چاہئے۔ پھر یہ اقلیت دولتِ علم اور سیاست میں بدتر سے مالا مال ہے اور دولت میں بھی مسلمانوں سے بہت آگے ہے۔ ان کی اتنی بڑی تعداد میں مسلم ملائوں میں موجودگی کبھی بھی اسلامی حکومت قائم کرنے میں دے گی۔

(۳) سکندر ایکم

یہ ایکم سر سکندر حیات مرحوم نے مسلمانوں اور دینی رئیسوں کو سامنے کرنے کے نقطہ نظر سے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ (۱۹۴۷ء) کی ترمیم کیلئے پیش کیا۔ اس ایکم میں ہندوستان کیلئے دو ناتی (FEDERATION) کو گزیر قرار دیا گیا ہے۔ اور اس میں ہندوستان کو مندرجہ ذیل سات تہاں (HOMOGENEOUS) منطقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

منطقہ ۱

اس میں آسام اور بنگال (ایک یا دو مغربی اضلاع کے اسوا) کے صوبے اور بنگال کی ریاستیں اور سکھ شامل ہوگا۔

منطقہ ۲

بھاڑاڑیس کے صوبے جس میں بنگال کے دو اضلاع بھی شامل کئے جائیں گے۔

منطقہ ۳

صوبہ متحدہ اور اس کی تمام ریاستیں۔

منطقہ ۴

صوبہ مدراس، مدراس کی ریاستیں

منطقہ ۵

اس میں بمبئی، حیدر آباد، مغربی سندھ کی ریاستیں، صوبہ بمبئی کی ریاستیں، میسور اور صوبہ متوسطہ کی دہی ریاستیں شامل ہوں گی

منطقہ ۶

راجپوتانہ کی ریاستیں (دیکھا نیروا دھولپور کے اسوا) گوالیار اور وسط ہند کی ریاستیں اور صوبہ بہار اور اڑیسہ کی ریاستیں اور صوبہ متوسطہ اور بہار

اس منطقہ میں صوبہ پنجاب، صوبہ سرحد، سندھ، کشمیر، بلوچستان، صوبہ پنجاب کی ریاستیں اور بیکانیر اور جیلپور کی ریاستیں شامل ہیں۔

مرکز

یہ ایکم گوا گورنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی زیر ہے۔ اس نے اس میں اکثریتی چیزیں ہیں جو اس ایکٹ میں موجود ہیں۔ ایک آل انڈیا فیڈریشن تسلیم کیا گیا ہے۔ ہر منطقہ (ZONE) کے لئے ایک منتخب مجلس مقننہ (REGIONAL LEGISLATURE) مقرر کی گئی ہے جس میں اس منطقہ کے برطانوی حقوں اور ریاستی حقوں کے نمائندے ہوں گے۔ اس طرح مندرجہ بالا سات منطقوں کی نمائندگی کے لئے جو اراکین منتخب ہوں گے، وہ فیڈرل بجلیٹیو اسمبلی بنائیں گے اور اس اسمبلی کے اراکین کی تعداد ۳۵۵۔ اراکین (۲۵۰ برطانوی ہند سے اور ۱۵۵ ریاستوں سے) کی ہوگی۔ اس تعداد میں ۱۲ حصہ یعنی ۱۲۵ ممبر مسلمان ہوں گے۔ مسلمانوں کے علاوہ دوسری اقلیتوں کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو موجودہ دستور (۱۹۳۵ء) میں موجود ہیں۔

فیڈرل مشنری (FEDERAL EXECUTIVE) ان اراکین پر مشتمل ہوگی۔ (۱) ڈائریکٹر اور (۲) وزیر اعلیٰ ایک کانسل۔ وزیر اعلیٰ کی تعداد کم سے کم سات اور زیادہ سے زیادہ ہوگی۔ جن میں سے ایک فیڈرل اسمبلی کے اراکین میں سے چنا جائے گا۔ وزیر اعظم کے انتخاب کا حق ڈائریکٹر کو ہوگا اور کابینہ کے بقیہ وزراء بھی ڈائریکٹر کے نام پر مقرر کریں گے، لیکن اس امر میں وزیر اعظم سے مشورہ لے لیں گے۔ یہ لازمی ہوگا کہ ہر منطقہ سے ایک وزیر لیا جائے اور وزیر اعلیٰ کے لئے تعداد مسلمان ہو۔ کم از کم دو۔ اور اگر وزیر اعلیٰ کی تعداد سے زیادہ ہوئی تو تین وزراء مسلمان سے لے جائیں گے۔ ابتدائی پندرہ یا بیس سال تک ڈائریکٹر کو۔ اختیار ہوگا کہ وہ دو وزراء فیڈرل اسمبلی سے باہر سے لیں جن کے ذمے دفاع (DEFENCE) اور خارجی معاملات ہوں گے۔ اگر کوئی وزیر اپنے منطقہ کا اقتدار کھو دے گا تو اسے وزارت سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔ فیڈرل اسمبلی میں کابینہ کے خلاف عدم اعتماد کی تجویز پاس ہونے پر ساری کابینہ کو استعفیٰ دینا پڑے گا، لیکن دفاع اور خارجی معاملات کے وزراء کے خلاف جو اسمبلی سے باہر کے ہوں گے عدم اعتماد کی کوئی تجویز نہ لائی جاسکے گی۔

فیڈرل اسمبلی کے اراکین کا انتخاب صوبوں میں جاس مقننہ کریں گی۔ لیکن ریاستوں کے نمائندوں کا انتخاب اس طرح ہوگا کہ ابتدائی نصف صوبوں تک ۲ اراکین دیے جائیں گے اور پھر نصف ریاستوں کی اسمبلیوں سے لے جائیں گے۔ دستور میں ان امور کا تحفظ کیا جائے گا (۱) انگریزوں کے خلاف نسلی امتیاز کو کوئی جذبہ نہ پیدا ہونے پائے (۲) ریاستوں اور برطانیہ کے درمیان جو پرانے عہد نامے ہیں ان میں سے کسی ایک کا نام رکھا جائے۔ یکم جنوری ۱۹۳۳ء کو انڈین آری کی جو شکل و صورت تھی اسے علی حاد قائم رکھا جائے۔ خارجی تعلقات رسل و رسائل، کرنسی، جنگی، وغیرہ کے محکمے مرکز کے ہاتھ میں رہیں گے۔ البتہ (RESIDUARY) اختیارات صوبوں ہی کو حاصل ہیں۔

نفاذ

اس ایکم پر ہم اس نے زیادہ توجہ دینا نہیں چاہتے کہ جو گورنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی ایک دوسری شکل ہے۔ ہندوستان اس دستور کو ناقابل قبول قرار دیا ہے اور خواہ اسے کسی شکل میں بھی پیش کیا جائے اسے منظور نہیں کر سکتا۔ ان سکندریات مرحوم نے اس ایکم میں مسلمانوں کے جو حقوق رکھے ہیں ان پر البتہ غور و خوض کیا جاسکتا ہے۔ ہر حال اس ایکم میں جو نقصان ہیں وہ مختصر الفاظ میں ہیں۔

(۱) صوبائی اور مرکزی (فیڈرل) جاس مقننہ کے درمیان ایک مزید مجلس مقننہ پھیل جائے گی۔ نام سے رکھ دی گئی ہے۔ جس سے انتظامی امور

اور تانن ساری میں چند چند مشکلات پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۲) ریاستی نمائندوں کے لئے براہ راست انتخاب کے عوض امر دینی رکھی گئی ہے۔ اور ان کی ایک بڑی تعداد وفد رل اسمبلی میں دے گا، امر دین کو رکھنے کا طریقہ یہ امر دینہ اور کینڈا کے مفاد کی گرائی کریں گے اور عوام سے ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

(۳) وزیر اعظم کے انتخاب کا اختیار وفد رل اسمبلی کو نہیں دیا گیا ہے۔ علاوہ انہیں قیہہ وزیر کا انتخاب بھی ملی طور پر واسر اسے ہی کریں گے، میں کا نتیجہ ہر گا کر ساری کا مین واسر اسے کی ہوگی۔ واسر اسے ان کے ذریعہ جس عورت کی حکومت چاہیں گے چلا سکیں گے۔ وفد رل اسمبلی میں ہر گاؤں کے امر دینہ اور کینڈا کے امر دینہ دارانہ انتخاب کی بنا پر منتخب شدہ اراکین کی ایک خاص تعداد آجائے گی۔ جس کے سبب کا مینہ پر عدم اعتماد کی تجویز کا پاس ہونا مشکل ہو جائیگا۔

(۴) کا مینہ میں ۲ ایسے وزیر کا شامل کیا جانا ہر وفد رل اسمبلی کے ممبر نہ ہوں اور۔ وناغ اور خارجی معاملات جیسے اہم محکمے ان کے سپرد کرونا یا قیہہ ملکی مفاد کے لئے سخت محنت رساں ثابت ہوگا۔ چر یہ یہ بھی ہے کہ ان وزیر مار پر عدم اعتماد کی تجویز قطعاً نہیں لائی جاسکتی اور وہ بالکل محفوظ و مامون ہیں۔

(۵) اس ایکم سے ہندوستان کی پوزیشن موجودہ دستور سے آگے نہیں جاتی اور آزادی دین تو محض ایک خواب و خیال ہو جاتا ہے۔

لیکن ہر حال اس ایکم میں ایک خرابی بھی ہے اور وہ یہ کہ دوسری سیکشن کی طرح اس میں ہندوستان کو فردہ دارانہ طور پر تقسیم نہیں کیا گیا ہے اس ایکم کو زیادہ سے زیادہ، عربوں کی ایک جدید تقسیم کہہ سکتے ہیں، جس میں اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ تمام منطقے ثقافتی اعتبار سے متجانس (HOMOGENOUS) ہوں۔

(۴)

اسد اللہ ایکم

یہ ایکم بہت ہی سہل اور تقصیر ہے، یعنی شمالی ہندوستان، مسلمانوں کو دیا جائے اور سہیو مار اور وندھیا پراٹھوں کے دھن کا حصہ ہندہ ملی کہ ایکم میں بہت سے جانا پر تارہ آبادی کا بھی مشورہ دیا گیا ہے اور ہندوؤں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ وہ جنوبی ہند میں چلے جائیں اور جنوبی ہند کے کل مسلمان شمالی ہند میں آئیں۔

www.NAFSEISLAM.COM

یہ ایکم اس قدر بھل اور غیر مدعا ہے کہ اس پر کسی قسم کے تبصرے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

(۵)

پنجابی کی ایکم

اس ایکم کے ذریعہ ہندوستان کو مندرجہ ذیل پانچ وفاقوں پر تقسیم کیا گیا ہے جو ایک کل ہند اتحادیہ ALL-INDIA FEDERATION میں شامل ہوں گے۔

۱۔ سندھستان فیڈریشن

اس فیڈریشن میں صوبہ پنجاب (انبار ڈویژن لاہور) اور ہوشیار پور ضلع کی گندھ شکر اور آٹاؤں تحصیلوں کے (اسا) صوبہ سرحد، سندھ، بلوچستان کے صوبہ اور شیر جاد پور، اب، دیر، سوات، چترال، خان پور، تلات، لاس بیل، کچھو، کچھو، اور مالہ کوٹہ کی ریاستیں ہوں گی۔ یہ تمام ریاستیں اور صوبے سندھستان فیڈریشن کے اجزاء (UNITS) ہوں گے۔

رقبہ ۳ لاکھ ۵۰ ہزار مربع میل۔ مجموعی آبادی ۳ کروڑ ۳ لاکھ ۸۳ فیصدی۔ ہندو ۶ فیصدی، سکھ ۶ فیصدی۔

۲۔ ہندستان فیڈریشن

اس میں صوبہ متحدہ، صوبہ متوسط، صوبہ ہارو، آٹھ لکھ، آسام، مدراس، بمبئی، صوبہ بنگال کے مغربی اضلاع یعنی برودان ڈویژن، اور ہندوستان کی تمام ریاستیں (راجستان اور دکن فیڈریشن کی باہر کی تمام ریاستیں) ہوں گی۔

رقبہ ۱۲ لاکھ ۴۲ ہزار مربع میل۔ مجموعی آبادی ۲۱ کروڑ ۳ لاکھ ۸۳ فیصدی۔ مسلمان ۱۱ فیصدی

۳۔ راجستان فیڈریشن

اس میں راجپوتانہ اور سرنل انڈیا کی تمام ریاستیں شامل ہوں گی۔

رقبہ ۱۰ لاکھ ۸۰ ہزار مربع میل۔ مجموعی آبادی ۱۰ کروڑ ۵ لاکھ ۶۰ فیصدی۔ مسلمان ۶ فیصدی

۴۔ دکنی ریاستوں کا فیڈریشن

اس فیڈریشن میں ریاست حیدرآباد، میسور، اور باسکو کی ریاستیں ہوں گی۔

رقبہ ۲۵ لاکھ ۲۵ ہزار مربع میل۔ مجموعی آبادی ۳ کروڑ ۵ لاکھ ۶۰ فیصدی۔ مسلمان ۶ فیصدی

۵۔ بنگال فیڈریشن

اس فیڈریشن میں مشرقی بنگال کے وہ اضلاع ہوں گے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے (یعنی دھبلی پور، الدہ، رنگ پور، بوگرا، راجشاہی، مرشد آباد، پٹنہ، جین سنگھ، ندیا، مسیور، فرید پور، ڈھاکہ، چٹا، بھارتی، باتھ، گھٹنا، اور چاکم کے اضلاع) علاوہ اس کے اس فیڈریشن میں صوبہ آسام کے گواہاڑ اور سرف کے اضلاع اور بنگال کی وہ ریاستیں جو اس ضلع میں ہیں شامل ہوں گی۔

رقبہ ۵۹ ہزار مربع میل۔ مجموعی آبادی ۳ کروڑ ۵ لاکھ ۶۰ فیصدی۔ مسلمان ۱۱ فیصدی، ہندو ۱۱ کروڑ ۵ لاکھ ۶۰ فیصدی

مرکز

حالا کہ بنیادی صاحب نے اپنی اسکیم کی وضاحت پر ۲، ۳ صفحے سیاہ کر دیے ہیں۔ لیکن مرکزی حکومت کی مشینری کسی ہوگی اور وہ کس طرح چلے گی اس کے متعلق بت کم لکھا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ ذیل کا پیرا گراف ہے۔

"مختصر یہ کہ ہندوستان کی ایک اعلیٰ (CONFEDERACY) بنانے کے بعد ہندوستان میں شامل ہونے والے اس کے اندر ایک گورنر جنرل اور اس کی صوبائی وحدتوں (UNITS) کے گورنروں کے جو کانفرنسی کے آئی میٹنگات اعلیٰ درجے پر اس کے معاملات اور انج کی وزارت داریوں کیلئے جاریہ ہوں گے۔ کانفرنس ملکہ دھارم اور ان کی ایک کانفرنس ملکہ دھارم کے

ہندستان کے مختلف دناقرے لے جائیں گے۔ ہرنیڈیشن کے کانڈیری میں آئیرے اور گین کی تعداد کا تقریباً اس نیشنل میں کے راز آبادی اور اقتصادی حالات وغیرہ کو مد نظر رکھ کر کیا جائیگا۔ عمارتی تعلقات و نواح مشترک تہذیبی وراثے سے آجائیں کا صیغہ اور نیشنل میں شامل ہونیوالی ریاستوں کے متعلق وہ ذمہ دار یاں ہر تاج پر عائد ہوتی ہیں، مختلف نیشنل کے گورنر جنرل کے سپرد کی جائیں گی۔ جو بالآخر سرکار کے آگے مجاہد ہوگا۔ کانڈیری میں۔ ہرنیڈیشن شامل ہوں گے وہ با تو براہ راست اسے ایک مقررہ خزانہ دینا منظور کریں گے یا اپنی آمدنی کے چندہ حالت اس کے لئے مقررہ کر دیں گے جن سے ایک مقررہ رقم کانڈیری کو راکھی جائے گی۔

”ہم یہاں پر بتا رہے ہیں کہ ہرنیڈیشن کی حالت میں بھی اپنی جنگی کی آمدنی کا نصف ایک چوتھہ حصہ دے کر دے گا۔“

ہونیوالی ریاستوں کے متعلق
کے آگے مجاہد ہوگا۔ کانڈیری
کے چندہ حالت اس کے لئے
”ہم یہاں پر بتا رہے ہیں کہ

وہ ذمہ دار یاں ہر تاج پر عائد ہوتی ہیں، مختلف نیشنل کے گورنر جنرل کے سپرد کی جائیں گی۔ جو بالآخر سرکار میں۔ ہرنیڈیشن شامل ہوں گے وہ با تو براہ راست اسے ایک مقررہ خزانہ دینا منظور کریں گے یا اپنی آمدنی کر دیں گے جن سے ایک مقررہ رقم کانڈیری کو راکھی جائے گی۔

چاہتے ہیں کہ شمالی و مغربی نیشنل کی حالت میں بھی اپنی جنگی کی آمدنی کا نصف ایک چوتھہ حصہ دے کر دے گا۔“

(کانڈیری آف انڈیا صفحہ ۱۷)

کہ کیا ہے اور اسے نقصان دہ بتایا ہے۔

آف انڈیا“ نامی تصنیف میں درج ہے۔

تیار اور آبادی کو مصنف اسکیم نے پار
ہے پنجابی اسکیم کی جو ”کانڈیری

(کلیف گھانٹا)

سب اس اسکیم پر تبصرہ درج نہ کیا جاسکا)



موتیا بند اور دوسرے
کے امراض سے شفا کیس
اسٹال
ہستمال کرس



عمدہ اور نفیس کپڑوں کے لئے تہ
مارکہ یاد رکھئے

جیسے
پاپلن، کریپ، استر، لٹھا، قیص کے
کپڑے اور دھوتیاں



کھوں

آزادی کا شعلہ نواراگ



شعلہ نواراگ کی پہلی فلم

علاقی

گلانے :- پروڈیوسر :- ڈبلیو۔ زڈ، احمد

جوش، بھرت ویاس، اختر الایمان، بھرت ویاس، موسیقی :-

ایس۔ کے۔ پال
ڈائریکشن :-

موہن ودھوانی

ریو کا دیوی



مسعود پرویز - تیواری - بھرت ویاس
ڈیوڈ کتھانا - راجکمارتی سکلا دیو

ذیل
میرا بانی

میواری شہزادی، شہید سنت اور شاعر کی

جس کے کردار کو برصغیر والی لانا فی تصویر
جس کے کردار کو بے سشل ادارہ کار پینا
نے انتہائی اکمال طریقے سے ادا کیا ہے اسکے علاوہ

پرویز، بھارت بھوشن، ممتاز تیواری، مینا
حمیدہ اشپام، اوتار

پروڈیوسر ڈائریکٹر :- احمد

یورپ میں اقلیتوں کا مسئلہ

از ادارہ نئی زندگی

اقلیتوں کا مسئلہ کچھ ہندوستان میں ایک محدود نہیں، بلکہ یہ ایک عالمگیر مسئلہ ہے۔ نہ یہ کسی خاص مذہبی یا نسل پرستی پر مبنی ہے، بلکہ اس وقت میں دنیا کا ہر شاہی ملک اس بات کو ملحوظ رکھ کر اس کی ضرورت کو محسوس کر رہا ہے اور اس میں حریت ایک ہی نسل، زبان یا مذہب کے ماننے والے آبادیوں کو تسلیم کرنا بہت کم ہو چکا ہے۔ بلکہ اس کی ضرورت کی ضرورتیں اور اس کے باشندوں کی نسلی، لسانی اور مذہبی سرحدیں بالکل یکساں رہی ہوں۔ خاص طور پر ان کی کئی کئی نسلوں میں ایک دوسرے کے مسائل کی سہولتوں نے دنیا کو بہت زیادہ چھوڑ کر دیا ہے۔ اس قسم کی سرحدوں کا عملی حوالہ قائم رہنا بہت زیادہ دشوار ہو گیا ہے۔ اس وقت دنیا کی ہر "ریاست" کو اپنے اندر کچھ ایسے لوگوں کو بھی بگڑ دینی پڑی ہے۔ جو اس ریاست کے باشندوں سے مذہبی، لسانی، اور نسلی لحاظ سے مختلف ہیں، لیکن پھر بھی اس ملک میں جو فرتہ اکثریت میں ہے وہ ملک اس فرتے کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر ہر ملک اپنی اکثریت کے نام سے موسوم ہے۔ اور اسی نے ہندوستان بھی اپنی اکثریت یعنی ہندوؤں کے استعمار (منسکرت) یعنی ہندوستان کے نام سے مشہور ہے اور یہ نام ہندو کو مسلمانوں کا دبا ہوا ہے) اگرچہ اس میں اور بھی دوسری دوسری قومیں اور فرتے آباد ہیں۔

یورپ میں بعض ملکوں نے مسئلہ اقلیت سے تنگ آنکر اس سے چھٹکارا پانے کے لئے یہ راستہ نکالا کہ ملک کو مختلف ملکوں میں بانٹ دیا جائے، لیکن اب بھی وہ ایک مکمل اور تجانس ریاست بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور اس قسم کے جتنے بھی ملکوں کے لئے ان سببوں میں مذہبی اور نسلی اور لسانی اقلیت رہی ہو، اور یہ سارے جھگڑتے رہ گئے۔ کیونکہ ہر ملک کو اپنے اندر کچھ اقلیتوں کو رکھ دینی پڑی لیکن آخر یہ ملکوں کے باہر کیسے جاسکتے ہیں؟ کیونکہ اس قسم کے ملکوں کی کچھ اقتصادی حدود ہیں۔ گزشتہ جنگ عظیم کے بعد یہ رائے ہوئی کہ حق خود ارادیت (Self Determination) کی بنا پر یورپ کی اندر تو تنظیم کی جائے کہ چھوٹی سے چھوٹی اقلیت کو بھی اپنی ایک علیحدہ ریاست قائم کرنا ممکن مل جائے۔ اسی بنا پر پولینڈ اور چیکو سلواکیہ کی چھوٹی قومیں قائم ہوئیں۔ اور بلقان کو نصف و نصف میں تقسیم کر دیا گیا۔ لیکن یہ چھوٹی قومیں بھی کسی واحد قوم پر مشتمل نہ ہو سکیں بلکہ ان دونوں میں کافی جرمن اقلیتیں چھوٹی گئیں۔ جنگی تعدادوں، فیصدی سے کم ذہنی، غرض کہ اس مسئلہ کا یہ حل قطعاً کامیاب نہ ہوا۔

بہر حال ہمارے ملک میں بھی اقلیت کے پریشان کن مسئلہ سے عاجز آکر لوگوں نے حق خود ارادیت کی بنا پر ملک کی تقسیم کو اس کا حل سمجھا ہے۔ لیکن اس تقسیم کے بعد بھی اقلیتوں کا مسئلہ جوں کا توں رہ جاتا ہے۔ پنجاب میں ۴۴ فیصدی ہندو اور سکھوں کی اور بنگال میں ۴۳ فیصدی ہندوؤں کی زبردست اقلیت رہ جاتی ہے اور دوسری طرف، بڑی، بھارت، اتر پردیش، اور آسام، بھوٹان، نیپال، وغیرہ میں تقریباً چار کروڑ مسلمانوں کی ایک زبردست اقلیت موجود رہتی ہے اور جن ہندو صوبوں میں اقلیتوں کا مسئلہ تھوڑا بخوبی پاکستان بننے کے بعد بھی اپنی جگہ قائم رہتا ہے۔ اس موضوع کو کسی دوسرے

باب میں ہم مفصل بحث کریں گے۔ مغربیہ کہ اس مسئلے کا بیج میں نہیں۔

پچھلے زمانہ میں اس کا یہ حاسدہ میں یہ ہوتا تھا کہ بادشاہ جس مذہب کا ملنے والا ہو اور دوسرے فریقے ہی اسی مذہب کے ہوا کرتے تھے۔ وہی یہ قدرت کا فیصلہ ہو کر اسے منظور کر لیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں مثل شہر میں کہ جو دین بادشاہ کا وہی دین رعایا کا۔ (الناش علی دین حاکم کہ) کسی مخالفت کسی احتجاج اور کسی نریاد کی گنجائش ہی نہ تھی۔ بلکہ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ اقلیت ہی اپنی تلوار کی زور سے دوسرے ملک پر حکومت کر لیتی تھی اور اکثریتیں اس کے آگے تھکتے تھکتے کہ ایک فیصلہ ہو کر تسلیم کر دیا کرتی تھیں۔ مثلاً سکندر، چنگیز خاں، تیمور اور ہندوستان کی اکثریت پر سلطان کی حکومت اسی قبیل کی تھی۔ وہاں تلوار تھی اور اقلیت و اکثریت کا کوئی جھگڑا نہ تھا۔

لیکن جب انقلاب فرانس کے بعد دنیا میں جمہوریت کی ہر اہلی، افرار و کثیف آزادی نصیب ہوئی۔ زبان مذہب اور دوسرے غی معاملات میں ریاست کہہ کہ کم دخل انداز ہونے لگی۔ اور پریس، پلیٹ فارم وغیرہ کی آزادی اور کمزوروں کو نریاد کا حق بلا تو دلی ہوئی اقلیتیں ہی اکثر آئیں۔ اور انھوں نے بھی اپنے حقوق کا مطالبہ شروع کر دیا۔ لیکن حال میں یہ مسئلہ کچھ اس شدت سے دنیا کے مختلف ملکوں میں اٹھایا گیا ہے کہ ہر ملک کے لئے اقلیتوں کی موجودگی ایک مصیبت بن گئی ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات ایسا ہوا کہ اقلیتوں نے اس حد تک آگے قدم بڑھایا کہ مادر وطن کی طاقت کو بھی دھکا کھانے سے وہ باز نہ آئیں اور مکمل کھلا دشمنوں سے ساز باز کی۔

چنانچہ موجودہ صدی میں ایک ریاست کو نہ صرف اپنے برہمن دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے بلکہ اسے اندرونی دشمنوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ جنگ عظیم کا تام تر سبب یہی اقلیتوں کا مسئلہ تھا۔ اگر گذشتہ عالمگیر جنگ میں پولینڈ کی سوڈن جرمنوں کی (SUDETAN GERMAN) اقلیت کی سوال پر چھڑی تھی۔ سوڈن جرمنوں نے مادر وطن سے غداری کر کے مکمل کھلا کھلا ساتھ دیا اور ہر ملکہ نے اپنی جن اقلیت کی مخالفت کا جانتے بے تحاش کر کے تلوار اٹھائی۔

ہر حال فرقہ وارانہ سوال یا اقلیتوں کا مسئلہ موجودہ صدی کا سب سے زیادہ عجیبہ اور اہم مسئلہ بن گیا ہے۔ چنانچہ دنیا کی ہر حکومت نے اور پھر بین الاقوامی کانفرنسوں اور انجمنوں نے اس مسئلہ کے حل پر کافی توجہ دی ہے۔ اس سے قبل بھی انیسویں صدی کے بعض مصلحانوں میں جو یورپین اقوام کے درمیان ہوئے اس مسئلہ کا ذکر موجود ہے۔ اور اس کے حل کی کوششیں کی گئی ہیں۔ سب سے پہلے پیرس کے صلحنامہ میں (TREATY - OF PARIS) جو ۱۸۱۵ء میں ہوا تھا۔ اقلیتوں کی مخالفت سے متعلق ایک دفعہ بھی گئی اور یہ صاف طور پر اعلان کر دیا گیا کہ کسی ملک کے باشندوں کی کسی فرقے سے صرف اس بنا پر کہ وہ ملک کی اکثریت سے ساقی، نسلی، یا مذہبی لحاظ سے مختلف ہے، کوئی براہ راست نہ کیا جاسکے اور نہ اسے حقیر سمجھا جائے۔ بلکہ ہر ملک اس مسئلہ میں اقلیتوں کے مساوات کے درجہ کو تسلیم کیا گیا اور مختلف ملکوں میں حکومتیں اقلیتوں کا ہر لحاظ سے نیک سلوک اختیار کیا۔ (جوانی مسئلہ) یہی یہ اعلان کیا گیا کہ جرمنی کے اندر جو مختلف ریاستیں ہیں وہ اپنی اپنی اقلیتوں سے مذہبی رواداری کا برتاؤ کریں۔ اور ان کے دین سے تعارض نہ کریں اور ان انیسویں صدی کے اکثر سیاسی و تاریخیات میں افرار و کثیف آزادی کو مانا گیا ہے۔

لیکن بیسویں صدی میں اور خاص کر جنگ عظیم کے بعد یورپ کے مسئلہ اقلیت کی نوعیت ہی بدل گئی۔ یعنی اس سے قبل کسی ملک کے افراد کا یہ حق تو تسلیم کر لیا گیا تھا کہ وہ جس طرح چاہیں رہیں سیں، جو زبان چاہیں استعمال کریں اور جس دین کی پیروی ان کی مرضی ہو کر۔ لیکن اقلیتوں کو جماعتی حیثیت سے تسلیم کیا گیا اور نہ انھیں ایک بڑی قوم کے اندر ایک چھوٹی قوم کا درجہ دیا گیا تھا۔ لیکن جنگ عظیم کے بعد انھیں جماعتی شکل دینا مانا گیا اور یہاں تک کہ ان کا حق خود ارادیت (SELF DETERMINATION) بھی تسلیم کر لیا گیا۔

تباہ کن عالمگیر جنگ کے بعد ۱۹۱۸ء میں جب پیرس میں صلح کانفرنس صدر روس دامسکی کی صدارت میں پہلی تو اس نے قدرتی طور پر ایک ایسے حکم نامے کی داغ بیل ڈالنا چاہی جس سے آئندہ اس قسم کے جھگڑوں کا امکان نہ ہو اور مستقبل میں ایسی برسرِ ناک جنگوں کا سد باب ہو سکے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ کانفرنس بھی کوئی ایسی جاوید کھڑی نہیں گھڑ سکتی تھی کہ یورپ کے سارے ملکوں میں صرحت ایک ہی ایک قوم کی ریاستیں بن جائیں اور اقلیتوں کا جھگڑا ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو جائے۔ کیونکہ موجودہ دور میں عرب کی قدیم تبتیلیاں بیتوں یا یونان کے آزاد شہروں کا تصور ناممکن ہے جہاں صرحت ایک ہی تبتیلہ یا نسل کے لوگ رہتے تھے۔ کانفرنس بڑے غور و خوض کے بعد اسی نتیجہ پہنچی کہ جہاں ریاست بنے گی وہ لازماً قریب ایک سے زیادہ فرقوں پر مشتمل ہوگی۔ لیکن اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے کہ اقلیتیں بھی اپنے ملک کی اسی طرف ہی خواہ فرماں بردار اور جہاں شاہریوں جس طرح اکثریت ہوا کرتی ہے، یہ غرضی قرار پایا کہ اقلیتوں کو بھی اکثریت کے مساوی حقوق دئے جائیں۔ اور اکثریت کچھ ایسے مفید پیمانے کہ جس سے اقلیتوں کی زبان، معاشرت، مذہب اور نسل کا استغناء متعین ہو جائے۔ یہ تمام باتیں صرحت اس لئے کی گئیں کہ اقلیتیں بھی اپنے وطن کو ملنے بھیں اور با تقی رہیں مذہب و ملت ملک کے تمام فرقوں سے مل کر ریاست کو ملائیں اور وطن کی ترقی کے لئے کوشاں ہوں۔

یہاں لفظ مساوات سے غلط فہمی نہ ہونی چاہئے۔ اقلیتوں کو مساوات دینے کا مطلب یورپ میں سب سے پہلے یہ ہے کہ جس طرح اور کون کون سے رائے دہندگی ہے۔ انھیں بھی حق دیا جائے اور انھیں اپنے سے علیحدہ نہ سمجھا جائے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ شہر میں انھیں تمام شہری حقوق دیئے ہی حاصل ہوں جس طرح اکثریت کو ہیں۔ تیسرا مفہوم یہ ہے کہ اقلیت کے ایک فرد کیلئے حکومت کے کاروبار میں ایک حق کی اسامی سے ملے۔ جمہوریت کی صدارت کا دروازہ بھی کھلا ہوا اس کی اہمیت میں اس کا مذہب یا نسل عامل نہ ہو۔

جمعیۃ الاقوام اور اقلیتیں

جمعیۃ الاقوام اپنے مقاصد میں کتنی ہی ناکام کیوں نہ رہی ہو، لیکن یہی کیا کم ہے کہ دنیا میں پہلی بار باہمی جھگڑوں کو جنگ کے ذریعہ نہیں بلکہ صلح و معاہدہ اور گفت و شنید سے طے کرنے کے لئے اقوام عالم کی ایک اکٹرا عالم وجود میں آئی۔ بہر حال جنگ فطریہ کے بعد جمعیۃ اقوام کا قیام عمل میں آنا تو نہ یورپ کی تمام اقلیتوں نے اپنی اکثریت پر شکایتیں اس کے لئے پیش کرنا شروع کر دیں۔ یہ شکایتیں ۱۱ ملک کے خلاف تھیں۔ یہ ۱۱ ملک یہ تھے ۱۱ آرمینیا، ۱۲ آسٹریا، ۱۳ بلغاریہ، ۱۴ آسٹریہ، ۱۵ فن لینڈ، ۱۶ یونان، ۱۷ بلغاریہ، ۱۸ لیتوانیا، ۱۹ پولینڈ، ۲۰ رومانیہ، ۲۱ سرب۔ کروٹ، سلون، سلوینیا، ۲۲ پرسا، ۲۳ لیتوانیا، ۲۴ چیکو سلوواکیہ، ۲۵ ترکی۔

چنانچہ جمعیۃ الاقوام نے ان تمام ملکوں کی حکومتوں سے کہا کہ اقلیتوں کے حقوق کے متعلق ایک دستاویز مرتب کی جس پر ستمبر ۱۹۱۹ء حکومتوں نے اپنے دستخط کر دیئے۔ یہ حقوق جن امور سے متعلق ہیں وہ تین فرائض کے تحت آتے ہیں۔

۱۔ زبان ۲۔ نسل ۳۔ مذہب۔ یعنی جمعیۃ الاقوام نے جو بھی تعلقات متعلقہ تھے ان میں وہ ان تین ہی امور سے متعلق تھے۔ یہاں ہمیں ہندوؤں کے مسئلہ اقلیت وہ یورپ کے مسئلے میں فرق نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ اقلیتوں کے تمام مطالبات صرحت زبان و معاشرت۔ مذہب اور نسل ہی تک محدود ہیں اور انھوں نے یہ کہہ کر ہمارا انتخاب جدا کر دیا۔ پہلی یا مجلس آئین ساز میں ہمارے لئے انہی تین چیزیں متعلقہ تھیں کہ زبان یا مذہب یا نسل ہی کے متعلق تھیں۔

بہر حال جمعیۃ الاقوام نے ان تین قسم کے مطالبات و زبان، نسل اور مذہب کے سلسلے میں قوانین بنائے اور پھر جمعیۃ کی رہنمائی میں مختلف قوموں نے اپنی اقلیتوں کی زبان، نسل اور مذہب وغیرہ کے تحفظ کے سلسلہ میں اپنے دستور میں جب فیصلہ و احکامات شامل کیے۔ مندرجہ بالا تین مطالبات

کے علاوہ اقلیتوں کو شہری حقوق میں بھی مساوات دی گئی اور مسیحوں کو بنیادی حقوق کیسے ملنے گئے۔ چنانچہ ہم یہاں ان چاروں قسم کے حقوق (۱) تہی (۲) سانی (۳) نسلی اور (۴) مذہبی حقوق کے متعلق یورپین ممالک کے دسترس سے دفعتاً نقل کریں گے۔ ان دفعتاً پر پورے تیار ممالک متعلق ہیں۔

شہری حقوق

(۱) ریاست کے آگے ہر شخص، خواہ وہ کسی مذہب یا نسل سے تعلق رکھتا ہو۔ مساوی ہے اور سبوں کے لئے ایک ہی قانون ہے۔
(۲) کسی شخص کو کسی غیر متقدمہ علاقے قید نہیں کیا جاسکتا۔

(۳) تمام لوگوں کو پریس چیٹ فارم اور اجتماع کی آزادی حاصل ہوگی اور وہ انہیں بنا سکتے ہیں اور اجتماعی طور پر قوانین کے احاطہ میں رہ کر کام کر سکتے ہیں۔

(۴) ملکی ملازمتوں کا دروازہ ہر اہل شخص کیلئے بلا تفریق نسل و مذہب کھلا ہوگا۔

(۵) حق رائے و ہندگی ہر شخص کو مساوی طور پر حاصل ہوگا اور وہ ریاست کے بڑے سے بڑے عدسے تک پہنچ سکتا ہے۔

(۶) ریاست کا کوئی مذہب نہ ہوگا۔

مذہبی حقوق

(۱) ہر فرد بشر کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور وہ غبی طور پر یا برسر عام اپنے مذہبی رواج و ادھر کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس سے اس عام میں خلل پڑنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۲) قانون کے آگے تمام مذاہب برابر ہوں گے۔ خواہ وہ اکثریت کا ہو یا اقلیت کا۔

(۳) کسی خاص مذہب کے لوگ اگر چاہیں تو اپنی مذہبی جامدادوں اور اوقات کا انتظام بطور خود کر سکتے ہیں۔ ریاست بھی جب استعداد و مختلف مذہب کے لئے اپنے بحث میں ایک مدرسہ لگے گی۔ جو ہر مذہب کے پیروں کی تعداد کی مناسبت سے ہوگی

(۴) کسی کو اپنے مذہبی معتقدات کے انکار پر مجبور نہ کیا جائیگا، اگر وہ اس کا انکار کرنا نہیں چاہتا۔

(۵) "پرنس لا" وراثت، طلاق، طبع و خیرہ کے مقدمات کا فیصلہ کسی مذہب کی مخصوص شریعت کے مطابق ہی کیا جائے گا۔ اگر کسی مخصوص مذہب کے لوگ اگر چاہیں تو اس کام کیلئے اپنی علیحدہ عدالت بھی قائم کر سکتے ہیں۔

(۱) ہر شخص جو زبان چاہے استعمال کرے اور اگر ایسے لوگوں کی تعداد کافی ہوئی تو وہ اپنے مرنے سے اپنے فرقوں کے بچوں کیلئے علیحدہ اسکول بھی قائم کر سکتے ہیں (بعض محکماتیں خود اس حق کو برداشت

نسلی اور معاشرتی حقوق

رنے کے لئے تیار ہوتی ہیں، جیسے ترکی

(۲) لیکن ریاست کی ایک واحد زبان ہوگی۔ جسے تمام اقلیتوں کو ریاست سے تعلقات کے موقع پر استعمال کرنا ہوگا۔

(۱) کسی خاص نسل کے لوگ مرنے سے کم تر نہ سمجھے جائیں گے۔ کہ وہ اکثریت کے نسل کے نہیں ہیں۔

(۲) ہر نسل کو اپنی نسلی خصوصیات اور اپنے قومی تمدن کو محفوظ رکھنے اور اسے بڑھانے اور ترقی دینے کا حق حاصل ہوگا۔

نسلی حقوق

غریب یورپ میں مسلہ اقلیت کی یہ نوعیت ہے اور اس طرح اسے حل کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن پھر بھی یہ مسئلہ یورپ کا سب سے بڑا اجتماعی وارہ رہی گیا۔ چنانچہ گذشتہ جنگ عظیم اسی اقلیت کے تھک کے بنائے شروع ہوئی۔ اب عام طور پر دنیا میں یہ رجحان نظر آتا ہے کہ اقلیت

کا مسئلہ جس حد تک مربوط ہے اسے اسی حد تک رہنے دیا جائے۔ اور آگے نہ بڑھنے دیا جائے۔ چنانچہ جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کے ساتھ اکثریت کا موجودہ برابری نامی بنا پر ہے کہ وہاں اقلیت کی آبادی زیادہ نہ رہنے پائے۔ اور اسی سے تمام تہذیبوں کی گئی ہیں کہ کہیں آگے بڑھ کر یہ بھی ایک اقلیت کا مسئلہ بن جائے۔ اسی طرح ہلرے ایک واحد مسئلہ جس میں کسی اختلافیات کا خواب دیکھا ہے۔ اور دوسری کئی اقلیتوں کو غرض سے شاد سے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ اس طرح حل ہونے کا نہیں اور ملک کی تعمیر سے یا دوا میں کی ریاست کا خواب دیکھنے سے حل نہیں ہو سکتا۔ ملک کی تعمیر کا نتیجہ یہ ہے کہ اس پر کیا جائے گا۔ اور کام ہوا۔ بھان کے کھنڈے کھنڈے کے گئے لیکن ہر کھنڈے میں اقلیت کا مسئلہ چھوٹا غریفیکہ یہ ہے کہ اس اقلیتوں کا مسئلہ حل ہو سکا حالانکہ یہ وہاں انتہائی چھوٹے چھوٹے علاقوں مثلاً بوریٹا، اسٹورٹیا، لٹویا، یوکرین، مغربی وغیرہ میں تعمیر ہو گیا جس کا تہہ ہندوستان کے ایک ضلع سے زیادہ نہیں۔ لیکن یہ مسئلہ حل نہ ہوا تھا نہ ہوا۔

روس کی مثال

مطالبہ پاکستان کے سلسلے میں روس کی بھی مثال دی جاتی ہے، اور ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی اسی بنا پر مسلم لیگ کے مطالبہ کو تسلیم کرتی ہے اور اسے حق خود ارادیت کے نام سے چلاتی ہے۔ لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اور روس کے اصول اور پاکستان کے نظریے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ روس میں کبھی بھی ذہنی بنا پر کسی قومیت کو تسلیم نہیں کیا گیا اور نہ کسی علاقے کو روس سے علیحدگی کا اختیار مانا گیا۔ روس میں مسلمانوں کی مسلم لیگ مطالبہ کرتی ہے۔ لہذا اس چیز پر ہم ذرا تفصیل سے بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں تین کے الفاظ یہ ہیں۔

”ریاست کو مذہب سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے۔ مذہبی گردہ ریاست سے سبقت نہ ہونے چاہئیں۔ ہر شخص کو

آزادی ہونا چاہیے کہ وہ جو مذہب چاہے اختیار کرے یا مذہب رہے جیسا کہ ایک سوشلسٹ عام طور سے ہوتا ہے۔

تین کے بعد اس کے اصولوں کا سب سے معتبر مندرجہ ذیل ہے۔ تین نے اپنی ایک کتاب میں ”قومیت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

”ایک قوم ایسا گروہ ہے جو مشترکہ تاریخی تعلیمات رکھتا ہو اور اس کی زبان، وطن، اقتصادی اور نفسیاتی حامل میں مشابہت

اور مشترک ایک مشترکہ تمدن کی شکل میں ظاہر ہو۔“ (مذہب کا کوئی ذکر نہیں۔)

ان اصولوں کے پس منظر میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تزار کی سلطنت مختلف علاقوں میں بھٹی ہوئی تھی زاروں کے عہد حکومت میں ہر علاقہ اس

قوم پر روسی زبان اور روسی تمدن کو زبردستی عاید کیا گیا تھا۔ جب زار کی حکومت ختم ہوئی اور انقلاب روس نے دنیا کی تاریخ میں پہلی دفعہ روسی

اور کسانوں کی حکومت قائم کی تو صدیوں کے بعد زار کے محکوم علاقوں اور قوموں کو آزادی نصیب ہوئی۔ پہلی عارضی انقلابی حکومت کی طرف

سے یقین اور تائید نے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا۔

”روس کے مسلمانوں کو گریبا اور دو گنا کے تازیوں، ترکستان اور ماہیریا کے کریمز اور سارے قوم والو اور اے قاف کے ترک

اور تازیوں، بخارے عقاید اور بخاری رسوم، بخارے قومی تمدن اور معاشرت آپ آزاد ہیں اور ان کو کوئی غصہ نہیں لگا سکتا

تعمیم معلوم ہونا چاہئے کہ بخارے اور تمام دیگر اقوام کے حقوق انقلاب کی حفاظت میں ہیں۔۔۔۔۔۔ اور اس انقلاب کی مدد سے

تاریخ شاد ہے کہ تین اور تائید نے یہ وعدہ ایفا کیا۔ کچھ بعد دیگرے مختلف علاقوں کو حق خود ارادیت دیا گیا اور متحدہ مرکزی سوویت کی گزلیں میں مقامی بدوری حکومتیں قائم کی گئیں۔ مگر یہ خود ارادیت پاکستان کے علاوہ نہ تھی۔ صرف تمدنی، لسانی، مذہبی اور مقامی معاملات میں ان

علاقوں اور ریاستوں کو آزادی دی گئی تھی۔ سیاسی اور اقتصادی امور میں متحدہ مرکزی حکومت کو پورے اختیارات حاصل تھے اور اب بھی جب جب کسی مسئلہ پر ہندوں نے اپنے اپنے علاقوں میں خود کو ایسٹ کی سمجھاؤنگ کمپنی کرنی چاہی تو ان کو سختی کے ساتھ دبا دیا گیا اور کسی ریاست کو یہ اختیار نہ دیا کہ وہ اپنی بنیاد مذہب پر رکھے۔ بلکہ اپنی کتاب میں ستائیں نے ”پان اسلامی“ جذبے کی شدت کی ہے اور ”پان اسلام“ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :-

”پان اسلام — یہ تحریک اور تائاری اوپنے چٹے دلوں (یعنی خانوں، تاجروں، زمینداروں اور فلاحوں) کی وہ سیاسی تحریک ہے جو بس مسلمانوں کو ایک مشترک ریاست میں متحد کرنا چاہتی ہے۔“

خارہے کہ ستائیں اس تحریک کا مخالف تھا۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ گو فردا فردا دوس کے اسلامی علاقوں کو آزادی اور حق خود ارادیت حاصل ہے لیکن مذہب کے نام پر ان کو متحد ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اب یہ آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ پاکستان اور ”پان اسلام“ میں کیا فرق ہے جسکی مخالفت ستائیں نے کی تھی۔ ہماری رائے میں تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ صرف ”فانوں“ کے بجائے خان بھادروں پر مشتمل حکومتیں جن بھادروں اور اوپنے ارادے دلوں سے دوس میں انقلابی حکومت کی بنیاد رکھی تھی وہ ہرگز اس کے تیار نہیں تھے کہ جماعت ہندوؤں کو موقع دیں کہ وہ جائز خود ارادیت سے ناجائز خاندان اٹھا کر تمام ملک کی آزادی اور زندگی کو خطرے میں ڈالیں۔ آج جس طرح ہندوستان کے عربی عربوں کو ہندوستان سے علیحدہ کرنے کے منصوبے کے جارہے ہیں ایسا موقع سویت دوس کی تاریخ میں بھی آیا تھا۔ مسلمانوں میں ستائیں نے ان غلطیوں سے اس افراط پر وہ تحریک کی مخالفت کی تھی :-

”ہم سرحدی علاقوں کی علیحدگی کے مسئلے کو بالکل رد کرتے ہیں۔ ہم اس کے موافق ضرور ہیں کہ ہندوستان ”وہا مسعر اور ماتش اپنی سطحتوں سے علیحدہ ہو جائیں۔ کیونکہ اس علیحدگی کا مطلب ہوگا۔ مجبور اور غلام ملکوں کی آزادی، شہنشاہیت کی قضا پر ایک ضرب اور انقلاب کی قوت میں اضافہ۔ ہم دوس کے سرحدی علاقوں کی علیحدگی کے غلط ہیں کیونکہ یہ سرحدی صوبے شہنشاہ کے غلام بن جائیگے اور اس طرح ملک کی انقلابی حالت کو دھکے پہنچے گا اور شہنشاہیت کی پوزیشن اور مضبوط ہو جائے گی۔“

علحدگی کا قانونی حق

سوال کیا جا سکتا ہے کہ کیا یہ واقعہ نہیں ہے (جیسا کہ سلم یگل اور کیونٹ اکثر کہتے ہیں) کہ خود دوس کی جمہوری ریاستوں کو علیحدگی کا حق حاصل ہے۔ اس کا جواب یہ ہے :-

(۱) ایسا حق ”سوویت یونین“ کی صرف بڑی بڑی ریاستوں کو حاصل ہے۔ ہر چھوٹی سوئی ریاست کو نہیں ہے۔

(۲) ایسی بڑی ریاستیں صرف ٹولوا ہیں حالانکہ تو ویتیں سینکڑوں ہیں۔

(۳) ان ریاستوں کی حکومت پر کمیونٹ پارٹی مادی ہے اور یہ پارٹی ایک مرکزی نظام کے ماتحت ہے۔

(۴) علیحدگی کا حق بیس سال کے کمیونٹ ہو دیگر اڈا اور کمیونٹ اصولوں کی تعلیم کے بعد دیا گیا ہے جب یقین کر لیا گیا کہ اس حق کو سویت اتحاد کے غفلت استعمال نہیں کیا جائے گا۔ یہ حق اس وقت دیا گیا ہے جب سرمایہ داروں، مذہبی پیشواؤں، زمینداروں اور جماعت ہندوؤں کے اقتدار کا خاتمہ کر دیا گیا ہے جس وقت یہ جماعت پسند طبقے اپنی قوموں کی طرف سے علیحدگی کا حق مانگ رہے تھے اس وقت یہ حق نہیں دیا گیا۔

کیا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ انقلاب کے فوراً بعد لینن اور ستائیں ازبکستانی، قزاقستان وغیرہ کو علیحدگی کا حق دیتے ہیں جس ان حق کو ملے؟

زیندار سرلیجہ دار اور قدست پسند کیونرم اور انقلاب آزادی کے غلات استعمال کرتے۔ چرگز نہیں اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ اگر پاکستان کا مطالبہ منظور کیا گیا تو کون سے طبقے ہیں۔ جو اس خالص اسلامی ریاست میں برسرِ اقتدار ہوں گے۔

پاکستان کی تعریف

پاکستان کیا ہے؟ مسٹر جناح کے الفاظ ہیں:-

”ہم کو مسلمان پاکستان کی خاطر اپنا خون بہانے کو تیار ہیں۔ پاکستان صرف ایک نعرہ نہیں ہے۔ پاکستان جی میں مسلمانوں کی نجات ہے، انکی مدافعت ہے اور انکی محنت ہے۔ ایک دفعہ دنیا بھر اس اعلان سے، رخ ٹھٹھے گی کہ ایک اسلامی ریاست قائم ہوگئی ہے جو اسلام کی گذشتہ شان و شوکت کو پھر زندہ کرے گی۔“

اور ایک موقع پر مسٹر جناح نے فرمایا تھا:-

”پاکستان ہمیشہ سے ہے..... ہندو اور مسلمان، گودہ ساتھ شہروں اور دیہاتوں میں رہتے رہے ہیں، کبھی ایک دوسرے میں نہیں سے۔ وہ مختلف قومیں ہیں۔“

غرض پاکستان کی تعریف ہمیشہ ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ ”ہندوستانی مسلمان ایک قوم ہیں اور اس لئے انکو الگ ایک اسلامی ریاست درکار ہے۔ یہ وہ مطالبہ ہے جسکو کیونٹ سرلہجے ہیں اور جس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ پاکستان ہندوستان کے جذبہ آزادی کی پیدائش ہے۔“ لیکن پاکستان اور سوویت روس کے نفاذ میں سیاہ اور سفید کا فرق ہے۔

(۱) روس میں حق خود ارادیت قومیتوں کو بلا لحاظ مذہب دیا گیا ہے، پاکستان قومیت کی بنیاد ہی مذہب پر رکھتا ہے۔ حالانکہ کمین اور سائینس دانوں نے اس نظریے کی تردید کی ہے۔

(۲) روس میں سینکڑوں چھوٹے چھوٹے علاقوں کو انکی زبان اور تمدن کی بنیاد پر حق خود ارادیت دیا گیا ہے، پاکستان مختلف تمدن اور زبان والوں (شلا، بلوچی، سندھی، پنجابی، بنگالی مسلمانوں) کو ایک قومیت اور ایک ریاست کے ماتحت لانا چاہتا ہے۔

(۳) روس میں پہلے انقلاب ہوا۔ پھر قدسات پسندوں اور سرمایہ داروں کا غارتہ کیا گیا، اس کے بعد حق خود ارادیت دیا گیا۔ پاکستان ان قوموں کو طاقت بخشنا چاہتا ہے جن کو انقلاب روس نے ختم کیا۔

سائینس نے کئے الفاظ میں سرحدی علاقوں کی علیحدگی کے مطالبہ کو رد کیا۔ لیکن مسلم لیگ اور کمیونسٹ پارٹی ان علاقوں کو فوراً ہی من دینا چاہتی ہے۔ مسٹر جناح ”مسلم قوم“ کا ذکر کرتے ہیں۔ ”کیونٹ“ مسلم قومیتوں کا راگ الاپتے ہیں۔ مسلم لیگ مطالبہ کرتی ہے کہ ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے ”ہندو-ستان“ اور ”پاکستان“۔ ”کیونٹ“ نے جلتے کس طرح اس کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ ہندوستان کو زبان اور تمدن کے لحاظ سے تقسیم کیا جا رہا ہے اور جو کچھ ”سندھی، بنگالی، بہاری، تامل، تیلگو، مرہٹہ اور گجراتی قومیتوں کے لئے حق خود ارادیت مانجا جا رہا ہے مسلم لیگ اور مسٹر جناح مذہب — اور صرف مذہب — کی رو سے ہندوستانیوں کو دو اور صرف دو قوموں میں تقسیم کرنا چاہتے ہیں لیکن کیونٹ نے معلوم کیا کہ سرحد کے کراچیل کے، حجت اسکو در رکھتے ہیں۔

اُردو زبان کا واحد سیای ماہنامہ

نئی زندگی

قائم شدہ ۱۹۳۱ء

بانی: ڈاکٹر سید محمود ایڈیٹر: سید انیس الرحمن

ہندوستان اور غیر ملک کے تازہ تازہ سیاسی حالات پر ملک کے ہندوستانی مفکرین اور ہندوؤں کے مفکرین نئی زندگی ہی میں لکھتے ہیں جو ہندوستان کے مسائل کے مقابلہ میں سیاسی طور پر پیش کرتا ہے۔ نئی زندگی پھر کرنی سلوٹا میں اضافہ دے گا۔ لکھنؤ میں بصیرت حاصل کیجئے۔

چند سالہ: پانچ روپے ششماہی: تین روپے

قیمت فی پرچہ ۸ روپے نمونہ مفت

ملک غیر سے سالانہ چندہ ۹ روپے

نئی زندگی کا ہر پرچہ انگریزی میں محفوظ رکھنے کے قابل ہے۔

آج ہی ایک کارڈ لکھ کر خریدار بن جائے۔

پبلیسی کا بہترین ذریعہ

اُردو خواں طبقے میں اور ملک کے بہترین تعلیم یافتہ اور ادبی سوسائٹیز میں اپنی اشیاء کو مقبول بنانے کیلئے نئی زندگی پبلیسی کا بہترین ذریعہ ہے۔

منہج اشتہارات

پورا صفحہ ۳۵ روپے۔ نصف صفحہ ۲۰ روپے۔ پانچ صفحہ ۱۲ روپے

ٹائٹل اور دوسری مخصوص جگہوں کے لئے اضافہ ہوگا

نئی زندگی میں مستقل اشتہار دیکر بہترین فوائد حاصل کیجئے

مینجی رسالہ نئی زندگی الہ آباد دہلی

اُردو زبان میں بہترین سیاسی طور پر پیکر کیلئے

مکتبہ نئی زندگی

کاتھام

ملک میں بڑھتی ہوئی سیاسی زندگی اور عام سیاسی بیداری کو مد نظر رکھ کر کارکنان نئی زندگی نے تقویم، مہینہ اور معلومات کو جوڑنے والی سیاسی کتابوں کی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے، جو سب سے شکر کی جذباتی تحریکوں سے پاک ہوں، اور عوام کی ذہنی حریت اور ان میں سیاسی شعور پیدا کرنے میں معاون ہوں۔ چنانچہ ہم نے ملک کے بہترین اہل علم، ادوار، مفکرین، علمبردار، اور مددگارین و رہنماؤں سے ملک کے تازہ تازہ مسائل پر اعلیٰ درجہ کی تصانیف حاصل کرنے کا انتظام کیا ہے۔

اس سلسلے کی پہلی کتاب

سید انیس الرحمن صاحب کی لکھی ہوئی

”پاکستان حل نہیں ہر“

ہوگی۔ جو تقریباً مکمل ہے مزید تفصیلات کے لئے کارڈ لکھئے

خریدار اصحاب کارڈ لکھ کر اپنا نام بریکارڈ کرالیں

مکتبہ نئی زندگی کا پورا خاکہ اور پروگرام

آئندہ اشاعت میں درج کیا جائیگا

رسالہ نئی زندگی کے سالانہ خریداروں کو مکتبہ کی تمام کتابوں پر

۲۵ فی صدی کی رعایت دیا جائے گی

مینجی رسالہ نئی زندگی الہ آباد



مستر آنند بر دھونیم

مستر بھگوان

جاگ رتی پچھرن کا تفصیل حیات شاہکار



فطری اداکاری

صحرائی مناظر

<p>۱۲ کا اس شہنشاہ فلم اسٹر مستر بھگوان امر ناتھ بست نواز بھگوان داس اور ماہرین فن</p>	<p>مرد - دنیا مری قوت و کامرانی کا پہلا نام ہے؟ عورت - دنیا کے شباب حسن کی خوش قربانوں کا دوسرا نام ہے؟ دست لکھے نغمہ یہ فلم ان ہی دو دعووں کے قدیمی اختلاف کے عکس بنیں گی صحیح تشریح ہے</p>	<p>تمثیل نگار خوشنید (جوز) کوٹا دیوی شانتا پیل کئی حسین چہرے جو آپ کی دنیا سے سکون میں تلاطم برپا کریں گے</p>
--	---	---

پیشکش
جاگ رتی پچھرن بی بی ۱۲ کو لکھے

ہندستانی دوا سازوں کا وفد انگلستان اور امریکہ میں ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید، مالک سیکل کمپنی کی قیادت میں



ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید

حال میں ہندستانی دوا سازوں کی
انجمن نے پچھلے سال میں ایک وفد
انگلستان اور امریکہ کو روانہ کیا تھا تاکہ
ان ممالک میں دوا سازی کی جسمانی
قرینوں کا مطالعہ کرنے اور اپنے حقوق
کی مدد میں ہندستانی دوا سازی کی
انجمن کو تنظیم میں انجمن کو مدد دے۔

اس وفد کا مقصد ان ممالک سے
ہندوستان کے لئے بڑی تعداد میں دوا سازی کی مشینیں خریدنا بھی ہے۔

یہ وفد ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید، مالک سیکل کمپنی، ممبئی کی سرکردگی میں انگلستان
اور امریکہ کا سیاحتی دورہ کر رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ایک سچے عربی ہندوستان
کے ایک بلند پایہ دانشور اور ہندوستان کے سب سے بڑا دوا سازوں کا گمانہ
(جو یورپ اور امریکہ کے مقابلے کی دوائیں تیار کرتا ہے) یعنی سیکل کمپنی کے ایک
نائب کی ایک پریس کانفرنس میں ڈاکٹر حمید نے کہا:۔

”ادنیٰ سطح پر پتھر صنعت اور سیاست کو آپ ملے دینی
کرتے، موجد ہمارے آفریں جگمگ میں میں لاکھوں آدمی اپنی
جانیں قربان کرتے ہیں، دراصل جسے دالے مالک کے کنگڈوم
اور لیبارٹریوں میں لڑی جاتی رہی۔ دنیا میں سطح دامن کے
قیام کی ضرورت داری مدبرین سے زیادہ سائنسدانوں اور دوا
سازوں پر ہے۔“

یہ وفد انکس لندن کا نامہ نگار، مشرقی ہندوستانی وفد کی آمد پر
تحریر کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

”اس وفد کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ۵ ہندو
اور ایک مسلمان ہیں اور ان پانچ ہندوؤں نے ایک مسلمان یعنی
ممبئی کے مشہور سائنسدان، ڈاکٹر حمید کو اپنا لیڈر منتخب
کیا ہے۔“

انگلستان کی مشہور ٹریسٹ میں فریڈرک گولڈ نے ڈاکٹر حمید سے سوال کیا کہ
”ہمارے ملک میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمان اور ہندو اس طرح
ایک دوسرے سے متنفر ہیں کہ وہ ایک دوسرے پر کبھی ہمتاؤ نہیں کرتے۔“
ڈاکٹر حمید نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا:۔ ”آپ ہندوستان کی صحیح
حالت سے قطعاً ناواقف ہیں۔ آپ کے سامنے سیدی سی مثال ہے ہندوستانی
دوا سازوں کی انجمن میں ۹۵ فی صدی ہندو ہیں، لیکن انھوں نے مجھے اپنا
لیڈر چنا اور مجھ پر ہمتاؤ کیا۔ اسی طرح ہندوستان میں ہر شے زندگی میں
ہندو اور مسلمان نہایت دوستانہ طور پر رہتے ہیں۔ لیکن میں نے تو صرف ایک
شعبہ یعنی سیاست میں“

انگلستان کے تمام اخبار نویس جو پریس کانفرنس میں تھے ڈاکٹر حمید
کے اس بیان پر دنگ لگے کہ وہ مشرق جہاں اور انکی سیاست کو پسند
نہیں کرتے۔ ڈاکٹر حمید نے کہا:۔

”میں پاکستان کا مخالف ہوں۔ ہمارا گامی، ہندو بلوچ
نہو، لوانا، آنا، اور دوسرے ہندوستانی بھارتوں کو بھی مشرق
کو وہ اہمیت نہ دینی چاہئے۔ جو انھوں نے دی جبکہ ہندوستانی
ملک کی تقسیم اور ہندوستان کو دو حصوں میں کرنے کی آواز
ہے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ اپنے پوش دھاس میں نہیں ہے بلکہ
مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچانے بغیر نہ اس ملک کی بربادی کا
مبتدیانے ہے۔ میں اسلام قبول کرنے والے ڈاکٹر حمید انگلستان کے مسلمانوں میں ہندوستان
کے بڑے بڑے تفریق پرکھ کیوں کیلئے مشرقی فریڈرک گولڈ نے کہا:۔
ڈاکٹر حمید کی سرکردگی میں یہ وفد ۱۹ دسمبر ۳۴ کو لندن میں پہنچا۔
اخبار کے قارئین کو بیان دیتے ہوئے ڈاکٹر حمید نے کہا:۔

”جب ہم امریکہ کے قارئین میں جلتے ہیں تو ہمیں یہاں بھی دشمنیں اور
آہستہ فہرست ہیں۔ تمام ہندو ہندوستان کی صنعت کو لڑتی دیتے کیلئے ہندو
سزا جاتے ہیں اور امریکہ کے صنعت کار بھی ہیں یہ سامان باغی دوا تیار جاتے ہیں لیکن جو کہ
ڈاکٹر ہمارے ملک سے تیار نہیں ہے اسلئے ہم مجبور ہیں۔“

رفیق بدن

موٹا۔ تازہ۔ قوی۔ بارعب اور سرخ و سفید بنانوالا بیشمال
مرکب مردوں اور عورتوں کی پوشیدہ بیماریوں اور کمزوریوں کو دور
کرنے کے لئے اکیر ہے اسکے استعمال سے آدمی میٹروں و دواؤں سے محفوظ

کھین انہ منعم کر لیتا اگر سینکڑوں لاغر و کمزور شخص اور بڑے صورت کے کھاکوئی انجم بن چکے ہیں آج اپنا وزن کر لیں ایک ماہ
مضیق بدن استعمال کرنے کے بعد دیکھیں اس میں کتنا اضافہ ہوتا ہے یہ مرکب مع کوئی دیکر خوب جھوک گا تاہم اور قبض کو دور کر لے اسکے
استعمال سے جگر کو خاص طاقت حاصل ہوتی ہے۔ عورتوں اور مردوں کی تمام پوشیدہ بیماریاں دور ہوجاتی ہیں اور اسکے تمام اعضا درست ہو کر صحیح طور
سے اپنا کام انجام دینے لگتے ہیں سکڑوں بڑے ہرگز نہیں اسکے استعمال سے شقیاب ہو چکے ہیں جو آگے دن بیا رہتے ہیں اور کوئی دوا انہیں
داعی صحت و نشی بردہ اسے استعمال کر کے اپنی صحت کو قابل رشک بنائیں۔ اسکے استعمال کیلئے موسم اور عمر کی کوئی قید نہیں۔ ایک آدمی کیلئے ایک گلاس
استعمال کافی ہے۔ قیمت فی ڈبہ بین ۲ پیسہ چار آنہ علاوہ وصول لاک بارہ آنہ

پتہ دو خانہ چشمہ صحت بازار سادہ کاراں لاہور

ایک حیرت انگیز ایجا طلسی انگوٹھی

یہ انگوٹھی جادوگری اور سحریم کی قوت کی مدد سے تیار کی گئی ہے اور عجیب و غریب کشتے دکھاتی ہے جو شخص اس انگوٹھی کو پہن لیتا ہے۔ وہ اپنے
ہر مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ چاہے وہ چیز شکل سے شکل اور اس کے قابو سے باہر رہی کیوں نہ ہو۔ اس کا پسند والا ہر طرح کے خطرات اور بیماریوں
سے محفوظ رہتا ہے اور حد تو یہ ہے کہ شیطانی ستارہ کی گردش کا بھی اس پر اثر نہیں پڑتا۔ عورت ہو یا مرد کتنا ہی ظالم اور سزور کیوں نہ ہو۔ اس پر قابو
پالینا اس انگوٹھی کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ عورت مرد دونوں انگوٹھی پہننے والے کے مرہب ہو جائیں گے اور اس کی فیر ہو جودگی میں اپنے کو اس قدر تمنا میں محسوس
کر لیتے ہیں گے کہ اس کے سنہرے ان کا اپنی زندگی اجیرن معلوم ہونے لگے گی۔ مطلب یہ ہے کہ عورت اور مرد دونوں پر اس کا اثر یکساں ہے گا۔
آپ بہت، ذکری اور مقدمات میں کامیاب ہو کر کافی سے زیادہ دولت حاصل کر سکتے ہیں۔ پہلی ہی بات میں اس انگوٹھی کے عجیب و غریب کشتے
لگے ہیں گے جو کہ طلسی انگوٹھی آپ کو محافظ کا کام دے گی۔ ایک بار آزمائش شرط ہے قیمت مرہب عجم حصول لاک ۱۲ رطل ثابت ہونے پر چرت کی دہائی کی شرط ہے۔

پتہ:۔۔۔ پی۔ گپتا، بیٹ (BEAT) نمبر ۳۹۔ لاہور

سنٹرل رائل کارپوریشن آف انڈیا - بمبئی

ذکر نگار: چوہدری

”انتقام“ اور ”حکومت“

تمثیل کا سرا
ملو بانی بیچہ دیپ گریس
اسٹریٹ زبیدہ صادق شاہ

دقت کے داؤں پر پراکت دشمن
خیال لاریکے مستی وار

مکالمے آسنہ جانی لے
سوسیتی استاد زمانہ
حضرت محمدؐ سے حال
نکاسی: احمد احمد
ہدایات
آرائشات مولوی

اپنی زندگی کا وہ دور جب آپ کی خود کشی پریشانی باب ہو گئی تھی
موسیقی استادانہ
حضرت جنت کونستان
نکاسی: احمد احمد
ہدایات: بنیاد
تمثیل کا سرا: جوتی - دیپ - اکبر چچا شائنا زراں بقول
خضر گریس اور اسماعیل

برائے معلومات لکھیے

سنٹرل رائل کارپوریشن 104/108، مادھو واپسی بمبئی

روح روشن مستقل

آواز نسواں دھسلی کا راجہ غلام حسین نمبر

مسلمانوں کی گزشتہ اور موجودہ سیاحت پر حاصل تجربہ
مسلم لیگ اور پاکستان کی تاریخ کو دلچسپ پیرایہ میں دی گئی ہے
سید طفیل احمد نگوری (علیگ) معتقد مسلمانوں کا روشن مستقبل
فیہمت جگہ دو دو پیہ

آواز نسواں کا راجہ غلام حسین نمبر اپریل ۱۹۴۶ء میں نہایت آجے تاکہ شائع
ہوگا جس میں میرے مایہ ناز ابا جان مرحوم کے متعلق تفصیلی حالات اور ان کے سیاسی
کارنامے شائع ہوں گے جب ذیل حضرت خاص طور پر اس نمبر کیلئے اپنے مضامین
بجھائیں گے۔ ”تاکیرت سر محمد علی جناح“، جنا قاضی عبدالغفار صاحب نے فرمودہ
پاک حیدر آباد کن سر عبدالرحمن سندھی ایڈیٹر اخبار اشراق آف انڈیا لکھتے جو دعویٰ کرتے ہیں
کہ سنی سر شریف قریظی پچھت جواہر لال نہرو خواجہ مولوی صاحب نے قریظی کو سنی سر
کہہ رکھا تھا یا نہ کہ پچھت جواہر لال نہرو کا کہنا کہ سنی سر شریف قریظی نے قریظی کو سنی سر
کہہ رکھا تھا یا نہ کہ پچھت جواہر لال نہرو کا کہنا کہ سنی سر شریف قریظی نے قریظی کو سنی سر
کہہ رکھا تھا یا نہ کہ پچھت جواہر لال نہرو کا کہنا کہ سنی سر شریف قریظی نے قریظی کو سنی سر

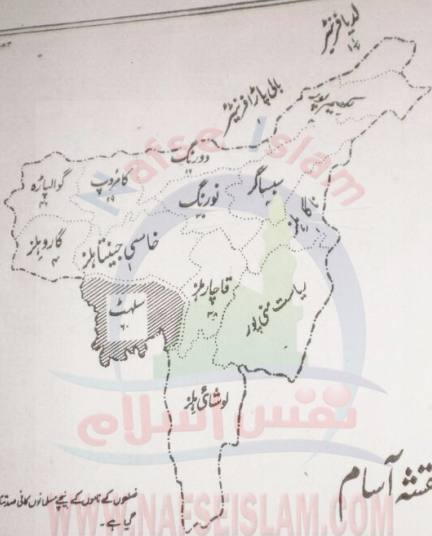
سننے کا پتہ

نظامی پریس بکلیکسی بدایوں یوپی

سب جاتیں کچا آکا باد میں چھو کر دفتر سالہائی زندگی والدہ آباد سے شائع کیا۔
سر سید امین الرحمن



COPYRIGHT

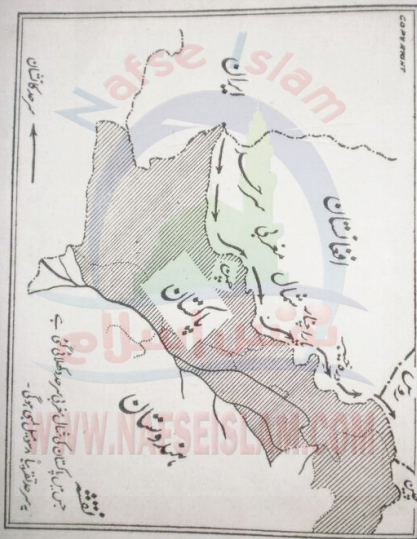


نقشه آسام

ضلعوں کے ہوں کے نیچے سلاخوں کوئی متناسب ہوا
میا ہے۔

وہ حصہ جو پاکستان میں شامل ہو سکتا ہے





نقشہ نمبر ۶

